



تذکرہ قادیان میں

حضرت مولانا سید ابوالدین احمد قادیانی رضوی علیہ السلام

قادیانی کتاب گھرا
اسلامیہ مارکیٹ، ہری پل شریف



5048



سَوَاحِدُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَحْمَدُ ضَرَفَا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ



مرتباً

بدرالدین احمد ✓

قادری، رضوی، گورکھپوری

مدرس مدرسہ غوثیہ، بڑھیا، پوسٹ کھنڈ سری ضلع بستی یو، پی



قادری مہین بریلی شریف

Rs. 85=00

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
81322

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام على نبيه المصطفى وعلى آله وصحبه وخيرته نجوم الهدى

پیش لفظ

انرا

رئیس القلم علامہ ارشد قادری صاحب

ہستم مدرسہ فاضل العلوم جمشید پور

مکرمی حضرت علامہ مولانا بدر الدین احمد صاحب قادری رضوی گورکھپوری
زید مجدد ہم اپنی جماعت کے متدین علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ موصوف کا قلم
اس درجہ محتاط ہے کہ شریعت کے آداب کی نزاکتوں سے ایک لمحہ کے لئے بھی وہ
غافل نہیں ہوتا۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات
طیبہ پر "سوانح اعلیٰ حضرت" کے نام سے حضرت ممدوح کی پہلی کتاب ہے جو قبول عام
کی عزت سے سرفراز ہوئی اور ملک ہی میں نہیں بیرون ملک بھی دنیا کے کروڑوں
افراد کو اعلیٰ حضرت کے دینی اور علمی کارناموں اور ان کے عظیم مقام مجدد و شرف سے
نہایت موثر طریقے پر روشناس کرایا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ عناد عن سائر
المسلمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ صلوة المصلین وسلام الاکرمین
اس کتاب مستطاب کی ثقاہت اور مقام اعتبار کا اندازہ لگانے کے لئے یہ واقعہ

بہت کافی ہے کہ اعلیٰ حضرت پر لکھنے والے سارے اہل قلم نے اسے پورے اعتماد کے ساتھ ماخذ کی حیثیت سے استعمال کیا اور آئندہ بھی جب کوئی اعلیٰ حضرت پر قلم اٹھائیگا تو اس کتاب سے استفادہ کئے بغیر وہ اپنے موضوع کا حق کامل طور پر نہیں ادا کر سکے گا۔

ہندو بیرون ہند میں یہ کتاب کئی بار زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ لیکن اس بار حلقہ جگوش حضور مفتی اعظم ہند، نقیب رضویت، فخر اہل سنت صوفی علاؤ الدین صاحب رضوی بانی مدرسہ گلشن رضا احمد نگر (ڈمرو) بوبکار و اسٹیل سٹی دھنبا دہار کے زیر اہتمام فوٹو آفسٹ پر نئے آب و تاب کے ساتھ چھپنے جا رہی ہے۔ فاضل جلیل حضرت مولانا محمد نور الدین صاحب نظامی جیبی پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور شہزادہ حضور شمس العلماء شیخ الحدیث فیض العلوم جمشید پور اپنی نگرانی میں ایک ماہر فن اور نہایت کہنہ مشوق کاتب سے اس کی کتابت کروا رہے ہیں۔ اور سب سے زیادہ مسرت کی بات یہ ہے کہ کتاب کے مصنف نے اس پر نظر ثانی کر کے اسے اتنا سنوار دیا ہے اور اتنی نئی گراں قدر معلومات کا اضافہ کر دیا ہے کہ اب یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ اپنی پرانی کتاب کو انھوں نے ایک نئی تصنیف کا جامہ پہنا دیا ہے۔

زیر نظر کتاب کے ناشر و طابع جناب صوفی علاؤ الدین صاحب رضوی کا اصرار ہے کہ میں اس کتاب کے نئے ایڈیشن کے ساتھ اپنا ایک پیش لفظ منسلک کر دوں۔ اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود مجھے موصوف کی خواہش کی تکمیل کے لئے وقت نکالنا پڑا کہ میرے نزدیک وہ ایک سراپا اخلاص مرد مومن کی خواہش تھی و بسے اس دور میں دین حق کے خدام کی کمی نہیں ہے لیکن دل کی ایسی والہانہ وارفتگی جو اپنا سب کچھ لٹا کر بھی دین کے لئے جذبے کی تشنگی کو آسودہ نہ ہونے دے، خال خال نظر آتی ہے۔ اس طرح کا دل دیوانہ اگر کہیں مل جائے تو وہ دل نہیں نگار خانہ رحمت و قدرت کا آئینہ ہے جسے ٹوٹنے سے بچانا دل ہی کی نہیں

دین کی بھی خدمت سمجھتا ہوں۔

اسی جذبے کی تحریک پر سوانح اعلیٰ حضرت کے سلسلے میں اپنے احساسات کا ایک مختصر سامرغ ذیل میں پیش کر رہا ہوں اسے کتاب کا پیش لفظ کہتے یا میرے نامہ اعمال کا بہر حال اپنے لئے ذخیرہ آخرت سمجھتا ہوں کہ ایک پیکر عشق و وفا کی معطر اور کیف بار زندگی کے ساتھ اپنی عقیدت کا پیوند جوڑ رہا ہوں۔

فطرت انسانی کا یہ رخ بھی بڑا ہی عجیب و غریب ہے کہ دوسروں کی آنکھ کا تنکا تو لوگ دیکھ لیتے ہیں لیکن خود اپنی آنکھ کی شہتیر انھیں نظر نہیں آتی۔ اسی طرح کا واقعہ بریلی کے خانوادے کی اس عظیم شخصیت کے ساتھ بھی ہوا۔ خاندان کے لوگ امتیاز و تعارف کے طور پر اپنی بول چال میں انھیں "اعلیٰ حضرت" کہتے تھے۔ معارف و کمالات اور فضائل و مکارم میں اپنے معاصرین کے درمیان برتری کے لحاظ سے یہ لفظ اپنے ممدوح کی شخصیت پر اس طرح منطبق ہو گیا کہ آج ملک کے عوام و خواص ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کی زبانوں پر چڑھ گیا۔ اور اب قبول عام کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ کیا موافق کیا مخالف، کسی حلقے میں بھی، اعلیٰ حضرت کہے بغیر شخصیت کی تعبیر ہی مکمل نہیں ہوتی۔ لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اعلیٰ حضرت کے لفظ پر ہمارے مذہبی حریفوں نے کیسے کیسے گل کھلائے ہیں اور عوام کو گمراہ کرنے کے لئے ذہن و فکر کی کتنی نیچی سطح پر وہ اتر آتے ہیں۔

کٹاک کے تاریخی مناظرہ میں اعلیٰ حضرت کے لفظ پر بحث

کئی سال ہوئے اڑیسہ کے دار الخلافہ کٹاک میں دیوبندی حضرات کیساتھ ایک تاریخی مناظرہ ہوا تھا۔ میرا حافظہ غلطی نہیں کر رہا ہے تو یہ واقعہ ۱۹۹۳ء کا ہے اس مناظرہ کی خصوصیت یہ تھی کہ مزاج المناظرین، سند المتکلمین، امام العاشقین حضرت مجاہد ملت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب قادری علیہ الرحمۃ والرضوان

سرپرست اور بانی مناظرہ کی حیثیت سے اہل سنت کے اسٹیج پر بہ نفس نفیس تشریف فرما تھے۔ اہل سنت کی طرف سے جلسہ مناظرہ کے صدر فقیہ النفس، نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی مقرر ہوئے تھے جبکہ مناظر کی حیثیت سے حضور مجاہد ملت نے مجھ فقیر کو نامزد فرمایا تھا۔ اور دوسری طرف دیوبندی فرقہ نے اپنے مناظر کی حیثیت سے مولوی ارشاد احمد فیض آبادی مبلغ دارالعلوم دیوبند کو پیش کیا تھا۔

مناظرہ کے دوران دیوبندی مناظر نے اعلیٰ حضرت کے لفظ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف "حضرت" کہا جاتا ہے اور آپ لوگ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو "اعلیٰ حضرت" کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں نے اپنے پیشوا کو حضور سے بھی بڑھا دیا ہے۔

میں نے ان کے اس مہمل اعتراض کا ایسا دندان شکن جواب دیا کہ پورے دیوبندی اسٹیج پر سناٹا چھا گیا۔

میں نے کہا کہ تنقیص رسول کے ناپاک جذبے میں آپ حضرات کے قلوب اس درجہ مسخ ہو گئے ہیں کہ اہانت کا کوئی موقعہ بھی آپ لوگ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اس بات کا شکوہ تو اپنی جگہ پر ہے کہ جن کی دسوں انگلیاں اہانت رسول کے خون میں ڈوبی ہوئی ہیں وہ دوسروں کے سفید و شفاف دامن پر سرخ دھبا تلاش کر رہے ہیں۔ فی الحال آپ سے شکایت یہ ہے کہ اس واقعہ سے آپ بھی بے خبر نہیں ہیں کہ سلف سے خلف تک امت کے مشاہیر حضرات کو جن القابات سے بھی موسوم کیا گیا ان کا تقابل ان کے صرف معاصرین کے ساتھ تھا کسی نے بھی امام اعظم کے لفظ سے یہ نہیں سمجھا کہ انھیں امام اعظم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام کے مقابلے میں بولا جا رہا ہے لیکن یہ آپ حضرات کے دلوں کے نفاق کی کارگیری ہے کہ بجائے اس کے کہ آپ حضرات سلف کی روایات اور عرف کے مطابق اعلیٰ حضرت کے لفظ کے مفہوم کو ان کے معاصرین تک محدود سمجھتے زبردستی کھینچ تان کر

اس لفظ کے اطلاق کا دائرہ عہد رسالت تک وسیع کر دیا تاکہ لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے نہ بھی تنقیص شان کا حامل ہو جب بھی تقابلی کی راہ سے تنقیص کے معنی پیدا کر دیئے جائیں۔

اس کے بعد میں نے گرجدار آواز میں دیوبندی مناظر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جب آپ حضرات کے یہاں القابات کے مفہوم کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ عہد رسالت تک کو حاوی ہے تو اب آپ بریلی سے دیوبند آئیے اور اپنی شقاوتوں کی یہ بھیانک تصویر دیکھئے کہ خود آپ کے گھر میں تنقیص شان رسالت کے کیسے کیسے ساز و سامان موجود ہیں۔

دیکھئے! یہ مرثیہ رشید احمد گنگوہی ہے جس کے مرتب آپ کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب ہیں۔ انھوں نے بالکل سرورق پر گنگوہی صاحب کو ان القابات سے ملقب کیا ہے۔

مخدوم الكل، مطاع العالم، یعنی سب کے مخدوم اور سارے عالم کے مطاع و مقتدا۔

اب آپ اپنی ہی منطق کی بنیاد پر یہ الزام قبول کیجئے کہ آپ حضرات گنگوہی صاحب کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سید المرسلین مخدوم العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تک اور ان کے بعد قیامت تک پیدا ہونے والے سارے نبی نوح انسان کا مخدوم سمجھتے ہیں۔

میں نے کہا کہ مخدوم الكل کا یہ مفہوم آپ کی طرح میں کھینچ تان کر نہیں پیدا کر رہا ہوں بلکہ موجب کلیہ کا سور ہونے کی حیثیت سے لفظ کل کے وضعی اور اصطلاحی معنی ہی یہ ہیں کہ اس کے دائرہ سے نسل انسانی کا ایک فرد بھی خارج نہ ہو۔ خوب غور سے سن لیجئے کہ دائرہ اطلاق کی یہ وسعت خود لفظ کے اندر موجود ہے باہر سے یہ معنی نہیں پہنائے گئے ہیں جب کہ اعلیٰ حضرت کا لفظ اپنے وضعی معنی کے اعتبار سے دائرہ اطلاق کی وسعت کا سرے سے کوئی مفہوم ہی نہیں رکھتا اپنی بدیہی کے

زیر اثر زبردستی آپ لوگوں نے اُسے غلط معنی پہنایا ہے۔

یوں ہی ”مطالع العالم“ کی ترکیب میں ”عالم“ کا لفظ بھی اپنی وضع ہی کے اعتباراً سے زمان و مکان کی ہمہ گیر وسعت کو چاہتا ہے جس میں نہ کسی فرد کا استثناء ہے اور نہ کسی وقت کا جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ آپ حضرات سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور مطالع العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تک سب کو معاذ اللہ گنگوہی صاحب کا محکوم اور اطاعت گزار سمجھتے ہیں۔

یہاں پہنچ کر میں نے دیوبندی مناظر کو لکارتے ہوئے کہا کہ اعلیٰ حضرت کے لفظ پر آپ کے اعتراض کے جواب میں یہ ساری بحث میں نے صرف اس لئے اٹھائی ہے کہ آپ حضرات کو اپنی کج فہمی اور غلط اندیشی کا اندازہ ہو جائے۔

اب سنبھل جائیے! کہ آپ ہی کا اعتراض آپ پر الٹا رہا ہوں اب اپنی ہی تلوار سے آپ اگر لہو لہان ہو جائیں تو میرے اوپر خون ناحق کا کوئی الزام نہیں ہے۔ بریلی کے ایک ”اعلیٰ حضرت“ پر تو آپ لوگوں کے یہاں صف ماتم بچھی ہوئی ہے لیکن خود دیوبند کے بت خانے میں کتنے ”اعلیٰ حضرت“ آپ لوگوں نے تراش کر رکھے ہیں شاید اس کا اندازہ آپ کو نہیں ہے۔ قوت ضبط باقی ہو تو اپنی پیشانی کا پسینہ پونچھتے ہوئے اپنے اکابر پرستی کی یہ عبرت ناک داستان سنئے۔

یہ دیکھئے! میرے ہاتھ میں آپ کے گھر کی مستند کتاب تذکرۃ الرشید ہے جس کے مصنف آپ کے عظیم پیشوا مولوی عاشق الہی میرٹھی ہیں۔ اس کی جلد دوم کے صفحہ چار صفحے میں انہوں نے اپنے خاندان کے مرشد اعظم حاجی امداد اللہ صاحب کو گیارہ جگہ اعلیٰ حضرت لکھا ہے صفحہ ۲۳۷ پر چار جگہ صفحہ ۲۳۸ پر چار جگہ صفحہ ۲۳۹ پر ایک جگہ اور صفحہ ۲۳۱ پر دو جگہ۔ خود گنگوہی صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں جو تذکرۃ الرشید جلد اول کے صفحہ ۱۲۸ پر چھپا ہے اپنے پیر و مرشد حاجی صاحب کو دو جگہ اعلیٰ حضرت

لکھا ہے۔ اور جلد اول کے ص ۱۳۰ اور ص ۱۳۶ پر آپ کے حکیم الامت جناب
تھانوی صاحب نے خاص اپنے قلم سے حاجی صاحب
کو تین جگہ "اعلیٰ حضرت" تحریر فرمایا ہے۔ اب دوسری کتاب ملاحظہ فرمائیے!۔
تحفۃ القادیان، یہ کتاب بھی دیوبند سے شائع ہوئی ہے اس کے مصنف ہیں مولوی
سیف اللہ صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند۔ اس کے ص ۹ پر لکھتے ہیں۔
"بحکم سیدی و مولائی قطب ربانی حکیم الامت اعلیٰ حضرت قاری طیب صاحب
مدیر دارالعلوم دیوبند"

میرا وقت ختم ہو رہا تھا اس لئے حوالہ کی کتابیں بند کرتے ہوئے میں نے
دیوبندی مناظر کو مخاطب کیا۔

آپ نے اپنے گھر کے "اعلیٰ حضرتوں" کو سن لیا۔ اب زحمت نہ ہو تو ان عبارتوں کے
حوالے سے ذرا وہی الفاظ پھر دہرا دیجئے کہ۔۔۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف حضرت کہا جاتا ہے اور مولانا عاشق الہی
میرٹھی، مولانا گنگوہی، اور مولانا تھانوی اپنے پیرومرشد کو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں اس
کا مطلب یہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف حضرت کہا جاتا ہے اور دارالعلوم دیوبند
کے لوگ اپنے مہتمم صاحب کو "اعلیٰ حضرت" کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے۔۔۔۔۔
ہم نہ کہتے تھے کہ اے فارغ تون لہوں کو نہ چھیڑ

اب وہ برہم سے تو ہے تجھ کو فلق یا ہم کو۔۔

جب میں پندرہ منٹ کی اپنی جوابی تقریر سے فارغ ہو کر بیٹھا تو میں نے دیکھا
کہ حضرت مجاہد ملت کی خداترس آنکھوں میں خوشی کے آنسو منڈ رہے تھے وہ مقدس
لمحے میں زندگی بھر نہیں بھولوں گا جب عوث الوریٰ کے دربار گہر بار کے ایک وارفتہ
جگر درویش اور مسلک رضویت کے ایک پرسوز داعی کی شفقتوں کے بادل ٹوٹ ٹوٹ
کہ میرے اوپر برس رہے تھے اور میں قدموں میں مچل مچل کر نہا رہا تھا۔

خدا رحمت کند اس عاشقان پاک طینت را
 اعلیٰ حضرت کے لفظ پر ایک ضمنی بحث کافی لمبی ہو گئی۔ اب چند سطریں خراج
 عقیدت کے طور پر بارگاہ اعلیٰ حضرت میں نذر کر رہا ہوں۔

یہ داستان سننے کے قابل ہے کہ آج دنیا کے کروڑوں سنی مسلمان اعلیٰ حضرت پر
 اپنی جان کیوں چھڑکتے ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کیا چیز ہے جس کے ساتھ ان کی والہانہ
 وابستگی ہے اعلیٰ حضرت کے اندر دین و ایمان کی وہ کون سی خوبی تھی جس کی وجہ سے ”بریلوی“
 کا لفظ اب سنی صحیح العقیدہ حتیٰ پرست طبقے کا علامتی نشان بن گیا ہے۔
 آپ گہرائی میں اتر کر فطرت انسانی کا جائزہ لیں گے تو آپ پر یہ حقیقت اچھی طرح واضح
 ہو جائیگی کہ کسی کو ماننے کے لئے دو ہی طرح کے جذبے محرک ہو کرتے ہیں۔

(۱) سیاسی مالی اور مادی اقتدار کی خواہش (۲) یا عقیدہ اور دینی قدروں کے ساتھ ہم آہنگی
 مثال کے طور پر قادیانی مذہب کو لے لیجئے جو انگریزی حکومت کی سرپرستی میں ایک
 باطل، جھوٹی اور مصنوعی نبوت کی بنیاد پر کھڑا کیا گیا۔ اس کا باطل ہونا اتنا واضح اور روشن تھا
 کہ یہ مذہب جہاں سے شروع ہوا تھا وہیں اسے دفن ہو جانا چاہئے تھا لیکن انگریزی حکومت
 کے کاسہ لیس مادی اقتدار کی لالچ میں اتنے اندھے ہو گئے تھے کہ دیدہ و دانستہ ایک سرتاسر
 جھوٹی اور مصنوعی نبوت پر وہ ایمان لائے اور ایک ایسے صریح کفر کو انہوں نے اپنے حلق کے
 نیچے اتار لیا جس کے کفر ہونے پر عہد صحابہ سے لے کر عہد حاضر تک پورے تسلسل کے ساتھ ڈیڑھ
 ہزار برس کی بوجھل شہادتوں کا انبار لگا ہوا تھا۔

لیکن برطانوی حکومت کے بطن سے پیدا ہونے والا ایک بالکل جھوٹا مذہب صرف
 اسی لئے دنیا میں پھیل گیا کہ اس کے پیچھے مادی آسائش اور مادی منفعت کا جذبہ پوری
 طرح کار فرما تھا۔

یہی تاریخ تبلیغی جماعت کی بھی ہے۔ اس کی بنیاد بھی حکومت برطانیہ ہی کے سایہ
 عاطفت میں رکھی گئی اور اسی کی مالی سرپرستی میں پروان چڑھی۔ یہ الزام نہیں ہے

کہ کوئی انکار کر دے بلکہ یہ سر بستہ راز فاش ہی ان لوگوں نے کیا ہے جو تبلیغی جماعت کے اکابر کی حیثیت سے آج بھی اپنے گروہ میں جانے اور مانے جلتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس خفیہ تعلق کی خود اٹھوں نے گروہ نہ کھولی ہوتی تو کسی کو بھی اس اسلام دشمن سازش کا سراغ تک نہیں ملتا۔ اور اب سعودی عرب کے ریال اور امریکہ و برطانیہ کی ہمنوا حکومتوں کے سیاسی اثر و رسوخ نے تبلیغی جماعت کو زمین کے کونے کونے میں پہنچا دیا ہے۔ آپ تبلیغی جماعت کے اندرونی نظام کا اگر غیر جانبداری کے ساتھ جائزہ لیں تو آپ کو پتہ چل جائیگا کہ ہوائی جہازوں کی پروازوں دنیا کی سیر و سیاحت اور چلنے کے نام پر طویل طویل سفروں کے پیچھے مادی کشش کے کیسے کیسے ساز و سامان موجود ہیں۔ دینی بے حسی کے اس دور ہلاخیز میں عوام کی بھیڑیو نہیں نہیں لگ رہی ہے۔

مادی اقتدار و آسائش اور مالی منفعوں کی تحریک پر لوگوں کی پیش قدمی کے یہ نمونے آپ کے سامنے ہیں۔ اب آئیے تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے۔ اب حیرت و مسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ یہ منظر بھی دیکھئے کہ عقیدہ اور دین کی ہم آہنگی کی بنیاد پر کسی کے گرد لوگ کس طرح جمع ہوتے ہیں۔ مذہب اہل سنت اپنی پوری روایات و تفصیلات کے ساتھ چودہ سو برس سے منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک ہر دور میں امت کے اکابر، ائمہ، علماء، عرفاء اور مشائخ و صالحین نے اس شجرہ طیبہ کی بیباکی کی، اسے باد صحر کے جھونکوں سے بچایا، اسے ہر طرح کے حوادث سے محفوظ رکھا تب جا کر آج دین کا یہ چمن ہر ابھر نظر آ رہا ہے۔ اس کے گل بوٹے کھلے ہوئے ہیں اور اس کی خوشبو سے دل و دماغ معطر ہو رہے ہیں۔

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہر دور میں جہاں دین حق کے نگہبان تھے، اس کی رگوں کے لئے خون فراہم کرنے والے جاں نثار تھے اس کے چہرے کا گرد و غبار صاف کر نیوالے محافظین تھے وہیں اس کے شفاف دامن پر گرد اڑانے والے بداندیش بھی تھے۔ اسلام دشمن قوتوں کے ساتھ ساز باز رکھنے والے منافقین بھی تھے جو ہمیشہ اس کو کشش میں

لگے رہتے تھے کہ اسلام کے عقائد و روایات کا چہرہ مسح کر دیا جائے۔ ماضی سے دین کا رشتہ منقطع کر دیا جائے تاکہ دین کے اندر ملحدانہ خیالات کے داخل ہونے کا دروازہ کھل جائے سلف صالحین نے کتاب و سنت کے نصوص احکام کی جو تشریحات کی ہیں ان کے خلاف امت میں بے اعتمادی پیدا کر کے خود اپنا سکہ چلایا جائے تاکہ امت کا شیرازہ بکھر جائے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور کے حق پرست علماء و عرفاء نے دین میتین کے خلاف اٹھائے جانے والے فتنوں کا اس طرح سرکچل کر رکھ دیا کہ دین کا سرمایہ آج تک محفوظ ہے۔ ماضی کے ساتھ مربوط رہنے والی امت آج بھی موجود ہے لیکن فتنوں کے علمبردار فنا کے گھاٹ اتر گئے یہ بھی کسی کو نہیں معلوم کہ ان کی راکھ اڑ کر کس شمشان گھاٹ میں دفن ہوئی۔ جبکہ دین حق کے محافظین رحمت الہی کے جوار میں دلوں پہ حکومت کر رہے ہیں۔ جہاں وہ لیٹ گئے ہیں ہر وقت پر دانوں کے ہجوم میں۔ خزانہ رحمت سے نور و سرور کی ایسی خیرات بٹ رہی ہے کہ ایک آن کے لئے بھی بارش نہیں کھٹی۔

وہابیت نے بھی انگریزوں ہی کے ظل عاطفت میں جنم لیا ہے۔ یہ فتنہ اس وقت جو ان ہو چکا تھا جب اعلیٰ حضرت مسند ارشاد پر جلوہ گر ہوئے۔ تقویتہ الایمان کے ذریعہ سارے ملک میں وہابیت کا فتنہ پھیل چکا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے پیدا ہونے سے پہلے سینکڑوں اکابر سنت نے تقویتہ الایمان کے رد و ابطال میں بیشمار کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ہندوستان کے صحیح الاعتقاد مسلمانوں نے وہابی مذہب کے خلاف اپنی نفرت و بیزاری کا بھرپور مظاہرہ کیا جب اس فتنہ کے علمبرداروں نے محسوس کیا کہ زمین تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ کتابوں اور مواعظ کے ذریعہ اب ہندوستان کے راسخ الاعتقاد مسلمانوں کو بدلنا ممکن نہیں ہے تو انھوں نے دیوبند میں ایک بہت بڑے مدرسہ کی بنیاد رکھی تاکہ دینی تعلیم کے نام پر مسلمانوں کی نئی نسل کو متاثر کیا جائے اور انھیں شرک و بدعت کی تعلیم دیکر ہر گاؤں ہر قبیلہ اور ہر خاندان میں وہابیت کا مبلغ پیدا کر دیا جائے اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا یہ حرم بہت کارگر ثابت ہوا۔ ہندوستان کے ہزاروں خاندان جو پیدائشی طور پر سنی صحیح العقیدہ تھے۔

گھر میں پیدا ہونے والے دیوبندی مولوی کے ذریعہ خراب ہو گئے۔ سارا ملک اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ دیوبند میں ایک بہت بڑا مدرسہ ہے جہاں علمائے دین پیدا کئے جاتے ہیں۔ لیکن مدرسہ کس عقیدے کے لوگ چلا رہے ہیں، مذہب اہل سنت کے خلاف ان کا ناپاک منصوبہ کیا ہے، تعلیم کے نام پر وہ سنی مسلمانوں کے بچوں کے ذہن میں کس طرح کا زہر گھول رہے ہیں ان ساری تفصیلات سے ہندوستان کے اکثر مسلمان بالکل بے خبر تھے۔

ہندوستان کی مذہبی تاریخ کا یہی وہ خطرناک موڑ ہے۔ جہاں اعلیٰ حضرت ہمیں ایک پرسوز چارہ گرا ایک دردمند مصلح ایک غمگسار میسما، ایک بے باک رہنما اور ایک فرض شناس محافظ دین و ملت کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ اہل سنت پر ان کا یہ احسان ہم کبھی نہیں بھول سکیں گے کہ انھوں نے قلم کی تلوار اٹھا کر مذہب اہل سنت کے خلاف ایک منصوبہ بند سازش کو ناکام بنا دیا۔ ناموس رسول کے تحفظ کے لئے اعلیٰ حضرت نے جس حوصلہ مندی کے ساتھ اپنی پوری زندگی کو داؤں پہ لگا دیا یہ انہی کا حصہ تھا۔ خدا نخواستہ انھوں نے فتنہ و ہابیت والحاد کے سیلاب پر بند نہ باندھا ہوتا تو آج اہل سنت کا شیرازہ بالکل بکھر گیا ہوتا۔

تاریخ شاہد ہے کہ وقت کا بڑے سے بڑا فتنہ، چاہے اپنے چہرے پر کتنا ہی خوبصورت نقاب ڈال کر سامنے آیا ہو اعلیٰ حضرت کے قلم کی ضرب سے پاش پاش ہو کے رہ گیا۔ باطل کی آمیزش سے اسلام کو پاک کرنے کے لئے انھیں جو مکھی لڑائی لڑنی پڑی۔ فتنہ چاہے اندر کا ہو یا باہر کا ان کے قلم کی تلوار یکساں طور پر سب کے خلاف نبرد آزما رہی۔ عمل تطہیر کی اس مہم کے پیچھے نہ کسی حکومت کی سرپرستی تھی نہ کسی دولت مند کی منت پذیری۔ ایک بے قرار ناخدا کی طرح وسائل و اسباب کی پروا کئے بغیر امت کی کشتی کو طوفان کی زد سے بچانے کے لئے وہ تن تنہا بھری ہوئی موجوں سے لڑتے رہے۔ ان کے پاس دو عظیم طاقتیں تھیں جن کے بل پر انھوں نے ہر مہم کو سر کیا۔ پہلی طاقت عشق و یقین کی تھی جس نے انھیں دنیا کی ہر مادی قوت سے بے نیاز کر دیا تھا۔ خدائے قادر و قیوم کی غیبی تائید و کار سازی اور رسول مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی چارہ گری پر انھیں اتنا لوط اعتماد تھا کہ کسی اور کی طرف دیکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا۔ ان کے عشق و یقین کے واردات کا اگر آپ جائزہ لینا چاہیں تو حدائق بخشش کا مطالعہ کیجئے۔ ورق ورق پر کیف و سرپرستی اور وارفتگی و نیاز مندی

کے رنگارنگ پھولوں کا ایک چمن سجا ہوا ملے گا۔

اور دوسری طاقت علم و فقاہت کے رسوخ، معلومات کے نتیجہ، فکر و نظر کی گہرائی، خداداد قوت حافظہ و ادراک کی عجبو بہ کاریوں، اور قدسی روحانیت کی توانائیوں کی تھی۔ جن کے جلوے ان کی تصنیفات کے ہزاروں صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں۔

انہی خداداد نعمتوں، دولتوں اور قوتوں کی برکت سے وہ ہمیشہ اہل دول اور ارباب حکومت سے گریزاں رہے۔ کسی کے ایوان تک جانا تو بڑی بات ہے، انہوں نے تو اپنی مجلس میں بھی باریاب ہونے کی اس طبقے کو کبھی اجازت نہیں دی۔ والی رامپور جو بڑوں بڑوں کے مددوج رہ چکے ہیں، انہوں نے ہزار منت و سماجت کی کہ حضور والا میری دعوت کو پذیرائی کا شرف نہیں بخش سکتے تو مجھی کو باریاب ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے اس کا بھی موقعہ انھیں نہیں دیا۔

ایک بار ناپارہ ضلع بہرا پٹنچ کے ایک صاحب جو اعلیٰ حضرت کے مخلص ترین دوستوں میں تھے، بریلی تشریف لائے اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں معروضہ پیش کیا کہ راجہ صاحب ناپارہ کی منقبت میں ایک قصیدہ لکھ دیجئے تاکہ میں اپنی طرف سے ان کی خدمت میں پیش کر دوں اور انعام و اکرام کی صورت میں کچھ میرے گزربس کا سامان ہو جائے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی درخواست کے جواب میں بجائے منقبت کے فی البدیہہ ایک نعت شریف کا اعلان کرایا۔ یہ وہی مشہور زمانہ نعت شریف ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص چہاں نہیں . . .
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اس نعت شریف کے مقطع میں اعلیٰ حضرت نے جس خوبصورتی کے ساتھ انکی درخواست پر طنز فرمایا ہے یہ انہی کا حصہ ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

کروں مدح اہل دول رضا پٹے اس بلا میں میری بلا . . .

میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

ذرا یہ صنعت شعری ملاحظہ فرمائیے کہ نان پارہ کو الٹ کر "پارہ ناں" کے لفظ

سے کتنا ایمان افزو ز اور خوبصورت مفہوم پیدا کر دیا۔

مسک کا اختلاف اپنی جگہ پر ہے۔ لیکن زندہ جاوید حقیقتوں کا بھی اپنا ایک مقام ہے اسے کیوں کر جھٹلایا جاسکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت جیسا سرشار عاشق رسول جو اپنے محبوب کی خوشنودی کے لئے اہل باطل سے ہمیشہ نبرد آزما رہا اور جس کے مشرب میں کسی دشمن اسلام سے مسکرا کر بات کرنا بھی ناموس عقیدت کی پیشانی کا ایک بدنما دارغ تھا، اس کے بارے میں دیوبند کے ملت فروش یہ افترا کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے کہ وہ انگریزی حکومت کے ایجنٹ تھے۔

اپنے چہرے کا غبار اعلیٰ حضرت کے دامن پر ڈالنے والوں کو میں نے بار بار چیلنج کیا ہے کہ تم اگر اپنے دعوے میں سچے ہو تو دوستوں کی نہیں، دشمنوں ہی کی مرتب کردہ تاریخوں میں کہیں یہ دکھلا دو کہ انگریزی حکومت کے کسی معتمد نے اعلیٰ حضرت کی دعوت کی ہو، یا انگریزی حکومت کی طرف سے اعلیٰ حضرت کو کوئی وظیفہ ملتا ہو یا کبھی کوئی ان کی مالی امداد کی گئی ہو، یا انگریزی حکومت کے عمائدین کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی کہیں ملاقات ہوئی ہو، یا اعلیٰ حضرت اپنی زندگی میں ایک بار بھی کسی انگریز کی کچھٹی پر بغرض ملاقات تشریف لے گئے ہوں یا خود اعلیٰ حضرت کے دولت کدے پر انگریزی حکومت کا کوئی نمائندہ ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہو۔ یہ سب کچھ ممکن نہ ہو تو کم از کم اتنا ہی کہیں دکھلا دو کہ اعلیٰ حضرت نے نظم یا نثر میں انگریزی حکومت کی قصیدہ خوانی کی ہو۔ برخلاف اس کے دیوبندی اور قادیانی لٹریچر اس طرح کے واقعات تحریرات سے بھرے پڑے ہیں جن سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ انگریزی حکومت کے ساتھ دیوبند اور قادیان کے کتنے گہرے اور نیازمندانہ تعلقات تھے۔

ثبوت کے لئے دیکھئے زلزلہ، زیر وزیر خون کے آنسو، منکرین رسالت کے گروہ اور ایمان و ہابیہ وغیرہ۔

کئی سال ہوئے راجستھان میں "بولیا" نامی ایک مقام پر اہل سنت کا دیوبند یوں کے

ساتھ ایک مناظرہ ہوا تھا اس مناظرہ کی خصوصیت یہ تھی کہ اس دور کے اکابر اہل سنت میں سے حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ، سلطان المناظرین حضرت مولانا رفافت حسین صاحب قبلہ، اتا ذوالعلماء حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ، محسن ملت حضرت مولانا حامد علی صاحب فاروقی رائے پوری، خطیب مشرق حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی، مجاہد دوراں حضرت مولانا سید مظفر حسین صاحب کچھو چھوی اور بانی مناظرہ حضرت مولانا اسرار الحق صاحب شاہجہان پوری اسٹیج پر موجود تھے۔ مناظرہ کی حیثیت سے مذہب اہل سنت کی وکالت کے فرائض میں خود انجام دے رہا تھا۔

بحث کے دوران دیوبندی مناظر نے اعلیٰ حضرت کے خلاف اسی طرح کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اپنی کتاب اعلام الاعلام بان الہند دارالاسلام میں برطانوی دور حکومت کے ہندوستان کو دارالاسلام لکھا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ انگریزی حکومت کو اسلامی حکومت اور انگریز کو ظل اللہ فی الارض سمجھتے تھے۔ انہوں نے یہ کتاب لکھ کر انگریزوں کا حق نمک ادا کیا ہے۔

میں نے الزامی جواب دیتے ہوئے کہا کہ برطانوی دور حکومت کا ہندوستان تو آپ حضرات کی نظر میں دارالحرب ہے لیکن یہ بتائیے کہ آج کے کانگریسی دور حکومت کے ہندوستان کو آپ لوگ کیا سمجھتے ہیں۔ دارالاسلام یا دارالحرب!

جواب دیتے وقت یہ بھی ذہن میں ملحوظ رہے کہ نظام حکومت اب بھی وہی غیر اسلامی ہے۔ صرف نظام چلانے والے ہاتھ بدل گئے ہیں تو یقین جانئے کہ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ دارالاسلام کہہ نہیں سکتے تھے کہ مسلمانوں سے شرم آرہی تھی اور دارالحرب کہتے ہوئے ڈپٹی کمشنر اور ایس پی صاحب کا خطرہ تھا جو سامنے ہی بیٹھے ہوئے تھے اسی کشمکش میں وہ کوئی جواب نہیں دے سکے اور ہمارا سوال آج تک ان کے ذمہ قرض رہ گیا۔

لیکن میں نے جھوٹے کو آخری منزل تک پہنچانے کا تہیہ کر لیا تھا اس لئے میں نے اپنی گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔

تعجب ہے آپ حضرات کی شرمناک جسارت پر کہ نہ گھر کی خیر ہے نہ باہر کی۔ نہ کتابوں

سے شناسائی اور نہ فقہی مسائل و احکام سے کوئی سروکار! اندھیرے میں بیٹھ کر تیر چلاتے ہیں یہ بھی نہیں دیکھئے کہ نشانے پر کون ہے۔

میں نے لکارتے ہوئے انھیں کہا کہ دیکھئے مولینا عبدالحی صاحب فرنگی محلی کی یہ مجموعۃ الفتاویٰ جلد سوم ہے اس کے صفحہ ۹۵ پر موصوف ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال۔ سو گر فتن از ہنود جائز است یا نہ ہندو سے سو لینا جائز ہے یا نہیں؟
جواب۔ نہ از ہنود چہ در دارالاسلام سو دادن و گر فتن حرام است۔
نہیں! کیوں کہ دارالاسلام میں سو کا لین دین حرام ہے۔

اس عیسارت سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے میں نے دیوبندی مناظر کو لکھا کہ مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی آپ حضرات کے معتمد خاص ہیں۔ ان کے علم و تحقیق میں برطانوی دور حکومت کا ہندوستان دارالاسلام نہ ہوتا کہ تو وہ ہندوستان میں سو کے عدم جواز کا فتویٰ ہرگز نہیں دیتے۔

کیا ان کے بارے میں بھی آپ یہ افتراء کریں گے کہ وہ بھی انگریزی حکومت کے ایجنٹ تھے اور وہ بھی انگریزوں کو ظل اللہ فی الارض سمجھتے تھے؟
اس کے بعد گرجتے ہوئے میں نے کہا کہ یہ تو باہر کی بات تھی اب آئیے اپنے گھر کا جائزہ لیجئے۔

یہ دیکھئے فتاویٰ رشید یہ کی پہلی جلد اس کے صفحہ پر ایک سوال کے جواب میں ”بندہ رشید احمد“ تحریر فرماتے ہیں۔

سوال۔ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ مدلل ارقام فرمائیں۔
جواب۔ دارالحرب ہونا ہندوستان کا مختلف علمائے حال میں ہے۔ اکثر دارالاسلام کہتے ہیں اور بعض دارالحرب۔ بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا۔

واضح رہے کہ سوال کرنے والے نے برطانوی دور حکومت ہی کے ہندوستان کے بارے میں سوال کیا تھا اور ”بندہ“ نے اسی دور کے ہندوستان کے بارے میں جواب دیا تھا

کہ اکثر علماء سے دارالاسلام کہتے ہیں۔

پھر میں نے دیوبندی مناظر اور اسٹیج پر بیٹھے ہوئے ان کے سارے ہمنواؤں کو لکارتے ہوئے کہا کہ ان اکثر علمائے کرام کے بارے میں آپ حضرات کیا فرماتے ہیں۔ کیا وہ بھی انگریزی حکومت کے ایجنٹ تھے اور کیا وہ بھی انگریزوں کو ظل اللہ فی الارض سمجھتے تھے؟ میرا وقت چونکہ ختم ہو رہا تھا اس لئے یہ کہتے ہوئے میں نے اپنی بات پوری کر دی کہ آپ

حضرات نے اعلیٰ حضرت کی کتاب اعلام الاعلام کا صرف نام ہی سنا ہے۔ پڑھا نہیں ہے ورنہ آپ حضرات کے بھی علم کا افلاس دور ہو جاتا اور ”بندہ“ کی تہی دامنہ بھی ختم ہو جاتی۔ اور ہندوستان دارالاسلام ہے اس کے ثبوت میں اعلیٰ حضرت نے فقہ حنفی کی کتابوں سے دلائل کے جو انبار جمع کئے ہیں اس کا بھی مشاہدہ ہو جاتا اور ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینے پر اعلیٰ حضرت کو جن لوگوں نے انگریزی حکومت کا ایجنٹ کہا ہے ہمیشہ کے لئے ان کے جھوٹ کا پردہ بھی فاش ہو جاتا۔ لیکن اس بد قسمتی کو دیکھنے کی آپ حضرات کو توفیق ہی نہیں ملی۔

مقدمہ کی آخری سطر میں لکھتے ہوئے میں اپنی اس حسرت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں چاہتا تھا کہ سعودی عرب سے شائع ہونے والی ”البریلویۃ“ نامی کتاب میں ”سوانح اعلیٰ حضرت“ کے جو گمراہ کن حوالے دیئے گئے ہیں ان کا بھی پردہ فاش کر دوں لیکن افسوس کہ ”البریلویۃ“ نام کی وہ کتاب اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہے دہلی میں چھو کر چلا آیا ہوں۔

ویسے اپنے قارئین کرام کو یقین دلاتا ہوں کہ جب بھی مجھے موقع ملے گا میں اس فرض سے سبکدوش ہونے کی ضرورت کو شش کروں گا۔

آخر تو لائیں گے کوئی آفت فغاں سے ہم
حجت تمام کرتے ہیں آج آسماں سے ہم
ارشاد القادری

مہتمم مدرسہ فیض العلوم: جمشید پور ۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

قصہ سید تاریخی

نَضْرَفِرد وُسْ

۱۴۰۰ھ

درشان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از حضرت مولانا حکیم ابوالبرکات محمد نعیم الدین صدیقی قادری رضوی نوری
گورکھپوری نائب شیخ الحدیث دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اے امام اہلسنت تاجدار علم و فن
خوب کی تجدید ملت تم نے اے سر و چین
نائب شاہِ دُخا ہو جا نشین اولیاء
رونق بزمِ طریقت واقفِ بستر و علن
یادگار بوحیفہ غوثِ اعظم کے شبیبہ
ناز نس مردانِ حق ہوزینت باغ و چین

عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ عہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دین کش ان ڈائٹوں کو تم نے بے پردہ کیا
 سرزمین نجد سے جو بن کے آئی تھیں دہن
 شاطران دین تم سے کانٹے تھے بالیقین
 نام حق سنتے ہی ان کے ہوش ہو جاتے ہرن
 تم سے تھراتا رہا باطل پرستوں کا غرور :-
 جس کا شاہد ہے زمانہ اور خود تھا نہ بھون
 تھا ترا سیف قلم اعدار کے حق میں خوں فشاں
 رزم گاہ حق و باطل میں رہا توصف شکن
 کر دیا باطل کو تم نے سرنگوں بیوند خاک
 دشمن دیں کو کہاں ہے اب مجال دم زدن
 تھارہا کالفظ ہے سب ما مضی کی اک خبر
 بالیقین اب بھی وہی ہوشیر حق باطل شکن :-
 چشم ظاہر سے تمہاری دید ہو سکتی نہیں :-
 ورنہ پائے ناز پہ رکھتے سمجھی اپنا دہن :-
 فرش سے ماتم اٹھا جب تم چلے سوئے جٹاں
 عرش پہ دھو میں مچیں لو آگیا فخر ز من :-
 آپ کی رحلت کو اک عرصہ ہوا لیکن حضور :-
 ہو وہی خورشید تاباں جس کی پھیلی ہے کرن
 گلشن اسلام کے گلہائے خوباں میں شہا :-
 سرخ گل ہو یا کہ زر گس، نسترن ہو یا سمن :-
 دیکھے ہیں چشم فلک نے کیسے کیسے وہ جہیں :-
 ان حسینوں میں ہو تم بھی روح پرور صنو فگن

آپ کے اوصاف تک کس کی رسائی ہو بھلا
 ہو نبیؐ کے معجزہ بس نعمت ہے اس پر سخن

عرض کرتا ہے نعیم قادری با صبر ادب!

ہم آپ پر برسواؤ شہا! اب خاص نعمت کی بھرن

عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

81382

تحفہ سلام

بر امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(از جناب کیفی صاحب ساکن بکسر ضلع شاہ آباد (آرہ) بہار)

سلام اس پر کہ جس نے خدمت تجدید ملت کی
سلام اس پر کہ جس نے راہ دکھلائی شریعت کی
سلام اس پر کہ جس نے عزت شان نبوت کی
سلام اس پر کہ جس نے رمز قرآنی کو بتلایا
سلام اس پر کہ جس نے حل کئے عقائد کسائل کے
سلام اس پر کہ جس نے رد کئے باطل عقائد کو
سلام اس ذات پر جو واقف بہر حقیقت تھی
سلام اس ذات پر جو بزم آرائے شریعت تھی
سلام اس ذات پر جو صاحب عشق نبوت تھی
سلام اس ذات پر جو چشمہ جان عقیدت تھی
سلام اس پر کہ جس نے خدمت ایچائے سنت کی
سلام اس پر کہ جس نے راہ بتلائی طریقت کی
سلام اس پر کہ جس نے حرمت جان رسالت کی
سلام اس پر کہ جس نے معنی مستور سمجھایا
سلام اس پر طریقے جس نے بتلائے دلائل کے
سلام اس پر کہ کچلا جس نے ان حشو و زوائد کو
سلام اس ذات پر جو ہادی راہ طریقت تھی
سلام اس ذات پر جو پاسبان دین فطرت تھی
سلام اس ذات پر جو شارح حسن و محبت تھی
سلام اس ذات پر جو صاحب حسن بصیرت تھی

سلام اس پر کہ جس کے روبرو خم یہ زمانہ ہے
اور اس کیفی کو بھی جس سے عقیدہ و الہامانہ ہے

تاشکرانی

شاہزادہ اعلیٰ حضرت پیشوائے اہلسنت حضرت مولانا الحاج مصطفیٰ رضا خان
قادرسی نوری مفتی اعظم ہند و پاک علیہ السامیۃ والراضوان

سوانح اعلیٰ حضرت جب پہلی بار ربیع الاول شریف ۱۳۸۳ھ مطابق ستمبر ۱۹۶۳ء میں
طبع ہوئی تو میں نے اس کے دو نسخے حضرت مولانا قاضی عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ العالی
مقیم آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف کی خدمت میں ذریعہ ڈاک ارسال کئے کہ ایک
نسخہ خود آپ قبول فرمائیں اور دوسرا نسخہ حضور مفتی اعظم ہند قبلہ کی خدمت میں میری جانب
سے پیش کر دیں۔ مولانا موصوف نے پیکٹ وصول کر کے کتاب کا ایک نسخہ حضور کی خدمت
میں پہنچایا اور ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۸۳ھ ہجری کو انھوں نے وصولیابی سے مطلع کرتے
ہوئے میرے نام ایک مکتوب بھیجا جس کے ایک گوشے پر حضور مفتی اعظم ہند قبلہ نے خود
دست پاک سے یہ حوصلہ افزا کلمات تحریر فرمائے وَهُوَ هَذَا

وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَتُهُ وَبَرَكَاتُهُ ثُمَّ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ
وَبَرَكَاتُهُ مَا شَاءَ الْمَوْلَى سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى بَحْمِيهِ سَوَاحِبُهُ بِسَدِّ
آئِي مَوْلَى كَرِيمٍ آپ کی یہ خدمت دینی قبول فرمائے اور مزید توفیق بیش از بیش دے۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادر کی غفرلہ

ضروری اعلان

ہر خاص و عام کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ سوانح اعلیٰ حضرت کے
قدیم نسخہ کی طباعت و اشاعت ممنوع ہے۔

زیر نظر جدید سوانح اعلیٰ حضرت کو جو شخص طبع کرانا چاہے

وہ مصنف سے اجازت حاصل کر لے۔

المعلن

بدرالدین احمد قادری رضوی

مدرسہ غوثیہ بڑھیا پوسٹ کھنڈ سری

ضلع بستی

۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۸۴ء

دوشنبہ مبارکہ



انتساب

نہایت خلوص و صد ہزار عقیدت کے ساتھ ہم اپنی اس ترتیب
 کو شاہزادہ اعلیٰ حضرت سر ایاہ برکت پیشوائے اہلسنت حضرت
 مولانا الحاج مصطفیٰ رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی
 اسم گرامی سے منسوب کرتے ہیں۔

بدرالدین احمد قادری گورکھپوری

خادم مدرسہ غوثیہ بڑھیا، کھنڈ سری

ضلع بستنی (یو۔ پی)

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ۔۔۔۔۔ رئیس القلم علامہ ارشد القادری صاحب	۲
۲	مقدمہ	۳۳
۳	ہندوستان میں انگریزوں کا پہلا قدم	۳۶
۴	نام نہاد امیر المومنین	۳۹
۵	انگریز کا وفادار سپاہی	۴۱
۶	بانی نیچریت	۴۹
۷	سر سید کی اندھی تقلید کا نتیجہ	۵۴
۸	شاعر نیچریت	۵۶
۹	بناوٹی پیغمبر	۵۷
۱۰	ناشر دہریت	۵۹
۱۱	پرستاران نیچریت اور انگریز	۶۴
۱۲	انگریزوں کے جان نثار علماء	۶۷
۱۳	برٹش گورنمنٹ کا سالانہ وظیفہ	۷۴
۱۴	مجدد اعظم کی آمد	۸۱
۱۵	اعلیٰ حضرت کا نسب نامہ	۸۵
۱۶	اعلیٰ حضرت کی ولادت باسعادت	۸۷

۸۸	بسم اللہ خوانی	۱۷
۹۲	اعلیٰ حضرت کی تصانیف	۱۸
۹۴	اعلیٰ حضرت کے وہبی علوم	۱۹
۹۵	ڈاکٹر سر ضیاء الدین بارگاہ رضوی میں	۲۰
۹۸	امریکی پروفیسر البرٹ کی ہولناک پیشن گوئی	۲۱
۱۰۳	وائس چانسلر علی گڑھ کا سفر جرمنی منسوخ	۲۲
۱۰۸	بچپن کے حالات	۲۳
۱۱۰	زندگی مبارک کے عام حالات	۲۴
۱۱۲	سنی اور وہابی کی پہچان	۲۵
۱۱۸	مولانا نور فرنگی محلی اور علی بخش وزیر	۲۶
۱۲۰	حضرت شاہ ولی اللہ اور بادشاہ دہلی	۲۷
۱۲۸	مجدد کی شناخت اور مجددین کی فہرست	۲۸
۱۳۱	چودھویں صدی کا جلیل القدر مجدد	۲۹
۱۳۳	مجدد اعظم رزم گاہ حق و باطل میں	۳۰
۱۴۹	وہابیت کا ہولناک فتنہ عظیم	۳۱
۱۵۶	شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی و علامہ خیر آبادی	۳۲
۱۶۰	مولانا منور الدین دہلوی	۳۳
۱۶۳	مولانا شاہ فضل رسول بدایونی	۳۴
۱۶۹	مولانا شاہ احمد سعید مجددی	۳۵
۱۷۲	بصریت افروز ضروری تنبیہ	۳۶
۱۷۹	ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین	۳۷

۱۸۸	مولانا عبدالرحمن فاروقی سلہٹی (آسام)	۳۸
۱۹۷	فتنہ و ہابیت کی بیخ کنی پر کوشش بلوغ کی وجہ	۳۹
۲۱۱	فرضیت تکفیر کا مسئلہ	۴۰
۲۱۷	دیوبندیت کی بانی اول کا عقیدہ ختم نبوت سے انکار	۴۱
۲۲۳	دیوبندیت کے بانی دوم اور وقوع کذب کا عقیدہ باطل	۴۲
۲۲۵	مولوی رشید احمد مولوی خلیل احمد کی بارگاہ رسالت کے خلاف شدید ترین گستاخی	۴۳
۲۲۶	مبلغ و ہابیت مولوی اشرف علی تھانوی کی بارگاہ نبوت میں سخت ترین گالی	۴۴
۲۲۸	حسام الحرمین	۴۵
۲۲۹	اسمائے گرامی علماء مکہ معظمہ	۴۶
۲۳۰	اسمائے گرامی علماء مدینہ طیبہ	۴۷
۲۳۱	الصوارم الہندیہ اور دو سوار سٹھ علمائے اسلام	۴۸
۲۳۳	نمائندہ و ہابیہ فیصلہ کن بیان	۴۹
۲۳۴	فیض آباد یوپی کا تاریخی مقدمہ	۵۰
۲۳۸	مجسٹریٹ کا فیصلہ	۵۱
۲۴۰	سیشن جج کا فیصلہ	۵۲
۲۴۲	مجسٹریٹ اور جج کے فیصلوں کا اصل انگریزی متن	۵۳
۲۷۶	مکفر المرتدین	۵۴
۲۸۲	پھر مکفر المسلمین کون ہے	۵۵
۲۸۶	دوسرا مکفر المسلمین	۵۶
۲۸۸	تیسرا مکفر المسلمین	۵۷
۲۸۹	چوتھا مکفر المسلمین	۵۸

۲۹۰	حرمین مقدس میں دوبارہ حاضری	۵۹
۲۹۱	فاضل جلیل مولانا سید اسماعیل مکی علیہ الرحمہ	۶۰
۲۹۳	مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری علیہ الرحمہ	۶۱
۲۹۵	دولت مکیہ	۶۲
۲۹۸	شاہ حجاز کا دربار پر وقار	۶۳
۳۰۰	خطرناک منصوبہ	۶۴
۳۰۱	گورنر مکہ مکرمہ	۶۵
۳۰۲	رئیس العلماء کی خدمت میں رشوت کی پیشکش	۶۶
۳۰۴	مولانا عبداللہ بن صدیق مفتی حنفیہ	۶۷
۳۰۸	حسام الحرمین پر علماء کی تقریضات	۶۸
۳۰۸	علماء جفر بارگاہ رضویہ میں	۶۹
۳۱۱	سرکار اعظم مدینہ طیبہ کو روانگی	۷۰
۳۱۲	ایک مخالف مدینہ طیبہ کے جیل خانہ میں	۷۱
۳۱۳	عالم بیداری میں زیارت کی دولت کبریٰ	۷۲
۳۱۵	اعلیٰ حضرت علمائے مدینہ کے جھرمٹ میں	۷۳
۳۱۸	ہندوستان کو واپسی	۷۴
۳۱۹	زمانہ قریب کے علمائے مکہ	۷۵
۳۲۰	قاضی القضاة مولانا سید محمد علوی	۷۶
۳۲۲	علامہ شیخ محمد الجزاری	۷۷
۳۲۴	مولانا عبدالرحمن درویش	۷۸
۳۲۵	تلامذہ	۷۹

۳۲۶	مشاہد خلفاء	۸۰
۳۲۹	قطب الوقت مظہر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۸۱
۳۳۲	ملفوظات شریف	۸۲
۳۳۳	مجاہدہ	۸۳
۳۳۴	غزالت نشینی	۸۴
۳۳۶	بیعت	۸۵
۳۳۷	فنائی الشیخ کا مرتبہ	۸۶
۳۳۸	سیرالی اللہ و سیر فی اللہ	۸۷
۳۳۸	رجال الغیب	۸۸
۳۳۹	مجذوب	۸۹
۳۴۰	غوث و افراد کا بیان	۹۰
۳۴۴	دست غیب و کیمیا	۹۱
۳۴۵	ظہور امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۹۲
۳۴۶	جٹا دھاری فقیر	۹۳
۳۴۸	روح و جسم کی عام فہم تمثیل	۹۴
۳۴۹	شہنشاہ اقلیم سخن	۹۵
۳۵۳	امتیازی خصوصیات	۹۶
۳۵۵	حداق بخشش سے چند نعمتوں کا انتخاب	۹۷
۳۶۴	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	۹۸
۳۷۴	شاہ رفیع الدین دہلوی علیہ الرحمہ کا ترجمہ	۹۹
۳۷۵	مسافر عالم بالا کی پیشنگوئی	۱۰۰

۳۷۷	پند و نصیحت کی آخری مجلس	۱۰۱
۳۷۹	دست حق پرست کی آخری تحریر	۱۰۲
۳۸۰	شہید محبت کی دنیا سے روانگی کا ایمان افروز منظر	۱۰۳
۳۸۳	اعلیٰ حضرت بارگاہ رسالت میں	۱۰۴
۳۸۶	مزار پر انوار	۱۰۵
۳۸۶	نادر روزگار تصانیف و حواشی	۱۰۶
۳۸۷	تفسیر حدیث	۱۰۷
۳۸۸	عقائد و کلام	۱۰۸
۳۸۹	فقہ تجوید	۱۰۹
۳۹۱	تصوف، اذکار، اوقاف، تعبیر	۱۱۰
۳۹۱	تاریخ، سیر، مناقب	۱۱۱
۳۹۱	ادب، نحو، لغت عروس	۱۱۲
۳۹۲	علم زیجات	۱۱۳
۳۹۲	علم جفر و تکسیر	۱۱۴
۳۹۲	جبر و مقابلہ	۱۱۵
۳۹۲	علم مثلث، ارثماطیقی، لوگارتم	۱۱۶
۳۹۳	توقیت، نجوم، حساب	۱۱۷
۳۹۳	ہیئت، ہندسہ، ریاضی	۱۱۸
۳۹۴	فلسفہ منطق	۱۱۹
۳۹۶	شجرہ اعلیٰ حضرت علیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ	۱۲۰
۳۹۷	سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے مشائخ عظام کی تاریخائے وصال اور ان کے مزارات مقدسہ	۱۲۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العلمین الذی جعل نبینا عالما بغمیبات الاولین
والآخرین واکمل الصلوة وافضل السلام علی سید الانبیاء والمرسلین
وعلیٰ الہد المکرمین واصحابہا المعظمین وازواجہا امہات المؤمنین
وعلیٰ علماء شریعتہ واولیاء طریقہا وشہداء محبتہ لاسیما
الامام الاعظم ابی حنیفہ قادوۃ المجتہدین والغوث الاعظم السید
عبدالقادر محی الملہ والذین والمجدد الاعظم اعلیٰ حضرت احمد رضا
شاخ الاسلام والمسلمین

مقدمہ



دنیا سے سنیت کا وہ عظیم المرتبت تاجدار جبرائیل نے اجر طے ہوئے گلستاں
کو نئی زندگی دی جس نے اپنی شیریں بیانی سے پچھڑے لوگوں کو قریب کیا جس
نے اپنے زورِ تقریر سے بید بینوں کا منہ بند کر دیا جس نے اپنے سیفِ قلم سے
سرکش باطل پرستوں کو مجروح و مردہ کر دیا جس نے گلشنِ عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم کو ہرا بھرا بنایا جس نے گمراہوں کو راہِ حق دکھانے میں بے پناہ کوششیں
صرف کیں، جس نے ہزاروں بہکے ہوئے لوگوں کو اسلام و سنیت کا حلقہ بگوش بنایا
جس نے عرب و عجم، حل و حرم میں دشمنانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ
وآلہ وسلم پر برقِ خاطر گرائی، جس نے بارگاہِ احدیت کی عزت و جلالت
اور سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی عزت و
حرمت کا ڈنکا پوری دنیا میں بجایا۔ جس نے ہیبتِ حق

کاسکے سب کے دلوں پر بٹھایا، جس نے بڑے بڑے فلاسفروں کو اپنے خدا اور علوم کی تابناک شعاعوں سے چکا چوندھ کر دیا، جس نے شریعت مقدسہ کی اتباع اور دین حق کی خدمت میں پوری زندگی گزار دی، جس کو دنیا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے نام سے یاد کرتی ہے آپ کے حالات زندگی پیش کرنے سے پہلے جب تک محترم ناظرین کی نگاہوں کے سامنے ۶۸۵ھ کے دور ما قبل و ما بعد میں آندھیوں کی طرح دوڑنے والے فتنوں اور سیلاب کی طرح بڑھنیوالی گمراہیوں کا نقشہ نہ آجائے۔ اس وقت تک آپ کے آجیائے سنت و تجدید دین اور آپ کے جلیل القدر اسلامی کارناموں کی اہمیت کا صحیح اندازہ محترم ناظرین کو نہیں ہو سکتا اس لئے سوانح اعلیٰ حضرت پیش کرنے سے پہلے ہم نے دشمنان اسلام و شاطران فرنگ کے خطرناک منصوبوں اور مسلمان کہلانے والے لیڈروں، اسلامی روپ دھارنے والے ملاؤں کی خلاف اسلام سرگرمیوں پر روشنی ڈالی ہے۔

وہ کون بیدرتھے جنہوں نے اسلام کے ہرے بھرے چمن کو اجاڑ دینے کی کوشش کی، وہ کون مجاہدین تھے جنہوں نے تاجران فرنگ کی حمایت میں خود مسلمانوں کے خون سے سرحد کی زمین رنگین بنائی، وہ کون لیڈر تھے جنہوں نے مقدس اسلام کی مضبوط بنیادوں کو ہلا دینا چاہا وہ کون ڈاکو تھے جو مسلمانوں کا متاع ایمان لوٹتے رہے، وہ کون ملا تھے جن کی پوری زندگی انگریزوں کی دلی خیر خواہی میں ختم ہوئی، وہ کون مفتی تھے جنہوں نے انگریزی نظام حکومت کو برضا و رغبت قبول کر کے انگریزوں پر جہاد کرنا حرام قرار دے رکھا تھا، وہ کون آلہ کار تھے جو فرنگیوں کے اشارے پر مسلمانوں کا دینی شیرازہ بکھیرتے رہے، وہ کون صیاد تھے جو اسلامی بولی بول کر مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی کے جال میں پھانستے رہے۔ وہ کون ایجنٹ تھے جو سوداگران انگلستان کے ایما پر مسلمانوں کے درمیان اختلافات کی آگ بھڑکاتے اور انہیں آپس میں لڑاتے رہے اور وہ کون مرد مومن مؤید من اللہ تھا جس نے انگریزوں کی خلاف اسلام ریشہ دوانیوں کو کاٹ کر پھینک دیا اور برٹش کے دلی خیر خواہوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ ان سب سوالوں کے مفصل جواب آئندہ اوراق میں نمبر وار عنوانوں کے ماتحت ملیں گے۔

جو شخص نا حق طرفداری کے دباؤ سے بے نیاز ہو کر اس تاریخی کتاب کا مطالعہ کر ڈالے

تو فضل الہی سے پوری امید ہے کہ وہ علمائے حق و حامیان باطل کی شناخت نہایت آسانی سے کرے گا اور پھر آخر میں اسے یہ کہنا پڑے گا کہ اے معبود حقیقی تیرا ہزار ہزارہ شکر ہے کہ تو نے ہمیں احمد رضا جلیل الشان امام عطا فرمایا جو بیک وقت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ اور سیدنا غوث اعظم شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا منظر و آئینہ ہے۔



ہندوستان میں انگریزوں کا پہلا قدم

جب انگریزوں نے ہندوستان کی سیاست میں مداخلت کر کے اپنی سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا تو اس کے ساتھ ہی انھیں انگریزی سلطنت کو مضبوط اور مستحکم بنانے کی زبردست فکر و امن گیر ہوئی پھر چونکہ سب سے بڑا خطرہ ان کو مسلمانوں سے تھا کیونکہ ہندوستان کی حکومت انھوں نے مسلمانوں ہی سے چھینی تھی اس لئے انھوں نے غور و خوض کے بعد یہ طے کیا کہ جب تک مسلم قوم کا ایمان و اسلام باقی اور ان کی اجتماعی قوت برقرار ہے اس وقت تک ہندوستان میں انگریزی حکومت کا قدم نہیں جم سکتا لہذا مسلمانوں کو ان کے ایمان و عقیدہ سے برگشتہ کرنا اور ان کی اجتماعی طاقت کو پاش پاش کر دینا انتہائی ضروری ہے پھر اس خطرناک اسکیم کے ماتحت انگریزوں نے کرائے کے مولویوں اور لیڈروں کو اس کام پر تیار کیا! کہ وہ مسلمانوں کے اندر قرآنی آیات اور حدیثیں سنا کر ان کے دینی عقائد کو متزلزل اور اسلامی خیالات کو تبدیل کریں۔

شہر ناسک مہاراشٹر کے باشندہ مولانا سید عبدالفتاح عرف مولانا سید اشرف علی گلشن آبادی نے ۱۲۶۵ھ ہجری مطابق ۱۸۴۸ء عیسوی میں ایک کتاب تحفہ محمدیہ تصنیف کی ہے۔ جس میں موصوف نے وہابیوں کی تردید کرتے ہوئے ان کے مکرو فریب کو خوب بے نقاب فرمایا ہے اس کتاب میں موصوف نے انگریزوں کی ایک نہایت سنگین خطرناک سازش پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ۔

ایک معتبر عالم دین دارساکن اکبر آباد فرماتے ہیں کہ جب میں دہلی سے کچھ علم عربی تحصیل کر کے کلکتہ میں گیا اور وہاں کبھی کبھی حدیث و تفسیر کا فائدہ علمائے دین دار سے حاصل کیا تب ایک انگریز پادری صاحب نے جو بہت عربی فارسی میں قابل ہیں اور بہت سے لکھنوی ذریعہ مولوی انکے نوکر ہیں مجھے بلایا اور پچاس روپیہ

میرا ماہوار مقرر کر کے ایک مہینہ پیشگی دیا اور ایسا کہا کہ جس شہر میں تمہاری طبیعت چاہے جا رہا ہو اور ہندی ترجمہ حدیث و تفسیر کا لوگوں کو پڑھایا کرو اور ایسا مشہور کرو کہ محدثوں کا مذہب حق اور میں اسی کا تابعدار ہوں مگر ہرگز علم صرف و نحو اور فقہ، عقائد و کلام وغیرہ مت پڑھائیو اور یہ (پچاس روپیہ) ماہوار تم کو ہمیشہ ملا کرے گا اور تمہاری نیک خدمتی اور محنت کے موافق زیادہ ماہوار بھی ہو جائیگا اور چند قاعدے اس کے کل فلانے مولوی کے ہاتھ سے ہم تم کو بھیج دیں گے۔ تب دوسرے دن وہ (فلانے) مولوی میرے گھر آئے اور کہا کہ تم بھی ہمارے (انگریز) پادری صاحب کے نوکر ہوئے۔ الحمد للہ بہت اچھا ہوا قریب چالیس اچھے نامدار مولوی، اطراف ہندوستان عربستان وغیرہ میں ان کے محضی نوکر ہیں اور کئی عربستان میں پہنچے ہیں اور دس، پندرہ روپیہ ہوا کہ پچاس روپیہ تک ہر ایک کی تنخواہ مقرر ہے جہاں رہیں ماہ ب ماہ ان کو ملتی ہے اور بڑا قاعدہ یہ ہے کہ ہمیشہ نئی باتیں اور ضعیف حدیثیں اور روایتیں لوگوں میں ظاہر کرنا اور (اپنے) شاگردوں کو سکھانا کہ چار مذہبوں (مذہب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) سے پھر میں اور مسلمانوں کا اجماع و اتفاق دینی بالکل ٹوٹ جاوے اور انبیاء اولیاء سے بد اعتقاد ہو جاویں اور ان کی نیاز فاتحہ جھوڑ دیوں — میں نے کہا اَسْتَفْضِلُ اللہَ ط یہ شیطانی کام مجھ سے نہ ہو گا۔ (انگریز کے نوکر) اس مولوی نے کہا کہ بیس برس سے پادری صاحب یہاں آئے ہیں میں تب سے ان کا نوکر ہوں۔ ہزاروں روپیہ دے کر (انھوں نے) ترجمہ کی کتابیں چھپوائیں اور ان کے طفیل سے بہت بے علم مولوی قابل بن گئے یہ تو اپنے دل سے مسلمان محمدی ہیں اور بدعتی لوگوں کے بڑے دشمن ہیں۔ تفسیر و حدیث کا علم میں نے ان کو پڑھایا ہے۔ تم بے فکر یہ پچاس روپیہ کا ماہوار قبول کر لو اور تمہارے وطن میں خواہ اور کوئی شہر میں جا رہو ساری عمر فراغت سے گزارو مگر کتنے آدمی تمہاری طرف پھرے اور (تمہارے) مرید و شاگرد بنے اس کا رپورٹ ہر برس لکھ بھیجا کرو۔ اچھے اچھے نامی مولوی، پادری صاحب کا ماہوار کھلتے ہیں اور اکثر ہندوستان عربستان کے نامی شہروں میں موجود ہیں اور یہ ان کے اسامی (ناموں) کی فہرست ہے۔ میں نے دیکھا تو اچھے اچھے نامور خاندانی خود کو پیدا احمد صاحب کا جھوٹا خلیفہ مشہور کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور (اپنا) مرید و شاگرد بناتے ہیں مگر ہمیشہ بکھنوی، بنگالی، بنارس، وغیرہ رافضی اور خارجی لوگ ماہوار کی طمع سے نانت جال

کا پیشہ اختیار کئے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس وقت ہدایت کیا وہ پیشگی رقم اسے پیچھے دیا اور کہا کہ اگر پادری صاحب ہزار روپیہ ماہوار دیں گے تو یہ کام اور ایسی نوکری مجھ سے نہ ہو سکے گی۔ اگرچہ اس وقت میرا دل بہت نرم ہو گیا تھا کہ بے محنت پچاس روپے ملتے ہیں قبول کر لوں مگر اللہ پاک نے مجھے بچایا۔ (تحفہ محمدیہ مطبوعہ لیتھو برقی پریس نئی سڑک کان پور ص ۳۱، ص ۳۲)۔

حوالہ مذکور بالا سے دن دوپہر سورج کی طرح واضح ہو گیا کہ دشمنان اسلام انگریزوں نے کثیر دین فروش ملاؤں، مولویوں، پیری مریدی کا دھندھا کرنے والوں کو باضابطہ ماہوار تنخواہ پر نوکر مقرر کیا تھا تا کہ یہ عیار و مکار مولوی اور پیر مسلمانوں کو پرانے اسلامی عقائد سے برگشتہ کر کے ان میں نئے باطل عقائد پھیلائیں اور حضرات انبیاء کرام و اولیائے عظام سے مسلمانوں کا رشتہ کاٹ دیں۔ اس چور تخریب سے انگریزوں کا مقصد یہ تھا کہ جب ہمارے نوکر مولویوں اور پیروں کی تعلیم و تبلیغ سے بہترے مسلمانوں کے عقائد خراب ہو جائیں گے۔ تو پرانے اور نئے عقائد والے مسلمان آپس میں لڑیں اور جھگڑیں گے اور مختلف جماعت میں بٹ کر تتر بتر ہو جائیں گے۔ چنانچہ ان ہوشیار مولویوں اور چالاک لیڈروں نے پہلے تو اپنے نمائشی اعمال کا ڈھونگ رچا اسلام کے خادم بنے، قرآن کے حافظ اور حدیث کے محدث بنے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا ذکر پاک کر کے خود روئے اور مسلمانوں کو خوب خوب رلا یا پھر جب ان کا عالمانہ عاشقانہ اور صوفیانہ سکھ مسلمانوں کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گیا تو انگریزی سازش کے مطابق قرآن کی آیتیں پڑھ کر حدیثیں سنا کر باطل اور کفری عقیدے پھیلانے لگے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان میں مسلمان کئی فرقوں میں بٹ گئے۔ ان کا شیرازہ بکھر گیا ان کی اجتماعی قوت پاش پاش ہو گئی سادہ لوح مسلمان یہ سمجھنے رہے کہ راستہ وہی سیدھا اور عقیدہ وہی حق ہے جو یہ مولوی اور لیڈر حضرات بتا اور سکھا رہے ہیں کیوں کہ یہ لوگ مولینا، محدث، صوفی اور مصلح ہیں اور پھر بار بار آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پیش کر رہے ہیں۔ افسوس اور ہزار افسوس اگر وہ مسلمان کسی طرح آگاہ ہو گئے ہوتے کہ یہ خطرناک جال عیسائی کہلائیو والے انگریزوں کا بچھایا ہوا ہے اور ان کے یہ مقرر کئے ہوئے مولوی اور لیڈر دین کے بھیڑیے ہیں جو اسلام کا لباس پہن کر سامنے آئے ہیں تو روڑا دل ہی انگریزوں کی تباہ کن اسکیم تھس تھس

ہو گئی ہوتی اور آج مسلمان چند در چند جماعتوں میں تقسیم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاتے لیکن اسلام کے خلاف یہ سازش اتنی گہری اور خطرناک تھی کہ اس کی حقیقت سے سینکڑوں مسلمان ناواقف ہو کر اپنے ایمان کا ہیرا کھو بیٹھے۔ بالآخر انگریزوں کی خواہش کے مطابق ان مولویوں اور لیڈروں نے نئے نئے عقیدے اور خیالات پھیلا کر مسلمانوں کو آپس میں خوب لڑایا اور اس طرح ان کی اجتماعی طاقت کو نیست و نابود کر کے ہندوستان میں انگریزی حکومت کی بنیادیں مستحکم کر دیں۔

یوں تو انگریزوں نے بہت سے مولویوں اور لیڈروں کو اسلام کے خلاف عقیدہ اور خیال پھیلانے کے لئے مقرر کیا تھا لیکن ہمیں صرف ان مولویوں اور لیڈروں کا پردہ چاک کرنا ہے جو پورے ہندوستان اور پاکستان میں مشہور ہیں اور جن کا ظاہری تقدس آج بھی بیشتر مسلمانوں کی گمراہی کا باعث بنا ہوا ہے۔

نام نہاد امیر المومنین

(وہابیوں کے مورخ مرزا حیرت دہلوی نے حیاتِ طیبہ کے ٹائٹل پر سید احمد کو امیر المومنین لکھا ہے)

دنیا نے وہابیت میں جناب سید احمد صاحب تیکوی غازی، صوفی، پیسے، مصلح اور مجدد مشہور کئے گئے ہیں۔ لیکن تاریخی واقعات گواہ ہیں کہ وہابیوں کا یہ مجدد انگریزی حکومت کا وفادار پولیٹیکل ایجنٹ، قابل اعتماد مشیر کار تھا۔ پیر و مرشد بن کر اس شخص نے سینکڑوں مسلمانوں کے ایمان و مذہب کو خراب کیا۔ انگریزی سلطنت کی شہ پاکر وہابیت کا خوب خوب پرچار کیا۔ انگریزوں کے اس غازی اور مجاہد کا فتویٰ پڑھتے اور سردھنتے وہابیوں کی معتبر تاریخی کتاب ”تواریخ عجیبہ“ ص ۹ میں ہے۔

ہم (سید احمد اور ہمارے چیلے) سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلا سبب گرا دیں۔ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہ کرنا نہیں چاہتے نہ انگریزوں کا نہ سکھوں کا۔

کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کر دیئے تھے کہ آپ کی اطلاع کریں آج انہوں نے اطلاع کی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت سید احمد قافلہ کے ساتھ آج تمہارے مکان کے سامنے پہنچیں یہ اطلاع پا کر غروب آفتاب تک میں کھانے کی تیاری میں مشغول رہا تیار کرانے کے بعد لایا ہوں بشید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کر لیا جائے کھانے کے قافلہ میں تقسیم کر دیا گیا اور (۵) انگریز دو تین گھنٹہ ٹھہر کر چلا گیا۔

انگریز بہادر کاتین دن سے انتظار کرنا اور پھر سید احمد اور ان کے لشکر کے لئے راشن کا انتظام کرنا صاف بتا رہا ہے کہ سید احمد صاحب کا انگریزوں سے ساز باز تھا اور یہ لشکر انگریزوں ہی کی حمایت میں لڑنے کے لئے جا رہا تھا۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ وہابیوں کے پیشوا سید احمد صاحب ائے بریلوی انگریزوں کے آلہ کار، معتمد علیہ ایجنٹ، بے نظیر خدمت گزار اور وفادار غلام تھے۔

انگریز کا وفادار سپاہی

دیوبندیوں کے پیشوائے اول جناب مولوی اسمعیل صاحب دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے پوتے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھتیجے نیز سید احمد رائے بریلوی کے مرید تھے۔ اپنے پیرمیاں کی طرح مولوی اسمعیل دہلوی نے انگریزی سلطنت کا قدم جمانے میں جس وفاداری کا ثبوت دیا ہے وہ انہیں کا حصہ تھا۔ وہابیوں کی کتاب "تواریخ عجیبہ" ص ۲۳ پر ہے کہ

— یہ بھی روایت صحیح ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں ایک روز مولینا اسمعیل شہید و عظم فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مولینا سے فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولینا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار (انگریزی) پر کسی طرح بھی جہاد کرنا

درست نہیں ہے۔

حیات طیبہ ص ۲۹۶ میں ہے کہ

۔۔۔۔۔ (مولوی اسمعیل دہلوی نے فرمایا) بلکہ اگر کوئی ان پر (انگریزوں پر) حملہ آور ہونے
مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس (حملہ آور) سے لڑیں اور اپنی (انگریزی) گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔
تمام وہابی، دیوبندی، مودودی اور ندوی کان کھول کر سن لیں کہ مولوی اسمعیل دہلوی نے
انگریزوں سے لڑنا اور ان پر جہاد کرنا حرام ٹھہرایا تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اس وقت ہندوستانی
مسلمان کمزور تھے ان کے پاس اسلحہ جنگ اور لڑائی کے سامان نہ تھے بلکہ جہاد کو حرام قرار دینے کا
سبب یہ ہے کہ سید احمد اور ان کے مرید مولوی اسمعیل نصرانی نظام حکومت کو برضا و رغبت قبول
کر چکے تھے۔ اور انگریزی حکومت کو خود اپنی حکومت قرار دے چکے تھے اسلئے بے دھڑک فتویٰ صادر
کر دیا کہ مسلمانوں کو انگریزی سلطنت سے لڑنا صرف ناجائز ہی نہیں بلکہ اگر کوئی جماعت انگریزی حکو
کو مٹانا چاہے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس جماعت سے لڑیں اور انگریزی سلطنت پر آنچ نہ آنے دیں۔
۔۔۔۔۔ اب کیا ہے فتویٰ ابوالاعلیٰ مودودی اور ان کے ساتھیوں کا مولوی اسمعیل دہلوی
کے بارے میں جنھوں نے انگریزی نظام حکومت کو بغیر کسی مجبوری کے خوشی خوشی منظور کیا اور
ساتھ ہی ساتھ انگریزی سلطنت کی بقا اور استحکام حمایت و حفاظت کے لئے مسلمانوں پر لڑنا
فرض قرار دیا۔

اگر ایک طرف مولوی اسمعیل کا وعظ یہ تھا کہ انگریزوں سے جہاد کرنا حرام اور ان کی حمایت
میں لڑنا ان پر جان فدا کرنا فرض ہے تو دوسری طرف انگریزوں کے اشارہ پر مسلمانوں کا ایمان
اور اسلامی عقیدہ برباد کرنے کے لئے یوں تبلیغ کر رہے تھے کہ

○ خدائے تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (رسالہ یک روزی ص ۱۳۵ مصنفہ اسمعیل

بحوالہ العذاب الشدید ص ۱۳۸)

○ اللہ تعالیٰ کو غیب کا علم ہر وقت نہیں رہتا بلکہ جب چاہتا ہے غیب کی بات دریافت

کر لیتا ہے۔ (ماخوذ از تقویۃ الایمان ص ۲۶)

○ ہر مخلوق بڑا ہویا چھوٹا (نبی ہویا ولی وہ اللہ کی شان کے آگے چہار سے بھی زیادہ ذلیل

ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۹)

○ اپنی اولاد کا نام عبد اللہ، عبد الرسول، علی بنحش، بنی بنحش، پیر بنحش، غلام محی الدین، غلام معین الدین رکھنا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۵)

○ سب انبیاء اور اولیاء اللہ کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں (تقویۃ الایمان ص ۴۲)

○ رسول اللہ کو (عجیب کی) کیا خبر؟ (تقویۃ الایمان ص ۵۱)

○ رسول اللہ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۱)

○ رسول خدا مرگھٹی میں بل گئے ہیں۔ ماخوذ از تقویۃ الایمان ص ۴۹

○ جس کا نام علی یا محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (تقویۃ الایمان ص ۵۲)

○ رسول اللہ کا خیال نماز میں لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا

بدر ہے۔ (صراط مستقیم)

○ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان (تقویۃ الایمان ص ۲۳)

○ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے (تقویۃ الایمان ص ۱۹)

○ اولیاء و انبیاء امام زادہ، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی

ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے

(تقویۃ الایمان ص ۵۱)

یہ چند نمونے انگریزوں کے سیاسی ایجنٹ مولوی اسماعیل دہلوی کی تبلیغ و وعظ کے پیش کئے گئے۔ انھیں سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ انگریزوں کے اس آلہ کار مولوی نے مسلمانوں میں تفرقہ پھیلانے اور انھیں گمراہ کرنے کے فرائض کتنی خوبی سے انجام دیئے ہیں۔

یہی مولوی اسماعیل ہیں جن کے متعلق وہابی، دیوبندی، ندوی اور نیچری وغیرہ مجاہد اسلام، غازی اور شہید فی سبیل اللہ ہونے کا بڑی طرح ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں لیکن تاریخی واقعات پکار پکار کر

۱۱ ہم مسلمان بننے کے بدلے رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں ۱۲ ہم مسلمان پورا درود و سلام یعنی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم یا علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں اور ہم، صلعم لکھنا حرام مانتے ہیں ۱۲

اعلان کر رہے ہیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی ہرگز مُجَاهِدِ اِسْلَام نہیں بلکہ انگریز گورنمنٹ کے سپاہی ہیں اور وہ ضرور قتل کئے گئے لیکن اللہ کے راستے میں نہیں بلکہ وہابیت کی طرفداری اور انگریز کی وفاداری میں۔

وہابیوں کے مُرتَبی خلائق جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ہی بیان کرتے ہیں کہ

۔۔۔۔۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی، مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی اور مولوی

محمد حسن صاحب راجپوری بھی ہمراہ تھے یہ سب حضرات سید (احمد) صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا جہاد مسیحی یار محمد خاں مالک یا غستان سے کیا تھا۔ (تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۲۱)

دیکھ لیجئے انگریزی حکومت کے مجاہدین سید احمد و ملا اسماعیل وغیرہ نے انگریزوں کی حمایت میں سب سے پہلے سرحدی مسلمانوں سے جنگ کی اور ان کو پسپا کیا تاکہ یہ مسلم پٹھان انگریزی حکومت کے مقابلے میں کبھی سر نہ اٹھا سکیں۔ ملا اسماعیل کلکتہ میں فتویٰ دے چکے تھے کہ اگر کوئی

انگریزوں پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ (انگریزی حکومت) پر آپخ نہ آنے دیں۔ اسی فتویٰ کے مطابق اسلام کے ان دشمن مولویوں نے اپنے آقا انگریز کو یافستانی مسلمانوں کے حملہ کی آپخ سے بچانے کے لئے حاکم یا غستان کے ساتھ جنگ کی اور سادہ لوح ناواقف مسلمانوں پر اپنا مذہبی تقدس جمانے کے لئے اس کا نام جہاد رکھ دیا۔ اب انگریزی حکومت کو دوسری آپخ پنجاب کے سکھوں کی طرف سے لگ رہی تھی۔ اس پنجابی آگ کو بجھا دینا بھی ان ایجنٹ مولویوں کے فرائض منصبی میں تھا چنانچہ

۔۔۔۔۔ کچھ عرصہ بعد کھڑک سنگھ پسر رنجیت سنگھ والی لاہور (صوبہ پنجاب) سے لڑائی ہوئی

جس میں بہت سے (انگریزی سرکار کے) مجاہدین شہید ہوئے حضرت مولوی اسماعیل صاحب اور

مولوی محمد حسن صاحب بھی شہید ہوئے۔ (بیان مولوی رشید احمد گنگوہی تذکرۃ الرشید دوم ص ۲۱)

انگریز خوب سمجھتے تھے کہ ہندوستان کے مسلمان جب تک مغل بادشاہ سے وابستہ رہیں گے

ہمارا مکمل اقتدار ہرگز قائم نہ ہو سکے گا اس لئے انھوں نے وہابیوں کے دونوں پیشوا سید احمد رائے

عہ دیوبندیوں کی تاریخ دانی ملاحظہ ہو دہلوی کو لکھنوی بنا دیا۔

بریلوی اور ملا اسمعیل دہلوی کو اس کام پر مقرر کیا کہ کسی طرح مسلمانوں کو اکٹھا کر کے ان کا رخ پنجاب اور سرحد کی طرف کر دو تاکہ ادھر ہم آسانی سے مغل بادشاہ اور اس کے وفاداروں کو کچلتے رہیں۔ اور ادھر پنجاب اور سرحد میں سکھوں اور پٹھانوں کا زور ٹوٹے اور پورے ہندوستان پر انگریزی سلطنت کا قبضہ ہو جائے۔ چنانچہ مولوی اسمعیل وغیرہ نے سکھوں کے راجہ کھرٹک سنگھ سے اس لئے جنگ کی تاکہ انگریزوں کا دلی مقصد پورا اور ان کی خطرناک اسکیم کامیاب ہو۔ اب رہا وہابیوں کا مشہور کرنا کہ ملا اسمعیل دہلوی سکھوں کے ہاتھوں سے قتل ہو کر شہید ہو گئے تو یہ بالکل غلط ہے تاریخ کا منہ چڑھانے اور حقیقت کو چھپانے سے واقعات بدل نہیں جاتے دیوبندی مذہب کا علمی محاسبہ مطبوعہ پاکستان ص ۳۳ میں ہے۔

مولوی اسمعیل کے متعلق دیوبندیوں اور غیر مقلدوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ وہ سکھوں کے ہاتھوں سے شہید ہوئے اور اسی لئے ان کو شہید صاحب کے نام سے نوا میں مشہور بھی کر رکھا ہے مگر تاریخی واقعات اس امر کے خلاف ہیں۔ ضلع ہزارہ کے مشہور مورخ نے اپنی کتاب تاریخ ہزارہ میں اور دوسرے مورخین نے مولوی محمد اسمعیل کا قتل مسلمانوں کے ہاتھ سے تحریر کیا ہے اور اس کی تفصیلات بیان کرتے ہیں کہ جرگہ یوسف زئی کے پٹھان جو کہ سکھوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھے اور مولوی اسمعیل کے حامی ہو چکے تھے ان کے خاندانوں میں رواج تھا کہ یہ لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی دیر سے کرتے تھے مولوی اسمعیل نے خلیفہ سید احمد کو اس امر کی اطلاع دی تو خلیفہ صاحب نے ان پٹھانوں پر شرعی حکومت کا زور دے کر ان کی لڑکیوں سے بیس لڑکیاں اپنے پنجابی ہمراہیوں سے بیاہ لیں اور کچھ پٹھانوں کو راضی کر کے دو لڑکیوں سے خود نکاح کر لیا۔ اس معاملہ سے تمام یوسف زئی جرگہ میں مولوی اسمعیل اور سید احمد کے متعلق نفرت پھیل گئی اور ان لوگوں نے سید احمد کی بیعت توڑ دی اور اپنی لڑکیاں واپس لینے کا مطالبہ کیا۔ مولوی اسمعیل وغیرہ نے انکار کیا۔ پھر سید احمد صاحب اور مولوی اسمعیل نے ان پٹھانوں پر کفر کا فتویٰ صادر کر کے ان سے جہاد کرنا فرض قرار دے دیا۔ ادھر پٹھانوں نے تنظیم کر لی۔ ادھر مولوی اسمعیل کے ساتھی پنجابیوں نے مقابلہ کیا بالآخر جب پٹھان غالب ہوتے نظر آئے تو ایک روز خود مولوی اسمعیل دہلوی پٹھانوں سے مقابلہ کے لئے مکمل ایک یوسف زئی پٹھان نے ایسی گولی چسپ کی کہ سب سے اول مولوی اسمعیل کا ہی خاتمہ کر دیا اس کے بعد پنجابی بھاگ گئے اور پٹھان کامیاب ہو گئے۔ (تاریخ ہزارہ، النوار آفتاب صداقت ص ۱۹۵)

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی ارشاد فرماتے ہیں

وہ وہابیہ نے جسے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلیٰ نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے

مولوی اسمعیل صاحب نے جب محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید کے عقائد باطلہ کی تبلیغ کر کے ہندوستان میں فتنہ و فساد مچانا شروع کیا اور لوگوں میں وہابی عقائد پھیلانے لگے تو دہلی کے سنی علماء نے مولوی اسمعیل کے اس خطرناک فتنہ اور ان کے عقائد کی خرابی اور کتاب التوحید پر فریفتہ ہونے کی شکایت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہنچائی تو حضرت شاہ صاحب مولوی اسمعیل سے بہت ناراض ہوئے اور ان کو ان سخت الفاظ سے یاد کیا۔

۔۔۔۔۔ میری طرف سے کہو اس لڑکے (اسمعیل) نامراد کو کہ جو کتاب (نام نہاد کتاب التوحید) بمبئی سے آئی ہے میں نے بھی اس کو دیکھا ہے اس کے عقائد صحیح نہیں ہیں بلکہ وہ (کتاب) بے ادبی بے نصیبی سے بھری پڑی ہے۔ میں آج کل بیمار ہوں۔ اگر صحت ہو گئی تو میں "کتاب لتوحید" کی تردید لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم (اے اسمعیل) ابھی نو جوان بچے ہو ناقص شہر و شہر پر پانہ کرو۔

(فریاد المسلمین ص ۱۹ انوار آفتاب صداقت ص ۵۱۶ بحوالہ دیوبندی مذہب)

ان سب تاریخی حوالجات نے خوب واضح کر دیا کہ بید احمد اور ملا اسمعیل دہلوی و غیرہ نے اپنے آقا انگریزوں کی حمایت میں جنگ کی انگریزی حکومت کو بچانے اور باقی رکھنے کیلئے مسلمانوں پر لڑنا فرض قرار دیا۔ اپنے فتویٰ اور وعظ کے ذریعہ انگریزوں کا قدم ہندوستان میں جمایا۔ پھر انگریزی حکومت کے بل بوتے پر وہابیت کی دل کھول کر اشاعت کی۔ مسلمانوں کو فرقہ بندی کی آگ میں جھونک کر ان کی اجتماعی طاقت کو پاش پاش کیا اپنی تبلیغ کی بدولت سیکڑوں مسلمانوں کا دین و ایمان خراب کیا جہاں اپنا زور دیکھا وہاں اپنے مخالف مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دے کر ان کا خون

ع یہاں لیلیٰ نجد سے مراد قیس کی لیلیٰ نہیں بلکہ وہابیوں کا محبوب پیشوا محمد بن عبد الوہاب نجدی ہے؛ ۱۲

باقی نچر

ہندوستان میں نیچری مذہب کی بنیاد سب سے پہلے سرسید نے رکھی ہے۔ یہ بہت عرصہ تک آزاد خیال انگریزوں کی صحبت میں رہ کر ان کا رنگ ڈھنگ سیکھنے رہے۔ وہابی تو وہ پہلے ہی سے تھے اب جو آزاد خیال انگریز آقاؤں سے ان کا گہرا واسطہ پڑا تو رنگ اور چوکھا ہو گیا۔ ۱۲۸۳ھ ہجری مطابق ۱۸۶۶ء میں انگلینڈ حاضر ہوئے اور وہاں اسلام کے دشمن ملحدین انگریزوں سے جو کچھ سیکھا پڑھا اسے دماغ میں لے کر ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں ہندوستان واپس آئے اور یہاں ایک نیا مذہب جاری کیا جس کا نام انھوں نے ٹھیٹھ اسلام مقرر کیا اور جسے نیچری مذہب کہا جاتا ہے۔

نیچریوں نے ان کو مسلم قوم کا ریفارمر اور مصلح یعنی مسلمانوں کے حالات کا سدھارنے والا مشہور کر رکھا ہے۔ لیکن کیا واقعی سرسید احمد خاں مسلمانوں کے مصلح تھے؟ یا اصلاح کی آڑ میں مسلمانوں کا دین و ایمان بگاڑتے تھے؟ یہ تو ہر تاریخ داں پر واضح ہے کہ سرسید احمد خاں متعصب و قسم کے نیم جڑھے وہابی تھے لہذا مناسب ہے، نہیں نہیں بلکہ ضروری ہے کہ پیشوا ایمان و ہابیہ میں کسی ذمہ دار مستند عالم کی گواہی پیش کر دی جائے کہ سدھار اور بگاڑ کے مسئلہ میں سرسید کی واقعی پوزیشن کیا تھی سنیے! وہابیوں کے جلیس القدر پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بیان کرتے ہیں کہ

۔۔۔۔۔ یہ سب انگریزی تعلیم اور ہجرت کی نحوست ہے کہ لوگوں کے عقائد، اعمال، صورت، سیرت سب بدل گئے اور دین بالکل تباہ و برباد ہو گیا۔ ان کی رفتار، گفتار، نشست برخاست، خورد و نوش سب میں دہریت و ہجرت والحاد کا رنگ جھلکتا ہے اور ہندوستان میں ہجرت کا بیج سرسید کا بویا ہوا ہے۔ (الافاضات الیومیہ جلد ششم ص ۹۸ زیر ملفوظ ۱۳۶)۔

الافاضات الیومیہ جلد پنجم ص ۸۴ زیر ملفوظ ۱۵۱ میں ہے کہ

۔۔۔۔۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ سرسید کی وجہ سے زیادہ ہندوستان میں گڑ بڑ پھیلی۔ لوگوں کے عقائد خراب ہوئے (جواب میں مولوی تھانوی نے) فرمایا گڑ بڑ کیا معنی اس

شخص (سر سید) کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ایمان تباہ اور برباد ہو گئے ایک بڑا گمراہی کا پھانک کھول گیا۔ اس کے اثر سے اکثر نیچری ایمان سے کورے ہونے ہیں۔

الافاضات الیومیہ جلد پنجم ص ۱۰۶ زیر ملاحظہ ۱۸۱ میں ہے کہ مولوی تھانوی صاحب نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سر سید احمد خاں کی وجہ سے بڑی گمراہی پھیلی یہ نیچریت زینہ ہے اور جڑ ہے الحاد (بیدینی) کی۔ اس سے پھر شاخیں چلی ہیں۔ (یہ مرزا غلام احمد) قادیانی اس نیچریت ہی کا اول شکار ہوا آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ استاد یعنی سر سید احمد خاں سے بھی بازی لے گیا کہ نبوت کا مدعی بن بیٹھا۔

دیکھئے! ان حوالہ جات نے ثابت کر دیا کہ سر سید احمد خاں نیچریت کے بانی تھے۔ انھوں نے نیچریت پھیلا کر ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے عقائد و اعمال بگاڑ دیئے مسلمانوں کی سیرت و صورت بدل دی۔ مسلمانوں کا مذہبی رنگ، اسلامی مزاج ختم کر کے ان پر دہریت و الحاد کا رنگ چڑھا دیا۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے بیان سے اس امر کا بھی انکشاف ہو گیا کہ فتنہ قادیانیت کی ذمہ دار سر سید احمد خاں کی بونی ہوئی۔ نیچریت ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی، سر سید احمد خاں کا شاگرد ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے زمانے میں سر سید نے مولوی اسماعیل دہلوی کے کلکتہ والے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے گورنمنٹ انگریزی کی حمایت کی اور انگریزوں کی جان بچائی۔ وہابیوں کے مشہور اخبار مدینہ بخور جلد ۲۹ شماره ۷۵ مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۰ء میں ہے کہ

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ (جنگ آزادی) میں سر سید نے انگریزوں کی جان بچائی تھی۔ اس کے عوض میں انگریز انھیں گنگا کے کنارے ایک بڑا علاقہ دینا چاہتے تھے جس کا مالک ایک حریت پسند مسلمان زمیندار تھا۔

وہا بیت نے اپنے پیٹ سے کئی مذہبوں کو جنم دیا ہے چنانچہ نیچریت بھی اسی پیٹ سے پیدا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سر سید کے نیچری ہونیکے باوجود انکے وہابی ہونے میں کوئی فرق نہیں آیا۔ سر سید کے اپنے بازو مسٹر الطاف حسین حالی اپنی کتاب حیات جاوید باب پنجم ص ۱۸۲ و ۱۸۳ میں لکھتے ہیں کہ

انھوں نے (سر سید نے) اس ریویو میں بہت صفا اور روشن شہادتوں

عہ اس کتاب میں حیات جاوید کے تمام حوالے "تواریخ مجد دین حزب وہابیہ" سے منقول ہیں ۱۲

سے ڈاکٹر ہنٹ کی غلطیاں ظاہر کی ہیں اور وہابیوں کی مختصر تاریخ اول سے آخر تک اور وہابیت کے اصول شرعی بیان کئے ہیں اور صاف اقرار کیا ہے کہ میں خود وہابی ہوں۔ وہابی ہونا جرم نہیں ہے بلکہ (انگریز) گورنمنٹ کی بدخواہی اور بغاوت جرم ہے۔

جیات جاوید ص ۱۸۴ میں حالی نے سر سید کا بیان یوں لکھا ہے کہ

_____ وہابی وہ ہے جو خالص خدا کی عبادت کرتا ہو مؤجد ہو اور اس کا اسلام ہو اے نفسانی اور بدعت کی آمیزش سے پاک ہو اس کو یہ کہنا کہ وہ ہمیشہ در پردہ تخریب سلطنت (انگریزی) کی فکر میں رہتا ہے اور چپکے چپکے منصوبے باندھا کرتا ہے اور غدر و بغاوت کی تحریک کرتا ہے محض تہمت ہے ہم (سر سید) اس وقت بہت سے ایسے آدمی کا نشان (اور پتہ) دے سکتے ہیں جو (انگریزی) سرکار کے ایسے ملازم (نوکر) ہیں کہ ان سے زیادہ (انگریزی) سرکار کا خیر خواہ اور معتمد کوئی نہیں باقی ہمہ وہ اپنے تئیں علی الاعلان اور بے تامل فخریہ طور پر وہابی کہتے ہیں اور (انگریزی) سرکار نے بے سوچے سمجھے ان کو معتمد علیہ نہیں گردانا بلکہ غدر (یعنی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی) کے زمانے میں جبکہ فتنہ کی آگ ہر طرف مشتعل تھی ان کی وفاداری کا سونا اچھی طرح تپا گیا اور وہ خیر خواہی سرکار میں ثابت قدم رہے اگر وہ جہاد کا وعظ کہتے ہوتے اور بغاوت وہابیت کی اصل ہوتی تو جو کچھ ان سے ظہور میں آیا یہ کیوں کر ظہور میں آتا۔

دیکھ لیجئے سر سید نے کھل کر صاف کہہ دیا کہ میں وہابی ہوں پھر انھوں نے نہایت صفائی سے یہ بھی بتا دیا کہ وہابی حضرات انگریزی سلطنت کے ایسے وفادار ملازم ہیں کہ ان سے بڑھ کر انگریزی حکومت کا خیر خواہ اور معتمد علیہ کوئی دوسرا نہیں۔ اور انگریزوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے موقع پر وہابیوں کی وفاداری جاں نثاری کا سونا اچھی طرح مپانے اور خوب پرکھ لینے کے بعد ان کو اپنا معتمد علیہ بنایا ہے۔

جیات جاوید حصہ دوم ص ۲۵۶ تا ۲۶۳ میں مسٹر حالی پانی پتی نے سر سید کے عقائد و خیالات تحریر کئے ہیں ان میں سے بطور نمونہ سر سید کے نیچری عقیدے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو نیچری مذہب کی بھی کچھ حقیقت معلوم ہو جائے۔

① اجماعِ اُمتِ حُجَّتِ شرعی نہیں ہے ② قیاسِ ائمہ حجت شرعی نہیں ہے ③ تقلیدِ ائمہ واجب نہیں ہے ④ شیطان یا ابلیس کا لفظ جو قرآن مجید میں آیا ہے اس سے کوئی ہستی مراد نہیں بلکہ انسان کے نفسِ امارہ یا قوتِ بہیمیہ کا نام ابلیس ہے ⑤ نصاریٰ (عیسائیوں) نے جن چڑھیوں کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہو مسلمانوں کو ان کا کھانا حلال ہے ⑥ معراجِ خواہ مکہ سے مسجدِ قضیٰ تک ہو یا مسجدِ قضیٰ سے آسمانوں تک بہر حال بیداری میں نہیں بلکہ خواب میں ہوتی ہے اور یوں ہی شقِ صدر بھی خواب ہی میں ہوا ہے ⑦ فرشتوں کا کوئی الگ وجود نہیں ہے بلکہ برق کی قوتِ جذب و دفع، پہاڑوں کی صلابت پانی کا سیلان، درختوں کا نمو و غیرہ جیسی قوتوں کا نام فرشتہ ہے ⑧ آدم، فرشتے اور ابلیس کا جو قصہ قرآن میں بیان ہوا تو ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا بلکہ یہ ایک مثال ہے جس کے پیرایہ میں انسان کی فطرت، جذبات اور اس کی قوتِ بہیمیہ بیان کی گئی ہے ⑨ قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی معجزہ کے صادر ہونے کا ذکر نہیں ہے ⑩ مرنے کے بعد اٹھنا، حساب و کتاب، میزان، پل صراط، جنت و دوزخ وغیرہ وغیرہ سب مجاز پر محمول ہیں نہ کہ حقیقت پر ⑪ خدا کا دیدار کیا دنیا میں اور کیا عقبیٰ میں نہ ان ظاہری آنکھوں سے ممکن نہ دل کی آنکھوں سے ⑫ قرآن مجید میں جو جنگِ بدر و حنین کے بیان میں فرشتوں کی مدد کا ذکر کیا گیا ہے اس سے ان لڑائیوں میں فرشتوں کا اثنا ثابت نہیں ہوتا (کیوں کہ خود فرشتوں کا جب کوئی وجود نہیں تو آنا جانا کیسا) ⑬ چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا جو قرآن میں بیان ہوئی ہے لازمی نہیں ہے۔

انھیں سب کفر و گمراہی کی اشاعت کی وجہ سے سرسید کے ہم مذہب مولوی امداد العلی وہابی نے ان کی وہابیت کا کوئی پاس و لحاظ نہ کیا بلکہ ان پر کفر و ارتداد کے فتاویٰ حاصل کر کے شائع کرائے جیسا کہ خود مسٹر حالی نے حیاتِ جاوید حصہ دوم ص ۲۸۲ میں لکھا ہے کہ

_____ مولوی امداد العلی نے جو تین استفتے ہندوستان کے تمام بڑے شہروں میں بھیجے

کہ سرسید کے کفر و ارتداد کے فتوے حاصل کئے تھے ان میں سے ایک استفتار اس مضمون کا تھا کہ جس شخص کے ایسے اور ایسے عقائد اور اقوال و افعال ہوں وہ مسلمان ہے یا نہیں

مدرسہ دیوبند کے صدر جناب مولوی محمد انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث اپنی کتاب یتیمۃ البیان

۱۲ یتیمۃ البیان کا مذکور بالا حوالہ تواریخ مجددین حزب وہابیہ سے منقول ہے

مشکلات القرآن ص ۳۲ میں لکھتے ہیں

”سُرِّيْدٌ هُوَ رَجُلٌ زِنْدِيْقٌ مُلْحِدٌ اَوْ جَاهِلٌ ضَالٌ“ یعنی سرید

وہ بیدین ہے ملحد ہے یا جاہل گمراہ ہے۔

سرید کی تعلیم کے اثرات و نتائج مذہب کے لئے کتنے زہر آلود تھے اور دین کے حق میں کس قدر تباہ کن تھے اس کا اندازہ خود سرید کے مقلد جناب ابوالکلام صاحب کے حسب ذیل تبصرہ سے کیجئے۔ ابوالکلام آزاد بیان کرتے ہیں کہ

۔۔۔۔۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ انسان تقلید سے کبھی باز نہیں آتا۔ ترک تقلید ہی کے

نام پر وہ جن شخصوں کی عزت کرتا ہے انہی کی تقلید شروع کر دیتا ہے۔ میں نے سرید سے سب

سے بڑی چیز جو اس وقت پائی تھی وہ سہی ترک تقلید تھی۔ مفسرین کی فقہاری، محدثین کی تکلمین

کی، تمام علماء کی، تیرہ سو برس کے تمام اجماعی عقائد و مسلمات کی، اور ان کروڑوں اور ان گنت

مسلمانوں کی جو تیرہ صدیوں میں گزر چکے تاہم میں خود سرید کا نہ صرف مقلدِ اعمیٰ (اندھا دھند پیروی کرنے

والا) تھا بلکہ تقلید کے نام سے پرستش کرتا تھا۔ (آزاد کی کہانی ص ۳۸۴)

سرید کی سیاسی روش اور انقلابی رفتار کے پیچھے کون سی حقیقت کار فرما تھی، ان کا انگریزوں

سے گہرا تعلق کیوں تھا اس گہرے کو کھولنے کے لئے مشہور سیاسی لیڈر جمال الدین افغانی کا بیان پڑھئے

افغانی صاحب سرید کی سیاست پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

۔۔۔۔۔ کتا ایک ہڈی حاصل کرنے کے لئے خوشامد کرتا ہے اپنی دم ہلاتا ہے۔

اپنے محسن کے پاؤں پر خواہ وہ اپنا ہو یا بیگانہ سر رکھ دیتا ہے۔۔۔۔۔ انسان کتے سے بھی گیا

گزا ہے۔ لا حول ولا سے چاہئے کہ خوشامد اور عاجزی میں کتے سے بہت آگے نکل جائے اگر اُسکے

دم نہیں تو کم از کم داڑھی تو ہے۔ ناستودہ مرگ (سرید) خاں نے یہ نکتہ سمجھ لیا تھا اور اس بات کے لئے

تیار رہتا کہ آواز نکالے داڑھی کو حرکت دے اور جو روٹی کے ٹکڑے اسے ملے ہیں انھیں اس طرح حلال

کرے خدا کرے کہ یہ شکر مزید عنایات کا ذریعہ ہو۔۔۔۔۔ ترجمہ عبارت فارسی از شیخ محمد اکرام

ایم، اے، ایم، آر، ایس، آئی، سی، ایس، ریشلی نامہ ص ۲۱۸)

حقیقت یہ ہے کہ سرسید نے اصلاح کے نام پر مسلمانوں کے اسلامی عقائد بگاڑنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ انگریزوں کی گود میں بیٹھ کر اصل اسلام کی شکل و صورت مسخ کرتے رہے۔ انگریزوں کی خطرناک سازش کو کامیاب بنانے کے لئے مسلمانوں میں نیچریت کو خوب پھیلایا۔ انھیں سرسید نے علی گڑھ میں انگریزی درسگاہ بنا کر مدرسۃ العلوم قائم کر کے ہمدرد اسلام بننے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اگر نیچرلوں اور وہابیوں کے شور و غوغا کے مطابق یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ واقعی سرسید مسلم قوم کے ہمدرد، خیر خواہ اور ریفارمر تھے ان میں بہت کچھ ذاتی خوبیاں تھیں تو کیا ان سب باتوں سے سرسید کے کفری عقائد اسلام بن جائیں گے؟ یاد رکھو کہ

وہ سبھی کچھ ہیں بتاؤ کہ مسلمان بھی ہیں

سرسید کی اندھی تقلید کا نتیجہ

علمائے ربانی و ائمہ حقاہ کا فیصلہ ہے اور اہل فیصلہ ہے کہ جو لوگ پیشوا یا ان اسلام و مجتہدین کرام کی اتباع کو کفر و شرک، حرام و ضلالت ٹھہرائیں گے اور ان کی تقلید و غلامی سے اپنے آپ کو آزاد کر لیں گے تو انھیں خود اپنی ہوائے نفسانی کی اتباع و مخالفین اسلام قدیم کی لجاجت کرنی ہوگی وہ تقلید شیطانی سے کسی طرح بھی نہیں بچ سکتے۔ یہ کتنا جنچا تھلا فیصلہ ہے کہ خود غیر مقلدین کے مُعْتَمَدٌ عَلَیْہِ جلیل القدر پیشوا ابوالکلام آزاد نے اس کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ آزاد صاحب صاف کھل کر شہادت دے رہے ہیں کہ سرسید احمد خاں کی ساری تعلیمات میں جو سب سے بڑی تعلیم مجھے ملی وہ ترک تقلید کی تعلیم تھی چنانچہ اس بڑی تعلیم سے متاثر ہو کر میں نے

عہ یہ وہی درس گاہ ہے جس کو آج کل مسلم یونیورسٹی کہتے ہیں۔

تمام علمائے اسلام و فقہائے دین کی تقلید ترک کر دی اور تیرہ سو برس کے تمام اجماعی عقائد و مسائل کی میں نے مخالفت کی لیکن بایں ہمہ خود میں آنکھ بند کر کے سرسید خاں کی تقلید کرتا تھا اور تقلید کے نام پر سرسید خاں کی پرستش کرتا تھا۔

یہاں یہ بات اچھی طرح دھیان میں رکھ لینے کی ہے کہ ائمہ و مجتہدین کی ترک تقلید کا جو بھیانک نتیجہ ابوالکلام آزاد نے بیان کیا ہے وہ ان کے ذاتی تجربے و آزمائش کی کسوٹی پر پورا اتر چکا ہے اور خود مشاہدہ واقعات بھی ابوالکلام آزاد کے اس قول کی سو فیصدی تائید کرتا ہے کہ "انسان تقلید سے کبھی باز نہیں آتا ترک تقلید ہی کے نام پر وہ جن شخصوں کی عزت کرتا ہے انہی کی تقلید کرنے لگتا ہے" چنانچہ غیر مقلدین زمانہ جو امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقلید و غلامی سے بری طرح چڑھتے ہیں بلکہ سنی مقلدین پر شرک و کفر کی توپ دم کرتے رہتے ہیں لیکن خود ہی لوگ ترک تقلید کے نام پر ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبد الوہاب نجدی، مولوی اسمعیل دہلوی وغیرہ کی نہ صرف اندھا دھند تقلید کرتے ہیں بلکہ ان معاندین مذہب اہلسنت کی ابوالکلام آزاد کی بولی میں علی الاعلان پرستش کرتے ہیں۔

جماعت غیر مقلدین میں جن حضرات کو حق پسندی کا دعویٰ ہے ان سے دین و مذہب کے نام پر میری اخلاص بھری گزارش ہے کہ اگر آپ لوگ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبد الوہاب نجدی، مولوی اسمعیل دہلوی وغیرہ کی اندھی تقلید اور ان کی پرستش سے بچنا چاہتے اور نجات اخروی کے طلبگار ہیں تو اپنی وہابیت و غیر مقلدیت سے سچی توبہ کر کے بسبیل مہینت کو اختیار کیجئے اور سنی مسلمان بن کر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی کا پٹا اپنی گردن میں پہن رکھئے تاکہ شیطان اپنی تقلید کے شکنجے میں آپ حضرات کو جکڑ نہ سکے۔ ہدایت کا مالک اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے سچی ہدایت نصیب فرمائے آمین۔ تم آمین

اس مقام پر کتاب و سنت کے ارشادات واضحہ کو سامنے رکھ کر علمائے وہابیت سے ایک مذہبی سوال ہے کہ آپ حضرات کے پیشوائے جلیل القدر ابوالکلام آزاد نے اپنے بیان مذکور بالا میں صاف اقرار کیا ہے کہ میں تقلید کے نام سے سرسید خاں کی پرستش کرتا تھا لہذا اس سلسلہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ تقلید کے نام سے اگر سرسید احمد خاں کی پرستش کرنا کفر نہیں تو مہربانی کر کے

آپ حضرات اعلان کر دیں کہ وہابی مذہب میں تقلید کے نام سے سرسید خاں کی پرستش کرنا کفر نہیں اور اگر تقلید کے نام سے سرسید کی پرستش کرنا کفر ہے تو بتائیے کہ ایک مسلمان کہلانے والے پر اپنے کفر سے توبہ کرنا قرآنی ارشاد کی رو سے فرض قطعی ہے یا نہیں۔ اگر فرض قطعی ہے تو ہم سنی مسلمانوں کو ذریعہ اخبارات و جرائد مطلع کیجئے کہ آپ حضرات کے پیشوا ابوالکلام آزاد نے کب توبہ کی ہے اور اگر آپ حضرات ناواقف ہوں تو کم از کم یہی اعلان کر دیجئے کہ ہم لوگوں کو ابوالکلام آزاد کی توبہ کا علم نہیں۔

شاعرِ نچریت

مسٹر الطاف حسین حالی سرسید کے داہنے بازو ہیں۔ انگریزی سلطنت نے ان کو شمس العلماء کا خطاب دیا تھا۔ حالی کا شمار وہابی شاعروں کی صفِ اول میں کیا جاتا ہے۔ حالی نے اپنے شعر و شاعر کے بل پر مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کی رغبت دلانے اور یورپین تہذیب پھیلانے میں بھرپور کوشش کی ہے انگریزوں کی خواہش کے مطابق حالی نے مسلمانوں میں نیچری مذہب کی تبلیغ کے ساتھ ایک تازہ مذہب چکڑالوی کا سنگِ بنیاد بھی رکھا۔ چکڑالویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درجہ ایلچی اور ہر کارے کی طرح ہے۔ قرآن مجید کے ہوتے ہوئے رسول اللہ کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں (معاذ اللہ تعالیٰ)۔ مسٹر حالی اپنی مشہور کتاب مسدس حالی ص ۱ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ایک حدیث منسوب کر کے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم !

مجھے حق نے دی ہے بس اتنی بزرگی کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

ہے کوئی حالی پرست جو ان گندے غیر مہذب اشعار کے بارے میں حدیث شریف کی کسی کتاب سے ثابت کر دے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے حق میں ایسا فرمایا ہے۔ تہذیب بندن

کے یہ جھوٹے پجاری دوسروں کو سچائی اور دیانت کا سبق دیتے ہیں اور خود دن دہاڑے جھوٹ کا بندل پھینکتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔

حالی کی شاعری پر جان چھڑکنے والو! — اگر کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہو تو بتاؤ کیا حضور انور افضل الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت و بزرگی امت پر صرف اتنی ہے کہ حضور تو خدا کے ایلیٰ ہیں اور امت ایلیٰ نہیں اور بس۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ مسلمانوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ خاص بندہ، فرمانروا نبی اور صاحب قدرت و اختیار رسول ہونے کے ساتھ ساتھ افضل المرسلین رحمة للعالمین اور خاتم النبیین بھی ہیں اور ان کے علاوہ ان کثیر در کثیر اوصاف خصوصی کے حامل ہیں جن میں حضرات مرسلین علیہم السلام تک شریک نہیں۔ حاصل گفتگو یہ ہے کہ سرسید کی طرح مسٹر حالی پانی پتی نے بھی مسلمانوں میں مذہبی اختلاف کی آگ بھڑکا کر انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس طرح اپنے انگریز سرکار کی خطرناک پالیسی کو کامیاب بنایا۔

بناوٹی پیغمبر

۱۲۷۳ھ ہجری مطابق ۱۸۵۷ء سے بہت پہلے انگریز اپنی حکومت کی حفاظت و حمایت کے سلسلے میں مولوی محمد اسمعیل صاحب دہلوی کی زبان سے یہ اعلان کراچکے تھے کہ ————— انگریزی سرکار سے لڑنا اور جہاد کرنا کسی طرح جائز نہیں بلکہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ انگریزی سلطنت کے دشمنوں سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔ لیکن ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے جو رستم کا مقابلہ کرنے کے لئے ہندوستانی حضرات ڈٹ گئے۔ پیشوائے اہلسنت رئیس الاحرار مولینا شاہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر علمائے انگریزوں کے خلاف فتوائے جہاد کا اعلان فرما کر ملک بھر میں ایک تازہ جوش پیدا

کر دیا۔ نوجوان مسلمانوں میں اسلامی روح پھونک کر انگریزی حکومت کا قافیہ تنگ کر دیا قریب تھا کہ انگریزی حکومت کا پیراج ہندوستان میں ہمیشہ کے لئے گل ہو جائے کہ اتنے میں انگریزوں نے اپنے کچھ ہندوستانی وفاداروں، آلہ کاروں اور ایجنٹوں کے ذریعہ مکرو فریب کا خوفناک غارتیار کر دیا۔ اور اس میں جنگ آزادی کے مجاہدین کو ڈھکیں دیا پھر تو ان ہندوستانی غداروں کی غداری کی بدولت انگریزوں کا اٹھرا ہوا قدم دوبارہ ہندوستان میں کچھ دن کے لئے اور جم گیا لیکن چونکہ بہادر انگریز، شاہ فضل حق خیر آبادی کے اعلان جہاد کو سوچ کر کانپ کانپ جایا کرتے تھے اس لئے انھوں نے غور کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ مولوی اسماعیل دہلوی کا کلکتہ والا فتویٰ نواب فرسودہ ہو چکا ہے اور پھر وہ صرف مولوی ہی کہلاتے تھے لہذا اب کسی نام نہاد پیغمبر کے ذریعہ اعلان کر دیا جائے کہ جہاد کا حکم ختم ہے چنانچہ اس کام کے لئے انگریزوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب کیا مرزا پہلے تو امام مہدی اور مسیح موعود بنا جب کچھ زمین ہموار ہو گئی تو اپنے نبی اور رسول ہونے کا شور مچایا پھر تو انگریزوں نے اپنے تربیت یافتہ بنا دنی ٹینی سے اعلان کرا ہی دیا کہ

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال	دیں کے لئے سوام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے	دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے	اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد	منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(تبلیغ رسالت مصنفہ قاسم علی قادیانی ص ۱۲۹)

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی اور رسول بن کر سیکڑوں مسلمانوں کو اپنی طرح کا مزد مرتد بنا لیا انگریزوں کی تباہ کن سازش کے مطابق یہ ساری کاروائیاں اسلامی تبلیغ کے نام پر انجام دی گئیں۔ تاجرانِ فرنگ کے ان صیادوں نے اسلامی بولیاں بول کر سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہی کے جال میں پھانسا اور ان کا دین و ایمان برباد کر دیا۔



ناشر دہشت

مولوی شبلی صاحب اعظم گڑھی، سر سید احمد خاں کے بانیں بازو، یورپین چمک دمک سے مرعوب،
انگریزی حکومت کے خطاب یافتہ شمس العلماء تھے۔ انگریزی تہذیب، انگریزی تمدن، انگریزی تعلیم پر
فریفتہ ہو کر یوں نغمہ سرائی کرتے تھے۔

یارے ہیں اب نئی چمک کے
اب صورت ملک و دیں نئی ہے
سب بھول گئے ہیں ماسبت کو!
قائم جو وہ انجمن نہیں ہے!
القصد یہ بات کی تھی تسلیم!
تدبیر شفا جو ہے تو یہ ہے!
تقویم کہن سے ہاتھ اٹھائیں!
سیکھیں وہ مطالب نو آئین!
وہ گنج گراں دانش و فن،،،
کپلر کی وہ نکتہ آفرینی!
اس فیض سے ہم بھی بہرہ ور ہوں

وہ ٹھاٹھ بدل گئے اب فلک کے
افلاک نئے زمیں نئی ہے!
گردوں نے الٹ دیا ورق کو!
اس نقد کا اب چلن نہیں ہے
یعنی کہ علوم نو کی تعلیم،،،!
اس دکھ کی دوا جو ہے تو یہ ہے
تہذیب کے دائرے میں آئیں!
یورپ میں جو ہو رہے ہیں تلقین!
وہ فلسفہ جدید بسکین،،،
نیوٹن کے مسائل یقینی،،،
ہم بھی اس کان کے گہر ہوں!

(مشنوی صبح امید از شبلی اعظم گڑھی)

برٹش گورنمنٹ کے نور نظر شمس العلماء مسٹر شبلی نے دہریت، لامذہبیت، نیچریت اور
ندویت پھیلا کر انگریزی محضی سازش کو خوب قوت پہنچائی دَا اَللّٰهُ وَا لکھنؤ کے کرتادھرتا
بن کر صلح کلیت کا اچھی طرح پرچار کیا۔

سر سید احمد خاں کے قائم کردہ علی گڑھ کالج میں ایک انگریز پروفیسر مسٹر آرنلڈ فلسفہ پڑھانے کے لئے مقرر تھا۔ مولوی شبلی صاحب نے زمانہ قیام حلیگڑھ کالج میں آرنلڈ کی صحبت اختیار کی اور اس سے فلسفہ کا درس حاصل کرتے رہے پھر تو اس انگریز پروفیسر کی تعلیم و تلقین نے مولوی شبلی کے دل، دماغ اور ذہن پر خوب گہرا نیچری رنگ چڑھا کر انہیں روشن خیال مسٹر بنا دیا۔

سر عبد القادر برسرٹریٹ لا، سابق ایڈیٹر رسالہ مخزن لاہور مقدمہ بانگ درا کے صفحہ ۱ پر انگریز پروفیسر آرنلڈ کی تدریسی شان کی تعدیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

پروفیسر آرنلڈ جو اب سرٹامس آرنلڈ ہو گئے ہیں اور انگلستان میں مقیم ہیں غیر معمولی قابلیت کے شخص ہیں قوت تحریر انکی بہت اچھی ہے اور وہ علمی جستجو اور تلاش کے طرز جدید سے خوب واقف ہیں۔ انھوں نے (لاہور آنے سے) پہلے علی گڑھ کالج کی پروفیسری کے زمانہ میں اپنے دوست مولانا شبلی (اعظم گڑھی) مرحوم کے مذاق علمی کو پختہ کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی۔

(مقدمہ بانگ درا از سر عبد القادر)

واقعی انگریز استاذ پروفیسر آرنلڈ، انگریزی مخفی سازش کے فروع میں خوب کامیاب رہا کہ اس نے ایک مسلمان کہلانے والے علامہ اور مولانا کو متعصب نیچری اور ٹھوس دہریہ بنا کے چھوڑا۔

فَسُبْحَانَ اللَّهِ مُقَلَّبِ الْقُلُوبِ وَالْأَبْصَارِ

اسی انگریز استاذ سے پائے ہوئے نیچری ذوق کے باعث مولوی شبلی نے اپنی کتابوں میں جا بجا بہت سے معجزات کا اپنی قابلیت کے پردے میں انکار کیا ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کے سلسلے میں بہت سی حدیثوں کو موضوع اور باطل قرار دیا ہے اور اس طرح اپنی حدیث دانی چمکانے کی ناکام کوشش بھی کی ہے یورپین مؤرخین سے مرعوب ہو کر تاریخی واقعات میں بے موقع اپنی تاویلات کو ٹھونسنا ہے۔ نیچری حضرات مولوی شبلی کی کتابوں پر جان چھڑکتے ہیں۔ الافاضات الیومیہ جلد پنجم ص ۱۵۲ زیر ملاحظہ ۲۵۵ پر ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فلاں صاحب نعمانی (یعنی شبلی اعظم گڑھی) یہ بھی سر سید احمد خاں کے قدم بقدم ہی ہیں سیرت نبوی لکھی ہے جس پر آج

کل کے نیچری فریفتہ ہیں۔

ہمیں مولوی شبلی کی حدیث فہمی اور تاریخ دانی سے بحث نہیں کرنی ہے ہمیں فی الحال بتانا یہ ہے کہ برطانوی شہہ پا کر مولوی شبلی نے بھی مقدس اسلام کا علیہ بگاڑنے اور مسلمانوں کے عقائد و ایمان خراب کرنے میں اہم ریکارڈ قائم کیا ہے ندوی مذہب نے ان کے ہاتھوں قوت پائی۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ انھیں مولوی شبلی، مولوی محمد علی کانپوری جیسے چند نیچری لیڈروں اور صلحکلی مولویوں نے قائم کیا۔ الافاضات ایومیہ جلد پنجم ص ۱۱۱ زیر ملاحظہ ۱۸۸۰ء میں ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے فرمایا

پھر خود ندوہ کا جو حشر ہوا سب کو معلوم ہے کہ وہ ایسوں کے ہاتھ میں مدت تک رہا جن کی طبیعت میں بالکل نیچریت تھی وہی سر سید احمد خاں کے قدم بقدم ان کی رفتار رہی وہی جذبات وہی خیالات کوئی فرق نہ تھا۔

ندوی مذہب کا حاصل اور پتھر یہ ہے کہ جو شخص اسلام کا کلمہ پڑھنا ہو خواہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہے یا قرآن مجید کو ناقص مانے۔ قیامت کا اقرار کرے یا انکار کرے۔ جنت دوزخ، حساب و کتاب کو مانے یا نہ مانے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی تسلیم کرے یا حضور کے بعد اور نبیوں کا آنا بھی جائز مانے غرض کچھ بھی عقیدہ رکھے بس کلمہ پڑھے تو ندوہ کے نزدیک وہ مسلمان اور ندوہ کا ممبر ہے۔ ملاحظہ ہو "اعلام ضروری" ص ۶ مصنفہ مولانا مفتی محمد ضیاء الدین سیلی بھیتی علیہ الرحمہ۔

ندوی لیڈروں کا کہنا تھا کہ اسلام میں جتنے فرقے ہیں سب حق پر ہیں سب کو آپس میں مل جل کر رہنا چاہئے۔ کسی فرقے کو کافر و مرتد کہنا ٹھیک نہیں اس سے مسلمانوں میں انتشار اور پراگندگی ہوتی ہے۔ آپس کی مذہبی لڑائی سے مسلمانوں کی طاقت ختم ہوتی تباہی ہے لیکن وہ لیڈر حضرات اتنا نہ سوچ سکے کہ نیچریت اور صلح کلیت پھیلا کر اور علمائے اہلسنت کو لڑا کو بتا کر خود ہی مسلمانوں میں انتشار، خلفشار، فتنہ، فساد مچا رہے ہیں۔

یہی مولوی شبلی صاحب ہیں جو ایک طرف صلح کلیت کا نقارہ بجا کر ہمدرد اسلام بننے کا ڈھونگ رچ رہے تھے اور دوسری طرف دہریت و نیچریت کی اشاعت کر کے انگریزوں کی وفاداری کا ثبوت دے رہے تھے چنانچہ وہ اپنی کتاب الکلام ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں کہ

_____ ارسطو کا اصل مذہب یہ ہے کہ عالم (خدا نے تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا نہیں

بلکہ) قدیم ہے لیکن اس کی حرکت حادث ہے اور خدا اسی حرکت کا خالق (پروردگار) ہے اسی بنا پر ارسطو نے خدا کے (وجود کے) ثبوت میں حرکت سے استدلال کیا ہے حکمائے اسلام میں ابن رشد کا یہی مذہب ہے۔ بوعلی سینا بھی عالم کے قدیم ہونے کا قائل ہے۔ _____

دیکھئے مسٹر شبلی کے نزدیک جن لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ زمین و آسمان، چاند، سورج سمندر، پہاڑ وغیرہ کو خدا نے نہیں پیدا کیا ہے بلکہ یہ سب چیزیں اپنے آپ پیدا ہیں ایسے لوگوں کو مسٹر شبلی نے حکمائے اسلام میں گن دیا یعنی یہ لوگ مسلمان ہونے کے ساتھ حکمت و دانش والے ہیں۔ خود مسٹر شبلی کا کیا عقیدہ ہے۔ تازہ دم اس کو بھی سنئے۔ اپنی اسی کتاب الکلام ص ۵۴ میں لکھتے ہیں کہ _____ ہم کو اس سے انکار نہیں کہ عالم اجزاء ذی مقراضی سے بنا ہے اور ہم کو یہ بھی تسلیم ہے کہ عالم قدیم ہے جیسا کہ خود مسلمانوں کا ایک فرقہ معتزلہ اور حکمائے اسلام یعنی فارابی ابن سینا اور ابن رشد کی رائے ہے۔ _____

یہ ہے مسٹر آرنلڈ کی خصوصی تعلیم کا گہرا رنگ کہ اپنے کو مسلمان کہلاتے ہوئے بھی مسٹر شبلی نے دہریوں کا مذہب اختیار کیا اور عالم کو قدیم مان لیا اور اپنی لیڈری کے ذریعہ یہ فتنہ عظیم مسلمانوں میں پھیلا کر انہیں باور کرایا کہ یہی مذہب حکمائے اسلام کا ہے حالانکہ تمام ایمان والوں کا اتفاق ہے کہ عالم کا کوئی ذرہ کوئی حصہ بھی قدیم نہیں سب حادث ہے اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ فَخْرًا، مُتَحَرِّفًا اور حرکت سب کا خالق اللہ ہے۔ (جَلَّ جَلَالُهُ)

ایک مرتبہ ندوہ کے اصلاحی جلسہ میں مولوی شبلی کے خلاف جب بلچل مچی تو انہوں نے فضا کو سازگار بنانے کے لئے عبد السلام ماک مطبع فاروقی دہلی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے اچانک ایک فتویٰ شائع کیا جس میں لکھا کہ میں عقیدہ اور فقہاً دونوں لحاظ سے اہلسنت و جماعت سے ہوں۔ دیوبندی مکتبہ فکر کے مشہور مفتی جناب مولوی کفایت اللہ دہلوی نے مولوی شبلی کے رد میں ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۱۳ء عیسوی میں ایک فتویٰ مرتب کر کے تحفہ ہندیہ پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا۔ مولوی کفایت اللہ اپنے مطبوعہ فتویٰ میں لکھتے ہیں۔

_____ جس باخبر شخص نے علامہ شبلی کی تصنیفات پڑھی ہیں اس پر علامہ کے

عقائد و خیالات روز روشن کی طرح عیاں ہیں مگر اس فتوے سے ان پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اصل یہ ہے کہ علامہ نے الکلام میں جن عقائد و خیالات کو صراحتاً یا کنایہً حق مانا ہے وہ زیادہ تر معتزلہ اور فرق ضالہ اور ملحدین کے عقائد و خیالات ہیں اس لئے ان کی تصنیفات (کتابوں) کو دیکھ کر اہل اسلام کے ہر طبقہ کی مذہبی غیرت میں توجس پیدا ہوا اور چاروں طرف سے علامہ کے خلاف صدا بلند ہوئی کہ علامہ اہل سنت و جماعت سے خارج اور معتزلہ اور ملحدہ (بیدنیوں) کے ہمنوا بلکہ چودھویں صدی میں ان کی یادگار ہیں (تواریخ مجددین حزب وہابیہ ص ۲۳)۔

مولوی انور شاہ کشمیری صدر مدرس دیوبند اپنی تصنیف مقدمہ مشکلات القرآن ص ۳۲ میں مسطر شبلی نعمانی کی بیدینی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

_____ وَاِنَّمَا الْوَحْيُ عَلٰی اَعْيُنِ النَّاسِ اِذْ لَيْسَ مِنَ الدِّينِ اَنْ لِّغَمُضٍ
 عَنْ كَافِرٍ يَعْنِي فِي شَبْلِ نَعْمَانِي كِي يَهْدِي عَقِيدَتِي اَوْ يَهْدِي لَوْ كُوْنُ كِي سَا مَعْنَى اِسْ لَمَعْنَى ظَاهِر كَرْتَا هُوْنُ كِي
 دِينِ اِسْلَامٍ فِي كَافِرٍ كِي كَفْرٌ كُوْجْهِيَانَا جَا نَزْهِيْنِي (منقول از تواریخ مجددین حزب وہابیہ)۔
 یہی وہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جس کے پیش نظر علمائے اہل سنت، وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں، مودودیوں اور دیگر بیدین ملاؤں، نیجری لیڈروں کے عقائد کفریہ و خیالات باطلہ لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے رہتے ہیں تاکہ عوام مسلمین چوکنے رہیں اور کفر و گمراہی کے چنگل میں نہ پھنسیں کہا جاتا ہے کہ مولوی شبلی اعظم گڑھی نے تاریخ و سیرت کی عربی کتابوں کا بہترین ریختہ اردو میں ترجمہ کر کے ایک طرف مسلمانوں کو اپنے اسلاف کی سیرت سے آگاہ کیا اور دوسری طرف اردو زبان کی بے مثل خدمت انجام دی۔ علمی مذہبی اداروں کی سرپرستی کر کے ملک و قوم پر احسان کیا۔ شہر اعظم گڑھ میں انگریزی درسگاہ بنام شبلی کالج اور علمی ادارہ دارالمصنفین قائم کر کے نوہالان اسلام کے پینے اور ترقی کرنے کے لئے اسباب فراہم کئے لہذا ان مذہبی علمی اور قومی خدمات سے صاف ظاہر ہے کہ مولوی شبلی صاحب مسلمانوں کے سچے ہمدرد اور مخلص خیرخواہ تھے لیکن میری جانب سے عرض ہے کہ وہ خیرخواہ ضرور تھے مگر نیچریوں اور انگریزوں کے۔ اگر وہ مسلمانوں کے خیرخواہ ہوتے تو ان کا اسلام ایمان برباد کرنے کی ہرگز کوشش نہ کئے ہوتے اور آخری گزارش یہ ہے کہ

وہ سبھی کچھ تھے بتاؤ کہ مسلمان بھی تھے؟

پرستار ان نچریت

کے مرشد و رہنما علمائے اسلام نہیں
بلکہ یورپ کے رہنے والے انگریز ہیں

نچریت کے پرستاروں کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے کو سیاسی طاقت کے آگے
سجدہ ریز رکھتے ہیں اور حکمراں قوم کی وفاداری و خیر خواہی میں اپنا آبائی دین و مذہب بیچ کر حکمراں
قوم کے افکار و نظریات کو اپنے قلب و دماغ پر مسلط کر لیتے ہیں پھر خوشامد و چاچا پوسی کا زندہ پیکر
بن کر حکمراں قوم کے جھوٹے جھوٹے کارناموں اور اس کے افکار و نظریات کا ہر طرف پروپیگنڈا
کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ ان کے ضمیر فروشی کا عالم یہ ہوتا ہے کہ حکومت وقت کی جھوٹی تعریف
کرنے میں ذرا سی بھی شرم و غیرت محسوس نہیں کرتے۔ زمانہ گزشتہ میں جب کہ ہندوستان
میں برطانوی حکومت کا سکڑاواں تھا نیچری مذہب کا ہر مولوی اور لیڈر اپنا آبائی دین فروخت
کر کے الناس علی دین ملوکہم کی زندہ تصویر بن گیا تھا اور انگریزوں کی حمایت و اطاعت
وفاداری و خیر خواہی کو شرعی نقطہ نگاہ سے مسلمانوں پر نماز و روزہ کی طرح فرض و واجب قرار دیئے
بیٹھا تھا چنانچہ نیچریوں کے نمائندہ مولوی شبلی اعظم گڑھی کو جب معلوم ہوا کہ میری چند نظموں کی وجہ
سے یوپی کا انگریز لفٹنٹ گورنر ناراض ہو گیا ہے تو انھوں نے ۱۳۳۲ھ ہجری مطابق ۱۹۱۴ء میں

۱۲۔ وہ لوگ اپنے حکمرانوں کے مسلک پر ہوتے ہیں۔

اپنے ایک شائع کردہ بیان میں اپنی پرانی وفاداری و خیر خواہی کو یاد دلاتے ہوئے انگریزوں کو باور کرایا کہ میں آپ حاکمانِ وقت کی اطاعت و وفاداری کی کس طرح انحراف کر سکتا ہوں جب کہ ”۱۹۰۹ء میں میں نے (ماہوار جریدہ) النداء وہ میں ایک مستقل مضمون کے ذریعہ یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں پر انگریزی حکومت کی اطاعت و وفاداری مذہباً فرض ہے“ (شیلی نامہ ص ۲۴۵) رہی یہ بات کہ نیچر لوں نے انگریزوں کی اطاعت و وفاداری کو مسلمانوں پر فرض کیوں قرار دیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پرستارانِ نیچریت اپنے آبائی دین یعنی قدیم اسلام سے اپنے کو آزاد کر چکے تھے اور جدید اسلام کے اصول و ضوابط انہوں نے انگریزوں سے سیکھے جس کے باعث ان کی نگاہوں میں انگریزوں کا نظام سلطنت اسلام کے مطابق دکھائی دیتا تھا اس لئے انگریزی حکومت کی اطاعت و وفاداری کو اسلامی شرع کی رو سے فرض قرار دینا ان کے لئے ناگزیر تھا۔ نیچری ڈاکٹر مولوی عبدالحکیم خاں ایم بی انبالوی اپنی کتاب النبی والا سلام ص ۱۱۱ پر انگریزوں کی طرف جھوٹے کارناموں کی نسبت کرتے ہوئے اور ان کی خوشامد و چالپوسی، جھوٹی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

”چونکہ متعصب اور جاہل اسلامی سلطنتوں کی نسبت، سلطنتِ برطانیہ (برٹش گورنمنٹ) بدرجہا اسلام کے موافق ہے اور اسلامی اصولوں مثلاً تحمل، ہمدردی، خلوص، طلبِ علم، استفادہ قدرت، تحصیلِ علوم و فنون، راستبازی، جفاکشی، استیصالِ غلامی، حکومتِ جمہوری، تعلیم نسواں، آزادیِ خیالات، کی معلم ہے اس لئے مسلمانوں پر اس کی شکرگزاری اور خیر خواہی واجب ہے۔ درحقیقت مسلمانوں کو اپنے اسلام کے بہت سے اصول انگریزوں سے سیکھنے چاہئیں۔ خدا نے بڑے انصاف سے ان کو ہمارا حاکم بنایا ہے“

مذکورہ بالا عبارت میں انبالوی ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے پرستارانِ نیچریت کے افکار و نظریات کی سچی تصویر کھینچتے ہوئے واضح کر دیا کہ نیچریوں کے نزدیک

- ① مسلم ممالک کے مقابلہ میں برطانیہ کی ملحدانہ حکومت گویا اسلامی سلطنت ہے۔
- ② اور مسلمانوں پر نصرانیوں کی اس ملحد برطانوی گورنمنٹ کی شکرگزاری اور خیر خواہی واجب ہے۔

③ درحقیقت اسلامی اصول و ضوابط پر جس قدر انگریزوں کو عبور ہے اتنا علمائے اسلام کو نہیں

اس لئے مسلمانوں کو اپنے بہت سے اسلامی اصول علمائے دین کے بجائے نیچریوں کے مذہبی رہنما انگریزوں سے حاصل کرنا چاہئے۔

④ جس طرح مسلمان کہلانے والے نیچریوں کی یہ حق پسندی ہے کہ انھوں نے انگریزوں کو اپنا اسلامی رہنما مانا۔ یوں ہی یہ خدائے تعالیٰ کا بڑا انصاف ہے کہ اس نے ہندوستانی مسلمانوں کو انگریزوں کا محکوم کیا اور انگریزوں کو ان کا حاکم بنایا۔

اب تو یہ حقیقت بالکل عریاں ہو گئی کہ پیشویانِ نیچریت سر سید احمد خاں، الطاف حسین حالی، مولوی شبلی اعظم گڑھی وغیرہ نے برٹش گورنمنٹ کی عظمت و بڑائی کا جو گیت گایا ہے وہ حق نمک ادا کرنے کے لئے تھا۔ اور اپنی تصنیفات تفسیر القرآن، مسدس حالی، مثنوی صبح امید الکلام وغیرہ میں اسلامی عقائد و دینی مزاج کے خلاف جن عقائد و نظریات کا اظہار کیا ہے وہ سب ان لوگوں نے اپنے رہنما انگریزوں سے ہی سیکھا اور حاصل کیا تھا۔

اللہ، اللہ۔ جن جاہل انگریزوں کو اسلامی تعلیم کے مطابق استنجا کرنا نہیں آتا، جن کے پتلون کی میانی پیشاب جیسی ناپاک چیز سے آلودہ رہا کرتی ہے، جو جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے پیشاب کرتے ہیں، جن کا مطمح نظر صرف دینا کا حاصل کرنا ہے، جن کو آخرت سے کوئی تعلق نہیں، جن کے نزدیک زنا کاری جیسی گندی چیز بالکل حلال ہے جن کے یہاں شراب شیر بادریہ جنھوں نے عورتوں میں مغربی تعلیم اور یورپی فیشن پھیلا کر ان کی عزت و آبرو کو لوٹ لیا، جنھوں نے مغربی تہذیب کے ذریعہ عورتوں کی شرم و غیرت کا پانی اتار کر ان کو کیتا کی صف میں کھڑا کر دیا۔ جن کے عقائد و خیالات خالص الحاد و زندقہ پر مشتمل ہیں وہ نیچریوں کے مسلک کے مطابق اس قابل ہیں کہ مسلمان ان سے اپنے اسلامی اصول سیکھیں۔ یہ ہے سیاسی طاقت کے سامنے سجدہ ریز رہنے کا ہولناک نتیجہ۔ مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین



انگریزوں کے جان نثار علماء

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے موقع پر علمائے ہند کا دو گروپ تھا ایک حضرت مولانا شاہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے رفقا رکار کا جنھوں نے انگریزی راج کے خلاف اعلان جہاد فرمایا کہ آزادی ہند کا علم (جھنڈا) بلند کیا۔ دوسرا گروہ مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی قاسم نانوتوی اور علمائے دیوبند کا جو انگریزی راج کا خطبہ پڑھ رہا تھا اور انگریزوں کا قدم جمانے کے لئے مسلمانوں کو بہلا دے دے رہا تھا۔ جنگ آزادی والوں سے لڑتے ہوئے ان کا خون بہا رہا تھا۔ علمائے دیوبند کی معتبر کتاب تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۳۷ میں مولوی عاشق الہی دیوبندی لکھتے ہیں کہ

..... جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انھوں نے پکینی (انگریزی حکومت) کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم (جھنڈا) قائم کیا۔

اس حوالہ نے صاف کھول کر بتا دیا کہ علمائے دیوبند اور انگریزوں کے درمیان ساز باز ہے وہ انگریز جو مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل چکا ہو جس نے مسلمانوں کی نعش کو درختوں پر لٹکا کر چیل کوڑوں سے نچوایا ہو وہی انگریز جس نے مسجدوں کو گھوڑوں کی لید سے نجس کیا ہو۔ ہاں ہاں وہی انگریز جس نے آخری مغل بادشاہ ظفر کے ناشتہ میں ان کے لڑکوں کا سر بھینجا ہو وہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی خلیل احمد صاحب، مولوی عاشق الہی صاحب اور دیگر علمائے دیوبند کی نظر میں رحمدل، مہربان ہے۔ اس کے ظلم و ستم کا زمانہ امن و عافیت کا زمانہ ہے اور رہا مولوی عاشق الہی دیوبندی کا جنگ آزادی کے مجاہدین مولانا شاہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے ساتھیوں کے متعلق باعنی، فساد اور فتنہ پرور ہونے کی نشان دہی کرنا تو یہ کسی رازدارانہ معاہدہ کا پتہ دے رہا ہے۔ وہابیوں کے مولینا عاشق الہی دیوبندی لکھتے ہیں کہ

۔۔۔۔۔ شروع ۱۲۷۶ھ ہجری نبوی ۱۸۷۹ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی
(مولوی رشید احمد گنگوہی) قدس سرہ پر اپنی سرکار (انگریزی) سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا۔۔۔۔۔
(تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۷۳)

یہی مولوی عاشق الہی دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

۔۔۔۔۔ جب (۱۸۵۷ء کی) بغاوت و فساد کا قصہ فرود ہوا اور رحمدل (انگریزی) گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پاکر باغیوں (جنگ آزادی والوں) کی سرکوبی شروع کی تو جن بزدل
مفسدوں کو سوائے اس کے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی سچی تہمتوں اور مخبری کے پیشہ سے
سرکاری خیرخواہ اپنے کو ظاہر کریں انھوں نے اپنا رنگ جمایا اور ان گوشہ نشین حضرات (مولوی رشید
احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی) پر بغاوت کا الزام لگایا۔۔۔۔۔ (تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۷۳)
میشاک بیشاک جن پیشہ ور بزدل وہابیوں نے برطانیہ کے دلی خیرخواہ مولوی رشید احمد گنگوہی
اور انگریزوں کے جاں نثار مولوی قاسم نانوتوی پر باغی ہونے کا الزام لگایا اور اس طرح انگریزوں
کے خیرخواہ بننے کی کوشش کی وہ ضرور غلط راستے پر تھے اس لئے کہ تاریخی حقائق خود ہی گواہ ہیں کہ
پیرمیاں سید احمد رائے بریلوی، مولوی اسمعیل دہلوی، وہابی لیڈر سر سید احمد خاں، مسٹر الطاف
حسین حالی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی وغیرہ پیشوایان وہابیہ انگریزوں کے وفادار
اور خیرخواہ رہے ہیں۔ انگریزوں کی حمایت میں لڑے ہیں۔ ان پر اپنی جانیں نثار کی ہیں۔ آزادی
کے طلب گاروں کا بے دریغ خون بہایا ہے تو ان حقائق کی موجودگی میں مولوی رشید احمد اور مولوی
قاسم نانوتوی صاحبان کو انگریزی حکومت کا باغی کہنا قطعاً بہتان سراسر الزام ہے۔ کیوں کہ انگریزی
حکومت جب خود وہابیوں کی اپنی ہی حکومت ہے جیسا کہ بانی وہابیت مولوی اسمعیل دہلوی نے
انگریزی حکومت کو اپنی حکومت قرار دیا اور خود مولوی عاشق الہی دیوبندی مصنف تذکرۃ الرشید
نے متعدد جگہوں میں انگریزی حکومت کو اپنی سرکار لکھا ہے تو پھر اپنی ہی حکومت سے بغاوت
کے کیا معنی؟

تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۷۹ میں ہے کہ

۔۔۔۔۔ جیسا کہ آپ حضرات (مولوی رشید احمد اور مولوی قاسم نانوتوی صاحبان)

اپنی مہربان (انگریزی) سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیسیت (زندگی بھر) خیر خواہ ہی ثابت رہے۔
اللہ اکبر۔۔۔۔۔ وہ ظالم انگریز جو سودا گروں کا بھیس بدل کر ہندوستان میں داخل
ہوئے اور جنھوں نے مسلم بادشاہوں کو کچل کر اور مغلیہ حکومت کو مٹا کر نہایت مکاری اور فریب کے
ساتھ اس ملک پر اپنی حکومت قائم کی ایسے ظالموں کی دلی خیر خواہی میں مولوی رشید احمد گنگوہی اور
مولوی قاسم نانوتوی کی پوری زندگی ختم ہوئی ہے۔۔۔۔۔ اور اس میں تو کوئی شک ہی
نہیں کہ انگریزی سرکار دیوبندیوں اور وہابیوں کے حق میں مہربان سرکار تھی: جیسا تو انگریزی دور
حکومت میں دیوبندی مذہب خوب پھولا اور پھلا۔ تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۲۵۷ و ۲۵۸ میں ہے کہ

۔۔۔۔۔ ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد صاحب
گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (نانوتوی صاحب) اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی
(امداد اللہ) صاحب دین و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بند و قچیوں (جنگ آزادی والوں)
سے مقابلہ ہو گیا یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی (انگریزی) سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگے
والا یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پر اصف جاما کے ڈٹ گیا اور
نکر نیازی سرکار پر جان نثاری کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ کے شجاعت و جوانمردی کہ جس
ہولناک منظر سے شیر کاپٹہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہر آب ہو جائے وہاں چند فقیر (رشید احمد
گنگوہی قاسم نانوتوی، حافظ ضامن وغیرہ) ہاتھوں میں تلواریں لئے جم عفیہر بند و قچیوں کے سامنے
ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں چناں چہ آپ (گنگوہی) پر فیروز ہوئے اور حضرت
حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیر ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے۔۔۔۔۔

حوالہ مذکور بالا محتاج تبصرہ نہیں کیوں کہ جو وہابی مولوی انگریزوں پر اپنا دین و ایمان قربان کر چکے
ہوں وہ اگر انگریزوں پر اپنی جانیں بھی فدا کر دیں تو اس میں حیرت کی کون سی بات ہے۔ ہاں پوری
بلت اسلام کو اس پر ضرور تعجب ہے کہ جو شخص انگریز پر جان نثاری کرتے ہوئے مار ڈالا جائے اس
کو وہابی اور دیوبندی شہید کہتے ہیں جیسا کہ وہابیوں نے حافظ ضامن صاحب کو شہید قرار
دیا ہے حالانکہ حافظ جی اللہ تعالیٰ کے راستے میں نہیں بلکہ انگریز کی طرف داری اور حمایت

تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۵ میں ہے۔

اور (مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی) سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں (انگریز) سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام (بغاوت) سے میرا بال بھی بیگانہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار (انگریز) مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔

اللہ اللہ۔ شہنشاہِ دین و دنیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں اکڑ اور سرتابی کا یہ عالم کہ جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا بھی مختار نہیں اور انگریز کے قدم پر سر بسجود ہوئے تو اس بری طرح کہ آپ ہی اُن داتا ہیں۔ سرکار ہی مالک و مختار ہیں جو چاہیں سو کریں۔ یہ ہے رسول دشمنی اور انگریز دوستی کا جیتا جاگتا مظاہرہ۔

یہ اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار ہے کہ اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے سرتابی کرنے والا انگریز کو اپنا مالک و مختار ٹھہرا کر اس کے دامن میں اپنی زندگی کی پناہ ڈھونڈ رہا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں دیوبندی توحید کے علمبردار ملا رشید احمد صاحب گنگوہی کے عقیدہ توحید کی قلعی بھی کھل گئی کہ انگریز کو اپنی زندگی اور موت کا مالک تسلیم کر لیا حالانکہ اس موقع پر ایک مرد مومن کی بولی یہ ہوتی ہے کہ انگریز اگر دشمن ہے تو ہوا کرے میں اپنے رب تبارک و تعالیٰ کا فرمانبردار ہوں۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ جو میرے رب کو منظور ہوگا وہی ہوگا میرا سر نیاز رضائے الہی پر خم ہے۔ اس کی بارگاہِ احدیت سے سرتابی کی مجال نہیں مگر جناب گنگوہی صاحب فرماتے ہیں میں تو اپنے سرکار انگریز کا فرمانبردار رہا ہوں اور انگریز بہادر ہی میرے مالک و مختار ہیں میری موت اور زندگی انھیں کے ہاتھ ہے فاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

یہی مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب ہیں جنھوں نے انگریزوں کی خواہش کے مطابق اپنی مہربان سرکار کے سائے میں بے خوف ہو کر عقائد کفریہ اور خیالات باطلہ کا خوب پرچار کیا ہے اور دل کھول کر اللہ و رسول کی جناب میں گالیاں لکھی ہیں اور ہندوستان میں وہابیت اور دیوبندیت پھیلا کر اختلاف و انتشار، فتنہ و فساد، لڑائی اور جھگڑے کا ایک نہ کٹنے والا سلسلہ



قائم کر دیا ہے اور اس طرح مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر اپنے مالک و مختار انگریزوں کی خوفناک سازش کو خوب کامیاب بنایا ہے۔ انہوں نے پہلے تو یہ عقیدہ گڑھ کر پھیلا یا کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹا ہونا ممکن ہے (براہین قاطعہ ص ۳) پھر اپنے دستخطی مہری فتویٰ میں یہ لکھا کہ ”وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے“ یعنی یہ بات ٹھیک ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ جھوٹا ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔

رسالہ تقدیس القدر جس کو جاں نثار برطانیہ مولوی رشید احمد صاحب نے خود لکھا اور اپنے معتبر شاگرد محمد حسین مراد آبادی کے نام سے شائع کیا۔ اس کے صفحہ ۷۸ پر لکھا ہے کہ

جوازِ وقوعی میں بحث ہے۔ (تقدیس القدر ص ۷۸)

یعنی اب گفتگو اس بات میں ہے کہ خدا جھوٹ بولا۔ نعوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ۔ یہی مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب تقدیس القدر ص ۷۹ میں لکھتے ہیں کہ ”گفتگو جوازِ وقوعی میں ہے نہ جوازِ امکانی میں۔“

یعنی خائے تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن تو ہے ہی لیکن اب گفتگو اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولا اس سے جھوٹ واقع ہو چکا۔ نعوذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی۔

یہی مولوی رشید احمد صاحب جو زندگی بھر انگریزوں کے دلی خیر خواہ رہے انہوں نے پیشوائے انبیاء سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شان پاک میں کھلم کھلا گستاخی کرتے ہوئے براہین قاطعہ ص ۵۱ میں ظاہر کیا کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم ہے۔

انہیں مولوی رشید احمد گنگوہی نے گستاخوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے براہین قاطعہ ص ۲ میں بیان کیا کہ

یہ عالم سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھائی کہنا قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔

عہ تقدیس القدر کے تمام حوالے ”رد شہاب ثاقب“ ص ۲۹۷ سے منقول ہیں۔

یہی حضرت گنگوہی صاحب ہیں جنہوں نے ایک جعلی جھوٹی گمراہ کن ایمان سوز حدیث گڑھ کر گستاخ
 وہابیوں کو بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گستاخی و بے ادبی کرنے کی تعلیم دی ہے جیسا کہ
 وہ اپنے فتاویٰ رشیدیہ مبہوب مطبوعہ کراچی ص ۸۵ میں لکھتے ہیں کہ

۔۔۔۔۔ چونکہ حدیث میں آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ
 مجھ کو بھائی کہو بایں رعایت تقویٰ الایمان میں اس لفظ کو لکھا ہے ۔۔۔۔۔

محترم ناظرین! "مجھ کو بھائی کہو" یہ سرکار اعظم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں بلکہ
 خود مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب نے اپنی طرف سے اپنے مقتدا اسمعیل دہلوی کی اندھی محبت
 میں ڈوب کر اس جعلی قول کو گڑھا اور اسے حدیث رسول ٹھہرا دیا ہے۔ آج سے آٹھ سال پیشتر میں
 نے بڑھیا ضلع بستی سے دارالعلوم دیوبند، کنز العلوم ٹانڈہ ضلع فیض آباد، اجیار العلوم مبارک پور
 ضلع اعظم گڑھ، غیر مقلد محدث عبد السلام بستوی دہلی کے نام اکنائے لجنٹ کے ساتھ رجسٹر یاں مع
 جوابی لفافہ روانہ کیں۔ اور مذکور بالا جعلی حدیث گنگوہی کا پتہ دریافت کیا۔ آخر الذکر کے علاوہ سب

درس گاہوں سے جواب آیا کہ ہمیں اس حدیث کا پتہ نہیں معلوم غیر مقلد محدث صاحب نے بار بار ذریعہ پوسٹ
 کار ڈیا وہابی کے باوجود اب تک کوئی جواب نہیں دیا اور جواب کیلئے میرا بھیجا ہوا لفافہ انہوں نے واپس نہ کیا۔
 مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند جنہوں نے مولوی گنگوہی صاحب کی ہمراہی میں

اپنے آقا انگریز پر جاں نثاری کرتے ہوئے جنگ آزادی والوں سے اٹل پہاڑ کی طرح جم کر جنگ کی انہوں
 نے بھی نئے کفری عقائد پھیلا کر مسلمانوں کا دین و ایمان جگاڑنا اور انہیں دیوبندی بنانا شروع کیا اور اس طرح
 انگریزوں کی خطرناک سازش کو بھرپور قوت پہنچائی۔ انہیں مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے قادیانی

مذہب کو سہارا دیتے ہوئے کتاب تحذیر الناس لکھی جس میں انہوں نے حضور خاتم الانبیاء سرکار
 مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے سے انکار کیا ہے اور مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی
 کوشش کی ہے کہ خاتم النبیین کا معنی نبی آخر الزمان سمجھنے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے لئے کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی چنانچہ وہ اپنی کتاب تحذیر الناس ص ۳ میں لکھتے ہیں کہ
 ۔۔۔۔۔ عوام (جاہلوں) کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے

عہ ہم مسلمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھتے ہیں۔

کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم (سمجھ دار لوگوں) پر روشن ہو گا کہ تقدیم یا تاخیر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔
پھر تحذیر الناس ص ۲۸ میں لکھتے ہیں کہ

۔۔۔۔۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت

محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔۔۔۔۔

تحذیر الناس کی ان دونوں کفری عبارتوں نے خوب واضح کر دیا کہ مولوی نانوتوی کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی آخر الزماں نہیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ملا نانوتوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی نئے نبی پیدا ہونے کو جائز مانا۔ یہ تحذیر الناس وہی کتاب ہے جس نے گمراہی اور بیدینی پھیلا کر سیکڑوں مسلمانوں کا ایمان برباد کر دیا۔ یہ کتاب اسلامی عقائد کے کس قدر مخالف ہے اس کا اندازہ کرنے کے لئے حوالہ ذیل ملاحظہ کیجئے۔

الافاضات الیومیہ حصہ چہارم ص ۵۸ زیر ملاحظہ ۹۲۷ میں ہے کہ دیوبندیوں کے پیشوا جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے فرمایا کہ

۔۔۔۔۔ جس وقت مولانا قاسم نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی

نے ہندوستان بھر میں مولینا کی ساتھ موافقت نہیں کی۔ بجز مولانا جلالی صاحب کے۔۔۔۔۔

مولوی تھانوی صاحب کے اس واضح بیان نے کلم کھلا ثابت کر دیا کہ بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کی لکھی ہوئی کتاب تحذیر الناس ایسی باطل اور ایمان سوز ہے کہ خود ملا نانوتوی کے ہم مذہب دیوبندی مولویوں نے بھی ان کے ساتھ موافقت نہ کی۔۔۔۔۔ یہ اور بات ہے کہ سادہ لوح نادان عوام مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینے کے لئے مولوی اشرف علی تھانوی اور دیگر دیوبندی عالموں نے اٹھتے میں تحذیر الناس کی تصدیق کر دی ہے کہا جاتا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی نے مدرسہ دیوبند جاری کر کے مسلمانوں پر بڑا بھاری احسان کیا ہے میری طرف سے گزارش

صلعم لکھنا حرام ہے۔ ہم لوگ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھتے ہیں عہد افاضات یومیہ میں یوں ہی ہے۔

ہے کہ ملا قاسم نانوتوی نے مدرسہ دیوبند جاری کر کے مسلمانوں کا دین و ایمان تباہ کیا۔ اسلامی عقائد کو کچلا۔ مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر انگریزی سازش کو کامیاب بنایا تو ان کا احسان ایمان والوں پر نہیں بلکہ وہابیوں کے سرپرست انگریزوں پر ہے۔

برٹش گورنمنٹ کا سالانہ وظیفہ

انگریزوں کی خوش قسمتی سے ان کو ایک ایسے مولوی صاحب مل گئے جو پبلک میں حافظ، قاری، حاجی، مدرس، مفتی، پیر و مرشد، قادری اور چشتی کے نام سے مشہور کئے گئے تھے اور وہ ہیں وہابیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی۔ انگریز تو پہلے ہی سے مطمئن تھے کہ وہابی مولوی پیدائشی طور پر انگریزی راج کے وفادار، جاں نثار اور دلی خیر خواہ رہے اور ہیں بس انھوں نے طے کر لیا کہ اگر مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو برطانوی پالیسی کا خصوصی آلہ کار بنایا جائے تو ہماری اسکیم کو امید سے زیادہ کامیابی حاصل ہوگی کیونکہ مولوی تھانوی صاحب اپنے فتویٰ کے ذریعہ گمراہی اور بیدینی کا سیلاب بہا سکتے ہیں۔ پیری مریدی کی آڑ میں مسلمانوں کے درمیان فتنہ، فساد اور اختلافات کی آگ اس طرح بھڑکا سکتے ہیں کہ شہر دیہات اور قصبہ جنگ و جدال کا اکھاڑا بن جائے گا۔ پھر تو برطانوی حکومت نے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو فرائض منصبی سپرد کر کے ان کے لئے چھ سو روپے ماہوار کا وظیفہ مقرر کر دیا لیکن یہ سب معاملات بڑی رازداری کے ساتھ طے کئے گئے تاکہ پبلک کو کانوں کان خبر نہ ہو سکے چنانچہ دیوبندیوں کے شاہد عادل مستند فاضل مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے جمیع علماء ہند کے وفد کے سامنے یہ بیان دیا کہ

دیکھتے حضرت مولینا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اور آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت (برطانیہ) کی جانب سے دیئے جاتے تھے اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی

رحمتہ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ (انگریزی) حکومت دیتی ہے مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گزرتا تھا۔ (مکالمۃ الصدرین ص ۹)

یہاں ہمیں برٹش حکومت کے رازدارانہ عنوان سے کوئی بحث نہیں بلکہ یہ ثابت کرنا ہے کہ وہابیوں کی اپنی انگریزی سرکار جناب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو سالانہ سات ہزار دو سو روپے کی لمبی رقم دیتی تھی۔ اب قابل غور امر یہ ہے کہ کیا مولوی تھانوی صاحب عیسائی برطانوی حکومت کے سرکاری پیرو مرشد تھے؟ کیا مولوی تھانوی صاحب انگریزوں کے سرکاری پیشوا تھے؟ آخر مولوی تھانوی صاحب سے انگریزی حکومت کو ایسی کون سی خصوصی عقیدت تھی کہ جس کے پیش نظر وہ ماہوار رقم حاضر خدمت کیا کرتی تھی۔ جو لوگ برطانوی پالیسی اور انگریز کی چالبازی سے آگاہ ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ تھانوی صاحب نہ تو برطانیہ کے پیرو مرشد تھے نہ انگریزی حکومت کو ان سے کوئی عقیدت تھی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مولوی تھانوی صاحب انگریزی حکومت کے آلہ کار تھے۔ مسلمانوں میں بد عقیدگی اور وہابیت پھیلا کر پھوٹ ڈالنے کا کام محسن و خوبی انجام دیتے تھے اور پھوٹ ڈلوانا ہی انگریزوں کا مقصد تھا جس کے لئے وہ سات ہزار دو سو روپے کی لمبی رقم ادا کرتے تھے۔ واضح رہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی انگریزوں کے بڑے ڈلارے ایجنٹ (کارندہ) تھے۔ انگریز مولوی تھانوی صاحب کو ماہوار وظیفہ دینے کے ساتھ ساتھ ان کے آرام و آسائش کا بھی بڑا خیال رکھتے تھے چنانچہ الافاضات ایومیہ حصہ چہارم ص ۶۹۷ زیر ملاحظہ ۱۱۳۶ میں ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے بیان کیا کہ

۔۔۔ ایک شخص نے مجھ (اشرف علی) سے دریافت کیا تھا کہ اگر تمہاری حکومت ہو جائے تو انگریزوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرو گے میں نے کہا محکوم بنا کر رکھیں گے کیوں کہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم بنا کر ہی رکھیں گے مگر ساتھ ہی اس کے (انگریزوں کو) نہایت راحت و آرام سے رکھا جائے گا اس لئے کہ انھوں نے (یعنی انگریزوں نے) ہمیں (مولوی اشرف علی تھانوی کو) آرام پہنچایا ہے۔

عہ رابح الوقت سکے سے تقریباً دو لاکھ سولہ ہزار روپے

یہی مولوی اشرف علی تھانوی صاحب ہیں جن کے پاس ان کے ایک مرید نے خط بھیجا جو ماہنامہ الامداد ص ۳۳ و ص ۳۵ شمارہ ۵ جلد ۲ بابت ماہ صفر ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۱۹۱۶ء عیسوی مطبوعہ مطبع امداد المطابع تھانہ بھون سے ذیل میں حرف بحرف نقل کیا جاتا ہے۔

_____ ایک روز کا ذکر ہے کہ (میں ماہنامہ) حسن العزیز دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت

تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا۔ رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھ دیا لیکن بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہو گئی اس لئے رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام (اشرف علی رسول اللہ) لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں۔ اس کو صحیح پڑھنا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ (یعنی اشرف علی رسول اللہ) نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر نا طاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَوَلَدِنَا وَمَوْلَانَا أَشْرَفِ عَالَمِينَ۔ حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے

روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعثِ محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

محترم ناظرین! تھانوی صاحب کے مرید کے اس خط کو پڑھ کر آپ حضرات تو یہی گمان کریں گے کہ تھانوی صاحب نے اپنے مرید کے خواب کو القائے شیطانی قرار دیا ہو گا اور بیداری والے کفری جملہ سے تو بہ کی تلقین کی ہو گی اور رہا زبان کے بے قابو ہو جانے کا جھوٹا بہانہ، تو اسے شیطانی فریب ٹھہرایا ہو گا مگر ان باتوں کے برخلاف تھانوی صاحب نے اشرف علی رسول اللہ اور نبینا اشرف علیٰ چہنپے والے مرید کی پیٹھ ٹھونکی اور ان صریح کفری جملوں کے بولنے سے مرید کو جو برائے نام کھٹک تھی اسے دفع کرتے ہوئے اس کی حوصلہ افزائی کی اور اسے اطمینان دلایا کہ خواب و بیداری کے جو واقعات تمہیں پیش آئے وہ صرف اس لئے تھے کہ خود تم مطمئن ہو جاؤ کہ تمہارا پیر تھانوی بیرو سنت ہے اب تھانوی صاحب کا اصل جواب ملاحظہ ہو لکھتے ہیں

جواب۔ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس (پیر) کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ

تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۴، ۲۵ شوال ۱۳۲۵ھ۔ (مذکور بالا الامداد ص ۳۵)

تھانوی صاحب نے مرید کا خط اور اپنا جواب رسالہ الامداد میں شائع کر کے اپنے مریدوں کو یہ تاثر دیا کہ جس مرید کی زبان سے بلا دروغ اشرف علی رسول اللہ ادا ہو جایا کرے وہ اطمینان رکھے کہ میں پیر کی محبت میں پکا ہوں اور میرا پیر تھانوی واقعی متبع سنت ہے اور جس کی زبان قابو میں ہو اور اشرف علی رسول اللہ کا کلمہ پڑھنے پر تیار نہ ہو وہ سمجھ لے کہ میں تھانوی کا کچا مرید ہوں۔

اور اگر یہ تاثر نہ دینا ہوتا تو تھانوی صاحب، مرید کے خط اور اپنے جواب کو کتاب میں شائع نہ کرتے انگریزی حکومت کی ٹھنڈی چھاؤں میں رہنے کا فائدہ تھانوی صاحب نے خوب حاصل کیا کہ جس گمراہی کو چاہا اسے بے خوف ہو کر پھیلایا۔

یہی مولوی اشرف علی تھانوی صاحب ہیں جنہوں نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام کے پیشوا سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں، جانوروں اور چوپایوں کے علم غیب کی طرح فرار دے کر حضور کی شان میں کھلی ہوئی گالی دی ہے جیسا کہ وہ اپنی کتاب حفظ الایمان ص ۹ میں لکھتے ہیں

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو غیب جاننے والا ماننا) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہوں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو، بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔۔۔

شان رسالت میں یہی وہ گھنونی گالی ہے جس پر پوری ملت اسلامیہ رنج و غم سے سوگوار ہے لیکن انگریزوں کے پروردہ مولوی تھانوی صاحب "سیاں بھٹے کو نوال اب ڈرکے کا" کے مطابق اپنی اخیر عمر تک اس گستاخی پر اڑے رہے۔ پھر اس نجس گستاخ عبارت کی طرف داری کرتے ہوئے علمائے دیوبند کا اس کی حقانیت پر مضامین اور کتابیں لکھنا نیز بحث و مناظرہ کرنا روشن ثبوت ہے کہ انگریز سالانہ سات ہزار روپے خرچ کر کے بہت فائدے میں رہے اس سو دا میں انھیں گھٹانا رہا۔

اب لکھے ہاتھوں دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت کے بارے میں بھی ایک ضروری حوالہ ملاحظہ کر لیں۔

مکالمۃ الصدرین مرتبہ طاہر احمد قاسمی ص ۷۵ میں ہے کہ

مولانا حفظ الرحمن صاحب (سیو ہاروی ناظم اعلیٰ جمعیتہ العلماء ہند) نے کہا ایاں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تبلیغی تحریک کو ابتداء (شروع شروع میں) حکومت برطانیہ کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔

مولوی ایاں کاندھلوی دیوبندی کی قائم کردہ تبلیغی جماعت کے متعلق وہابیوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ وہ خالص اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں گھوم گھوم کر مسلمانوں کو کلمہ توحید لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ پڑھاتی اور نماز وغیرہ سکھاتی ہے اسی تبلیغی جماعت کے بارے میں دیوبندی وہابیوں کے مستند عالم مولوی حفظ الرحمن ناظم جمعیتہ العلماء ہند شہادت دے رہے ہیں کہ نصرانیوں کی انگریز گورنمنٹ تبلیغی جماعت کو حاجی رشید احمد کی معرفت روپیہ دیتی تھی۔ تو کیا کوئی بھی مسلمان یہ باور کر سکتا ہے کہ تمثیل پرستوں کی انگریز گورنمنٹ کلمہ توحید لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تبلیغ، نماز، روزہ وغیرہ کی اشاعت

کے لئے تبلیغی جماعت کو روپیہ دیگی؟ ہرگز نہیں تو واضح ہو گیا کہ کلمہ اور نماز وغیرہ کی مناسبتی تبلیغ کی آرٹ میں اسلام کے خلاف کوئی گہری سازش ضرور در نہ کلمہ طیبہ کی تبلیغ، نماز وغیرہ کی اشاعت کے لئے انگریز گورنمنٹ کا روپیہ خرچ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں نے وہابی مولویوں سے رازدارانہ معاہدہ کر رکھا ہے کہ تم مجھ سے روپیہ لے کر مسلمانوں کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لو اور جب ان پر قابو پاؤ تو اپنے تقدس اور اتباع شریعت کا ڈھونگ رچ کر مسلمانوں میں نئے نئے عقیدے پھیلاؤ۔ اولیائے کرام کی قبروں پر جانے والوں کو بدعتی کہو، یا غوث، یا رسول اللہ پکارنے والوں کو مشرک کہو، میلاد و قیام کرنے والوں پر پھبتی کسو، تو مسلمانوں میں خود ہی پھوٹ پڑ جائے گی۔ اس طرح سے ہمارا اور تمہارا دونوں کا مقصد حاصل ہوتا رہے گا۔ تم ایک ٹولی کے قائد و پیشوا بن جاؤ گے اور ہم بھی مسلمانوں کو اختلاف و انتشار کی آگ میں جلتے ہوئے دیکھ کر چین و سکون کی بانسری بجائیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انگریزوں کے مقرر کردہ مولوی اور لیڈر جو برطانوی حکومت کے دلی خیر خواہ، وفادار اور جاں نثار بن چکے تھے انھوں نے ساڑھے تیرہ سو برس سے زیادہ قدیم اور پرانے اسلام کی صورت بگاڑنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی اور اپنے آقا انگریز کی خوفناک سازش کو قوت پہنچانے اور انگریزی حکومت کو مستحکم و مضبوط بنانے کے لئے اختلاف و انتشار، فتنہ و فساد کا ہولناک آتش کدہ تیار کر کے اس میں مسلمانوں کو نہایت بے دردی کے ساتھ جھونک دیا اور اس طرح ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھیر کر مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

ملا فسادی شاہ جناب خلیل احمد بہرائچی دیوبندی اپنی مایہ ناز کتاب فسادی ملا صفحہ ۱۰
سطر ۲، ۳ میں لکھتے ہیں کہ

۔۔۔۔۔ انگریزوں نے علمائے حق کے مقابلے کے لئے شکم پرست بندگانِ زر بدعتی ملاؤں کو اپنا آلہ کار بنایا۔

ملا فسادی شاہ جناب خلیل احمد بہرائچی دیوبندی کی نگاہ میں وہابی مولوی ہی علمائے حق اور سنی علماء انگریزوں کے آلہ کار تھے چنانچہ وہ اپنے اس مضمون بالا میں علمائے اہلسنت ہی کو شکم پرست اور بدعتی ملا کہہ رہے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ملا خلیل احمد صاحب بہرائچی اپنی وہابی

کے باعث مولویان و ہابئیہ کی بیجا حمایت اور ناحق طرف داری میں بڑی طرح اندھے ہو چکے ہیں ورنہ
 حیاتِ طیبہ، تاریخِ عجیبہ اور تذکرۃ المرشدین وغیرہ کتابوں نے کھلم کھلا بیان کر دیا ہے کہ پرمیہاں
 سید احمد، مولوی اسمعیل دہلوی، وہابی لیڈر سر سید علی گڑھی، الطاف حسین حالی پیشوا بیان
 وہابیہ مولوی رشید احمد، مولوی قاسم بانی مدرسہ دیوبند، مولوی ایاس کاندھلوی بانی تبلیغی
 جماعت، مولوی اشرف علی صاحب تھانوی وغیرہ انگریزوں کے آلہ کار، جاں نثار، وقادار، برطانوی
 پولیسکل ایجنٹ تھے لہذا شکم پرست، بندگان زر، بدعتی مٹا اور علمائے سوہی وہابی مولوی اور
 لیڈر ہیں لیکن فتنہ پروروں اور فسادیوں کو حق سو جھانی نہیں دیتا۔ اللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ
 حَقًّا وَاٰلِهْمَنَا اتِّبَاعَهُ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَاَرِنَا رُفْقَانَا جَنَابَهُ۔



مجدد اعظم کی آمد

اور الحاد و بے دینی کی کالی گھٹاؤں کا خاتمہ



مولوی اسمعیل صاحب دہلوی کے زمانے سے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے زمانے تک ہندوستان کے مشہور ریفارمروں، مصلحوں، لیڈروں اور مولویوں کے مختصر حالات اور ان کے الحاد و بیدینی کا ایک ہلکا پھلکا خاکہ ہم مستند کتابوں کے حوالے سے پیش کر چکے جس سے آپ کو خوب اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اس طویل دور میں اسلام پر کتنے شدید حملے ہوتے رہے۔ سب سے پہلے مولوی اسمعیل صاحب اسلام پر حملہ کرتے ہوئے آواز بلند کرتے ہیں کہ تمام اولیاء اور انبیاء اللہ کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں (تقویت الایمان ص ۲۷) ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (یعنی نبی ہو یا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی زیادہ ذلیل ہے (تقویت الایمان ص ۱۹) رسول اللہ کو عیب کی کیا خبر (تقویت الایمان ص ۵۷) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی چیز کے بھی مختار نہیں (تقویت الایمان ص ۵۲) معاذ اللہ تعالیٰ من ہذہ الاقوال الباطلہ۔

سر سید خاں علی گڑھی کا اعلان ہوتا ہے کہ جنت و دوزخ، جزا و سزا، اور وحی ربانی کوئی چیز نہیں، جبریل، میکائیل اور دیگر فرشتوں کا کوئی وجود نہیں (تفسیر القرآن مصنفہ سر سید) حالی

پانی پتی کا شور یہ کہ نَبِيُّ الْمُرْسَلِينَ اَفْضَلُ الْاَنْبِيَاءِ سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم پر صرف اتنی بڑائی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایلمچی ہیں اور ہم ایلمچی نہیں (مسدس حاکمی) مرزا غلام احمد قادیانی ایک طرف حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دے رہا ہے اور دوسری طرف اپنی جھوٹی بناوٹی نبوت کا نقارہ پیٹ رہا ہے۔

مولوی شبلی صاحب ندویت اور صلح کلیت کا آزادانہ بے دھڑک پرچار کر رہے ہیں اور دہریوں کے عقائد باطلہ کو اسلامی تعلیمات میں ٹھونسنے جا رہے ہیں۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بلا روک ٹوک دیوبندیت کی اشاعت کر رہے ہیں یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم غیب کے برابر قرار دے رہے ہیں بہشتی زیور حصہ اول کے ہوناک دہانے سے مسلمانوں کے اوپر کفر و شرک کے گولے برس رہے ہیں۔ مولوی قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی نئے نبی پیدا ہو سکنے کا صور پھونک رہے ہیں۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی خدائے تعالیٰ کے متعلق جھوٹ بولنے کا گندہ عقیدہ پھیلا رہے ہیں۔ ملک الموت اور ابلیس لعین کے علم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کے کم ہونے کا شور مچا رہے ہیں۔ دہابیت، دہریت، لاندہبیت، نیچریت، مرزائیت، دیوبندیت، ندویت اور صلح کلیت کی کالی کالی گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں۔ الحاد و بیدینی کا دور دورہ تھا۔ دیوبندیت کا قانون اتنا سخت تھا کہ ادھر یا رسول اللہ کہا ادھر کفر و شرک کی توپ دم ہوئی۔ وہابیت کے دبدبہ کا عالم یہ تھا کہ جس نے یا غوث پکارا وہ مشرک، جس نے اپنے لڑکے کا نام عبد اللہ یا عبد الرسول نبی بخش یا امام بخش، غلام محی الدین یا غلام معین الدین رکھ دیا وہ مشرک۔ میلاد شریف کی مجلس قائم کرنے والا مشرک کھڑے ہو کر سلام پڑھنے والا مشرک۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب داں ماننے والا مشرک حد یہ کہ دولہا کے سر پر سپرہ باندھنے والا مشرک، حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر سمجھنا کفر، اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے مدد مانگنا کفر، اولیائے کرام کو پکارنا کفر، نیاز و فاتحہ جرم، قبر پر اذان دینا جرم، عرس کرنا جرم، انبیاء عظام اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری کے لئے سفر کرنا جرم۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سبیل کرنا جرم۔ الغرض سارے تیرہ سو برس سے زیادہ قدیم اور پرانے مقدس اسلام کی صورت بگاڑنے میں ان لوگوں نے کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا اور انگریزی حکومت کی وفاداری میں مسلمانوں کو متعدد فرقوں اور مختلف جمہوں میں بانٹ

کر ان کو تباہی کے غار میں پہونچا دیا۔

اب جب کہ پورے ہندوستان کی فضا نیچریت 'دہریت' و ہابیت و دیوبندیت کی تیز و تند آندھیوں سے غبار آلود ہو چکی تھی۔ الحاد و بیدینی کی گھاٹوں کی تاریکی چاروں طرف چھا چکی تھی۔ بد مذہبی اور بد عقیدگی کی کالی کالی گھاٹوں نے ایمان و ہدایت کی روشنی کو ڈھانپ کر رکھا تھا۔ خود ساختہ مفکرین اسلام اپنی تاویلات سے اسلامی مسائل اور شرعی احکام کی اصلی شکلیں بگاڑ چکے تھے۔ محدث اور مولوی کہلانے والے اللہ قدوس و سبحوح کی ردائے عظمت پر جھوٹ کا دھبہ لگا رہے تھے۔ مولانا اور مفتی بننے والے حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن اقدس پر بے ادبی اور گستاخی کا کینچر طمان رہے تھے۔ دین کے ڈاکو مسلمانوں کا متاع ایمان لوٹتے جا رہے تھے۔ مذہب کے بھیڑیے مصطفیٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑوں پر مسلسل حملے کئے جا رہے تھے۔ تو ان حالات میں مقدس اسلام کو ایک ایسے مجدد اعظم کی ضرورت تھی۔

○ جو حضور سراپا نور سید انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سچا وارث بن کر اپنی نورانی کرنوں سے بد مذہبی کی کالی گھاٹوں کو تتر بتر کر دے۔

○ جو جلالِ موسیٰ علیہ السلام و الشنا کا پرتو بن کر اللہ تعالیٰ کی ردائے عظمت میں جھوٹ کا دھبہ لگانے والوں کو جلا کر رکھ کر دے۔

○ جو حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں پر قہر الہی کی بجلی بن کر گرے۔

○ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نائب بن کر اپنے قلمی تلوار سے تھانوی اور پنجابی مسیلمہ کذاب کو موت کے گھاٹ اتار دے۔

○ جو امام اعظم ابو حنیفہ کا آئینہ بن کر اسلامی مسائل اور شرعی احکام کے چہروں سے گرد و غبار صاف کر کے ان کو اپنی اصلی شکل میں پیش کرے۔

○ جو حضور عورت اعظم شہنشاہ بغداد کا منظر بن کر الحاد کی گھاٹوں کی تاریکیوں کو چیر دے۔

○ جو اپنے زمانے کا امام ابو منصور ماتریدی اور امام ابوالحسن اشعری بن کر ڈارون اور نیوٹن کے فلسفے کا شیشہ چکنا چور کر دے اور نیچریت کی کھال ادھیڑ کر رکھ دے۔

○ جو آفتاب رشد و ہدایت بن کر وہایت کی تیز و تند آندھیوں کا مقابلہ کرے۔

○ جو دین کا بادشاہ بن کر ایمان کے ڈاکوؤں کا بھیجا نکال کر باہر کر دے۔

○ جو محمدی کچھار کا شیر بن کر مذہبی بھیر یوں کا قلع قمع کر دے۔

○ جو اپنے تجدیدی کارناموں سے امت مرحومہ کا دین تازہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مردہ سنتوں کو زندہ کر دے۔

چنانچہ پیارے اسلام کے محافظ حقیقی رب تبارک و تعالیٰ نے اپنے مقدس دین کی حفاظت و حمایت کے لئے ایک ایسے بندے کو پیدا فرمایا جو مذکورہ بالا اوصاف میں کامل ہونے کے ساتھ ساتھ اور دوسری بے شمار خصوصیات کا بھی حامل تھا۔ جانتے ہو یہ بندہ کون ہے؟ — اچھا ابھی آگے پڑھو۔

صحیح حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةٍ سَنَةٍ مِنْ بَعْدِ لَهَا دِيْنَهَا (ابوداؤد شریف جلد ثانی ص ۲۲۱) یعنی ہر صدی کے ختم پر اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ ایک مجدد ضرور بھیجے گا جو امت کے لئے اس کا دین تازہ کر دے۔

اسلامی بولی میں مجدد دُا سے کہتے ہیں جو امت کو بھولے ہوئے احکام شرعیہ یاد دلائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مردہ سنتوں کو زندہ فرمادے۔ فقہ و کلام کے الجھے ہوئے معرکہ الارار مسائل کو سلجھائے۔ اپنی علما بے سطر کے ذریعہ اعلیٰ کلمۃ الحق فرما کر باطل اور اہل باطل کی جھوٹی شوکت کو مٹا دے۔

حدیث شریف کی رہنمائی کے مطابق جب ہم چودھویں صدی پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں ایک ایسا مجدد نظر آتا ہے جو چودھویں رات کے چاند کی طرح اپنی شان مجددیت میں درخشاں اور ناباں ہے فضل و کمال کیساتھ ہر ایک علم میں اللہ و رسول (جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنے دین کے اس مجدد کو وہ بلند مرتبہ عطا فرمایا جس کے سامنے عرب، عجم، جل و حرم کے بڑے بڑے علماء نے سر نیاز خم کئے جس کے علمی دبذ سے ایشیا کے فلاسفہ لرزتے رہے جانتے ہو اس عظیم المرتبت مجدد کا نام کیا ہے؟ — لو اب ہم سے سنو اس کا پیارا نام عبد المصطفیٰ احمد رضا ہے جو اسلامی دنیا میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے نام سے مشہور ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنا وعن اهل سنت والجماعة۔

اعلیٰ حضرت کا نسب نامہ



اور خاندانی حالات کا مختصر خاکہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بن حضرت مولانا نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں بن مولانا حافظ کاظم علی خاں بن مولانا شاہ محمد اعظم خاں بن حضرت محمد سعادت یار خاں بن حضرت محمد سعید اللہ خاں
رَحْمَةُ اللهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ۔

① حضرت محمد سعید اللہ خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قندھار (ملک افغانستان) کے با عظمت قبیلہ بڑیچ کے پٹھان تھے۔ حکومت مغلیہ کے زمانے میں لاہور تشریف لائے اور معزز عہدوں پر فائز رہے۔ لاہور کا شیش محل انھیں کی جاگیر تھا پھر وہاں سے دہلی تشریف لائے۔ اس وقت آپ شش ہزاری عہدے پر فائز تھے۔ دربار شاہی سے آپ کو شجاعت جنگ کا خطاب ملا

② حضرت محمد سعادت یار خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کو حکومت مغلیہ نے ایک جنگی مہم سر کرنے کے لئے روہیلکھنڈ بھیجا۔ فتحیابی کے بعد فرمان شاہی پہنچا کہ آپ کو اس علاقہ کا صوبہ دار بنایا گیا ہے لیکن اس وقت آپ بستر وصال پر تھے اور سفر آخرت کی تیاری فرما رہے تھے۔

③ حضرت مولانا محمد اعظم خاں علیہ الرحمۃ والرضوان بریلی تشریف فرما ہوئے۔ کچھ دن حکومت کے عہدہ وزارت پر فائز رہے پھر امور سلطنت سے بالکل الگ ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے لگے۔ آپ نے تبرک دنیا فرما کر شہر بریلی کے محلہ معماران میں اقامت اختیار

فرمائی۔ وہیں مزار پاک بھی ہے۔ آپ کا شمار صاحبِ کرامت اولیاء میں ہے۔

④ حضرت مولانا حافظ کاظم علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان شہر بدایوں کے تحصیلدار تھے اس زمانے کا یہ عہدہ آج کل کے ڈی۔ ایم کے منصب کا قائم مقام تھا۔ دو سو سو روپے بٹالین آپ کی خدمت میں رہا کرتی تھی آپ کو آٹھ گاؤں معافی جاگیر میں ملے تھے۔

⑤ قطب الوقت مولانا شاہ رضا علی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانے کے بے مثل عالم اور ولی کامل گزرے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے خاندان میں آپ ہی کے وقت سے حکمرانی کا رنگ ختم ہو کر فقر و درویشی کا رنگ غالب آ گیا ورنہ آپ سے پہلے بزرگوں کا یہ عالم تھا کہ شروع میں امور سلطنت کے عہدوں پر فائز رہتے پھر آخر میں اس سے الگ ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے لیکن یہ سلسلہ حضرت مولانا شاہ رضا علی کی ذات سے ختم ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے دنیوی حکومت کا کوئی عہدہ اختیار نہ فرمایا اور ابتداء ہی سے زہد و تقویٰ، فقر و تصوف کی زندگی گزار لی۔ آپ کی ذات گرامی سے بہت سی کرامتیں ظہور میں آئی ہیں۔

⑥ حضرت مولانا شاہ نقی علی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد ماجد شاہ رضا علی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے آپ اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم بے مثل مناظر بے نظیر مصنف گزرے ہیں آپ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی و خدمت اور حضور انور کے دشمنوں پر غلظت و شدت کے لئے پیدا فرمایا تھا۔



اعلیٰ حضرت سر کی ولادت باسعادت

اعلیٰ حضرت کی ولادت باسعادت (پیدائش) دس شوال ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۳ جون ۱۸۵۴ء موافق
 الہیٹھ سدی ۱۹۱۳ء سمیت روز شنبہ ظہر کے وقت شہر بریلی شریف محلہ جسولی میں ہوئی۔ پیدائشی
 نام "محمد" اور تاریخی نام "المختار" ہے۔ خیر امجد مولانا رضا علی نے آپ کا اسم شریف "أَحْبَبُ
 رَضًا" رکھا۔ خود اعلیٰ حضرت نے اپنی ولادت کا سن ہجری اس آیت کریمہ سے نکالا ہے۔

أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ

۱۲

۱۳

۱۴

یعنی یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے
 ان کی مدد فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
 يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ
 أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ه
 یعنی تو نہ پائے گا انہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے
 پائے جنہوں نے خدا اور رسول سے مخالفت کی ہے چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز
 ہی کیوں نہ ہوں یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح
 سے ان کی مدد فرمائی۔

آیت کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
 کے دشمنوں سے نفرت کرے گا۔ ان سے بیزار ہو کر تنکا توڑ الگ رہے گا۔ ان سے میل جول دوستی

نہ رکھے گا تو اس کے لئے وعدہ الہیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایمان نقش فرمادے گا اور اس کو اپنی مدد خاص سے نوازے گا۔ اپنے اور غیر سب جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کی ذات گرامی خدا و رسول کے مخالفوں اور دشمنوں سے نفرت کرنے اور بیزار رہنے میں سبب کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہذا یہ کہنا بالکل سجا اور درست ہے کہ اعلیٰ حضرت خدائے تعالیٰ کے ان خاص بندوں میں ہیں جن کے دلوں میں خدائے تعالیٰ نے ایمان نقش فرمادیا ہے چنانچہ خود اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے کہ اگر میرے دل کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا اِلهَ اِلَّا اللهُ اور دوسرے پر لکھا ہوگا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ط (جل جلالہ) و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

یوں تو بہت سے مولویوں، لیڈروں، پیروں اور عالموں کی بھی ولادت ۱۲۶۲ھ میں ہوئی ہوگی لیکن اگر آپ اعلیٰ حضرت کی پاکیزہ زندگی پر ایک نظر ڈالیں تو بیساختہ کہہ اٹھیں گے کہ آیت کریمہ

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ

۱۲

ھ

۷۲

کاتاج کرامت اعلیٰ حضرت کے سراقدس پر کتنا پرزیر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ خَوَانِي وَسَلْسَلَةٌ تَعْلِيْمٌ

حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بسم اللہ خوانی کی رسم کے موقع پر ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ آپ کے اتاذ محترم نے حسب دستور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے بعد الف، ب، ت، ث، ج وغیرہ حروف تہجی آپ کو پڑھانا شروع کیا۔ اتاذ کے بتانے کے مطابق آپ

عہ ملفوظات حصہ سوم عنہ حیات اعلیٰ حضرت ص ۳۲ جلد اول

پڑھتے گئے جب لا (لام الف) کی نوبت آئی۔ استاذ نے فرمایا کہ لا لام الف تو اعلیٰ حضرت خاموش ہو گئے اور لام الف نہیں پڑھا۔ استاذ نے دوبارہ کہا۔ میاں صاحبزادے! کہو لام الف حضور نے فرمایا یہ دونوں حرف تو میں پڑھ چکا ہوں۔ الف بھی پڑھا اور لام بھی پڑھ چکا ہوں۔ اب دوبارہ کیوں پڑھا یا جا رہا ہے؟ محفل بسم اللہ خوانی میں حضور کے جِدًّا اَحْبَدُ حضرت مولانا شاہ رضا علی خاں قدس سرہ نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لا الف پڑھا لیکن حضرت جد امجد کے چہرہ کی طرف مُسْتَفْسِرًا نہ نگاہ ڈالی۔ حضرت جد امجد نے اپنے فراست ایمانی سے بھانپ لیا کہ گویا یہ ننھا بچہ کہہ رہا ہے کہ آج کے سبق میں تُو حُرُوفٌ مُفْرَدَةٌ کا بیان ہے پھر ان کے درمیان ایک مرکب لفظ کیسے آگیا۔ اگر بچہ کی ننھی عمر کے اعتبار سے لام کے ساتھ الف ملانے کی وجہ بیان کرنا قبل از وقت بات تھی مگر حضرت جد امجد نے نور باطنی سے ملاحظہ کیا کہ یہ لڑکا فضل ربانی سے اقلیم علم و فن کا تاجدار ہونے والا ہے اس وقت بچہ کی عمر تو ضرور ننھی ہے مگر اس کا ادراک و شعور بفضلہ تعالیٰ ننھا نہیں اس لئے آپ نے اعلیٰ حضرت سے فرمایا بیٹا! شروع میں سب سے پہلا حرف جو تم نے پڑھا ہے وہ حقیقت میں ہمزہ ہے الف نہیں اور اب لام کے ساتھ جو حرف ملا کر تم پڑھ رہے ہو وہ الف ہے لیکن چونکہ الف ہمیشہ ساکن رہتا ہے اور تنہا ساکن حرف کو کسی طرح پڑھا نہیں جاسکتا اس لئے لام کے ساتھ الف کو ملا کر اس کا بھی تلفظ کر دیا گیا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ اگر یہی مقصود تھا کہ الف کا تلفظ کرایا جائے۔ تو اسے کسی بھی حرف کے ساتھ ملا سکتے تھے مثلاً ب یا جیم یا ڈال کے ساتھ بھی ملا کر الف کا تلفظ کرایا جاسکتا تھا لیکن ان سارے حرفوں کو چھوڑ کر لام کے ساتھ الف ملا کر اس کی ادائیگی کرائی گئی۔ ایسا کیوں ہوا؟ لام سے الف کا خاص رشتہ کیا ہے؟ اعلیٰ حضرت کا یہ سوال سن کر حضرت جد امجد نے جوشِ محبت میں آپ کو گلے لگا لیا اور دل سے دعائیں دیں پھر فرمایا بیٹا! لام اور الف کے درمیان صوَرَةٌ اور سَبَبَةٌ بڑا گہرا تعلق ہے۔ لکھنے میں دونوں کی صورت اور شکل ایک دوسرے کی طرح ہے دیکھو لا۔ لا۔ اور سَبَبَةٌ یوں تعلق ہے کہ لا قَلْبُ

الف ہے اور الف کا قلب لام ہے یعنی لاء کے یچ میں الف اور ا ل ف کے یچ میں لام ہے گویا

من تو شدم تو من شدى من تن شدم تو جاں شدى
تا کس نگوید بعد ازین من دیگر م تو دیگر می .

یعنی (اے مرشد تجھ میں فنا ہو کر) میں تو ہوا تو میں ہوا میں جسم بنا اور تو روح ہوا تاکہ کوئی شخص اس کے بعد یہ نہ کہے کہ میں اور ہوں تو اور ہے۔

ظاہری نگاہ میں تو حضرت جدا مجد نے اس الف لام کے مرکب لانے کی وجہ بیان فرمائی مگر باتوں ہی باتوں میں اسرار و حقائق، رموز و اشارات کے دریافت و ادراک کی صلاحیت اعلا حضرت کے قلب و دماغ میں بچپن ہی سے پیدا فرمادی جس کا اثر بعد میں سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اعلیٰ حضرت اگر شریعت میں بیڈنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم بقدم ہیں تو طریقت میں سرکارِ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب اکرم ہیں۔

رسم بسم اللہ خوانی کے بعد اعلیٰ حضرت کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہو گیا آپ نے اپنی چار برس کی ننھی سی عمر میں جب کہ عموماً دوسرے بچے اس عمر میں اپنے وجود سے بھی بے خبر رہتے ہیں قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا۔ چھ سال کی عمر میں ماہ مبارک ربیع الاول شریف کی تقریب میں منبر پر رونق افروز ہو کر بہت بڑے مجمع کی موجودگی میں ذکر میلاد شریف پڑھا۔ اردو فارسی کی کتابیں پڑھنے کے بعد حضرت مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ سے میزان منشوب وغیرہ کی تعلیم حاصل کی پھر آپ نے اپنے والد ماجد تاج العلماء سند المتحققین حضرت مولانا شاہ نقی علی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مندرجہ ذیل اکیس علوم پڑھے۔

(۱) علم قرآن (۲) علم تفسیر (۳) علم حدیث (۴) اصول حدیث (۵) کتب فقہ حنفی (۶) کتب فقہ شافعی و مالکی و حنبلی (۷) اصول فقہ (۸) جدول مہذب (۹) علم العقائد و الکلام (جو مذاہب باطلہ کی تردید کے لئے ایجاد ہوا) (۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان

لے تذکرہ علمائے ہند۔ لہ ایضاً۔

(۱۳) علم بدیع (۱۵)، علم منطوق (۱۶)، علم مناظرہ (۱۷)، علم فلسفہ مدلسہ (۱۸) ابتدائی علم تکسیر (۱۹) ابتدائی علم ہیئت (۲۰) علم حساب تا جمع، تفریق، ضرب، تقسیم (۲۱) ابتدائی علم ہندسہ۔

تیرہ برس دس مہینے پانچ دن کی عمر شریف میں ۱۲ شعبان ۱۲۸۶ھ صبحی مطابق ۱۹ نومبر ۱۸۶۹ء عیسوی کو آپ فارغ التحصیل ہوئے اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ اسی دن مسئلہ رضاعت سے متعلق ایک فتویٰ لکھ کر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل صحیح تھا۔ والد ماجد نے ذہن نقاد و طبع وقاد دیکھ کر اسی وقت سے فتویٰ نویسی کی جلیل الشان خدمت آپ کے سپرد کر دی۔

آپ نے تعلیم طریقت حضرت مرشد برحق استاذ العارفین مولانا سید آل رسول مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کی مرشد برحق کے وصال کے بعد بعض تعلیم طریقت نیز ابتدائی علم تکسیر و ابتدائی علم جفر وغیرہ استاذ السالکین حضرت مولانا سید ابوالحسن احمد نوری مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل فرمایا۔ شرح چغینی کا بعض حصہ حضرت مولانا عبد العلی رام پوری علیہ الرحمہ سے پڑھا پھر فضل ربانی و فیض نبوی نے آپ پر عنایت کی خصوصی نگاہ ڈالی جس کے نتیجے میں آپ نے کسی اتاذ سے بغیر پڑھے محض خدا داد بصیرت نورانی سے حسب ذیل علوم و فنون میں دسترس حاصل کی اور ان کے شیخ و امام ہونے (۲۲) قرأت (۲۳) تجوید (۲۴) تصوف (۲۵) سلوک (۲۶) علم اخلاق (۲۷) اسماء الرجال (۲۸) سیر (۲۹) تواریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب مع جملہ فنون (۳۲) ارٹھماطیقی (۳۳) جبر و مقابلہ (۳۴) حساب ستینی (۳۵) لوغارثمات (لوگارٹم) (۳۶) علم التوقیت (۳۷) مناظرہ (۳۸) علم الاکر (۳۹) زیجات (۴۰) مثلث کروی (۴۱) مثلث مسطح (۴۲) ہیئت جدیدہ (انگریزی فلسفہ) (۴۳) مربعات (۴۴) منتہی علم جفر (۴۵) علم زائریچہ (۴۶) علم فرائض (۴۷) نظم عربی (۴۸) نظم فارسی (۴۹) نظم ہندی (۵۰) انشاء نثر عربی (۵۱) انشاء نثر فارسی (۵۲) انشاء نثر ہندی (۵۳) خط نسخ (۵۴) خط نستعلیق (۵۵) منتہی علم حساب (۵۶) منتہی علم ہیئت (۵۷) منتہی علم ہندسہ (۵۸) منتہی علم تکسیر (۵۹) علم رسم خط قرآن مجید۔

الانتباہ :- اعلیٰ حضرت کے مذکور بالا علوم کی تفصیل میں نے از نمبر ایک تا نمبر ۵۸ خود اعلیٰ حضرت کی تحریر جمالات الملتینہ مطبوعہ مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور ص ۳، ص ۲۰۲، ص ۲۰۶

ص ۳۱۵، ص ۳۱۵ میں ہے اس سے اخذ کی ہے اور آخر الذکر نمبر حضرت مولینا سید ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کی تصنیف **المجمل المعدد لتالیفات المجدد** مطبوعہ مرکزی مجلس رضالابھور ص ۳۲ سے نقل کیا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے اساتذہ کی فہرست تو بہت مختصر ہے لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے فضل سے آپکا سینہ علوم کا گنجینہ بنا دیا تھا آپ نے پچاس فتون میں کتابیں لکھیں حضرت مولینا ملک العلماء سید ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے ۱۳۲۶ھ ہجری مطابق ۱۹۰۹ء عیسوی میں سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیفات کی ایک فہرست بنام **المجمل المعدد لتالیفات المجدد** مرتب فرمائی اور آخر میں ایک جدول پیش کی جس میں ان پچاس علوم و فتون کا نام ہے جن میں ۱۳۲۶ھ تک اعلیٰ حضرت نے کتابیں تصنیف فرمائی ہیں یہم ذیل میں **المجمل المعدد** ص ۳۲ سے وہ جدول نقل کرتے ہیں جس کے ہر خانہ میں فن کا نام اور اس کے نیچے فن سے متعلق اعلیٰ حضرت کی تصنیف کا شمار ہوگا۔

اولن پچاس علوم و فنون کی فہرست جن میں ایشی حضرت کی تصانیف ہیں



عقائد ۳۱	کلام ۱۷	تفسیر ۷	تجوید ۲	رسم خط قرآن مجید ۱
حدیث ۱۱	اصول حدیث ۲	فضائل و مناقب ۳۱	اذکار ۵	ترغیب و ترہیب ۱
سیر ۳	فقہ ۱۵۰	اصول فقہ ۹	تصوف ۳	سلوک ۲
اخلاق ۲	ادب ۶	لغت ۲	تاریخ ۳	مناظرہ ۱۸
تفسیر ۱	علم الہدایہ ۱	جفر ۳	توقیت ۶	ریاضی و ہندسہ ۶
ہیت ۱	زیجات ۱	حساب ۱	ارٹھاطیتی ۳	جبر و مقابلہ ۱
تنجیم ۱	رد ہنود ۱	رد آریہ ۲	رد نصاریٰ ۳	رد نیچریہ ۷
ردندوہ ۱۷	رد قادیانیہ ۴	رد اسمعیل دہلوی ۱۰	رد ناتوتوی ۱۱	رد گنگوہی ۲۵
رد تھاٹوی ۹	رد نذیر حسین ۶	رد غیر مقلدین ۲۶	رد وہابیہ ۷۶	رد روا فض ۳
رد نواصب ۱۱	رد مفسقہ ۷	رد تفضیلیہ ۷	رد متصوفہ باطلہ ۲	شتی ۵

ایلیہ حضرت کے وہبی علوم

ایلیہ حضرت نے بہت سے مردہ فنون مثلاً علم جفر، تکیسیر، ہیئت اور نجوم کو نئی زندگی عطا فرمائی۔ علم توقیت میں آپ کمال، ایجاد کے درجہ پر تھا۔ ذیل میں چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن سے ناظرین کو خوب اندازہ ہو جائے گا کہ ایلیہ حضرت کے وہبی علوم کسبی علوم پر غالب ہیں۔

① آپ نے آٹھ برس کی عمر میں فن نحو کی مشہور کتاب "ہدایۃ النحو" پر طہی اور خداداد علم کے زور کا یہ عالم تھا کہ اسی نھی عمر میں ہدایۃ النحو کی شرح عربی زبان میں لکھ ڈالی۔ (ترجمان اہلسنت شمارہ پنجم تا دہم ص ۹۰)

② مولوی عرفان علی صاحب بیسپوری علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور ایلیہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی ایک صاحب عربی لباس پہنے ہوئے تشریف لائے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی میں نے فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی پھر اس بزرگ، مستی کو کبھی نہ دیکھا۔ (حیات ایلیہ حضرت)

③ نواب وجیہ احمد خاں صاحب بریلوی بیان کرتے ہیں کہ مولوی احسان حسین صاحب مرحوم جو نہایت نیک، خلیق، بے لوث اور حد درجہ دیندار تھے جامع مسجد بریلی میں بعد نماز ظہر محض لَوْجِبِ اللّٰهِ تَعَالٰی درس حدیث دیتے تھے اور اپنا زیادہ وقت جامع مسجد ہی میں مطالعہ حدیث شریف و اوراد و وظائف میں صرف کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے جامع مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کی نہ صرف تلقین کی بلکہ شوق دلا یا چنانچہ بفضلہ تعالیٰ میں جامع مسجد میں نماز پنجگانہ ادا کرنے لگا جب میں انگریزی اسکول کی جماعت ششم میں تعلیم حاصل کرتا تھا تو یہی مولوی احسان حسین صاحب فارسی زبان کی تعلیم کے لئے

وہاں مقرر کئے گئے تھے۔ ایک دن میں نے مولوی صاحب موصوف سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے اعلیٰ حضرت کے علم و فضل کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ میں عربی کی ابتدائی تعلیم میں اعلیٰ حضرت قبلہ کا ہم سبق رہا ہوں۔ اعلیٰ حضرت کی خداداد ذہانت کا حال یہ تھا کہ استاد سے کبھی چوتھائی کتاب سے زیادہ نہیں پڑھا۔ کتاب کا ایک چوتھائی حصہ استاد سے پڑھ لینے کے بعد بقیہ پوری کتاب از خود پڑھتے اور یاد کر کے سنا دیا کرتے تھے۔ (حیات اعلیٰ حضرت)

ڈاکٹر رضی الدین بارگاہِ رضوی میں

④ جناب مولوی سیّد ایوب علی صاحب بریلوی کا بیان ہے کہ "کسوراء عشتر یہ متوالیہ" میں انگریزی درس گاہوں کے فاضل تیسری قوت سے زیادہ کا سوال حل کرنے سے قاصر ہیں اور مجھے بھی صرف تیسری ہی قوت تک واقفیت تھی لیکن حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جس قوت کا سوال دیا جائے بعونہ تعالیٰ اسے حل کر دوں گا۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے مجھے اور سیّد قناعت علی کو چند قاعدے ایسے بتا دیئے جن سے ہم لوگ بھی ہر قوت کے سوالات حل کرنے لگے۔ ایک مرتبہ مولینا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری (پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج) نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اس مضمون کا خط لکھا کہ

ڈاکٹر رضی الدین صاحب جو علم ریاضی میں تقریباً ہر ولایت کی ڈگریاں اور تمغہ جات حاصل کئے ہوئے ہیں عرصہ سے حضور کی ملاقات کے مشتاق ہیں پھر چونکہ وہ ایک جنٹلمین انگریزی وضع قطع کے آدمی ہیں اس لئے آپ کی خدمت میں آتے

ہوئے جھجھک محسوس کرتے ہیں لیکن اب میرے کہنے اور اپنے اشتیاقِ ملاقات کے سبب حاضر ہونے کے لئے آمادہ ہو چکے ہیں لہذا اگر وہ پہنچیں تو انھیں باریابی کا موقع دیا جائے۔

اعلیٰ حضرت نے حضرت مولینا کو جواب بھیجا کہ وہ بلا تکلف آئیں چنانچہ دو چار روز کے بعد ڈاکٹر سرفیاء الدین بریلی پہنچ کر اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت عصر کی نماز ہونے جا رہی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے وضو کرتے ہوئے اپنے موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھنے کے وقت موزے اتار ڈالے تو اعلیٰ حضرت نے ان سے پھر پیروں کو دھلوا دیا۔

نماز کے بعد دورانِ گفتگو میں اعلیٰ حضرت نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں مثلث اور دو دائرہ کے اشکال بنے تھے ڈاکٹر صاحب کے سامنے پیش کیا جس کو دیکھتے ہی ڈاکٹر صاحب حیرت و استعجاب میں ہو گئے اور بولے کہ میں نے اس علم کو حاصل کرنے کے لئے بارہا غیر ممالک کے سفر کئے مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہ ہوئیں میں تو اپنے آپ کو اس وقت بالکل طفلِ مکتب سمجھ رہا ہوں مہربانی فرما کر یہ بتائیں کہ اس فن میں کچا استاد کون ہے اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میرا کوئی استاد نہیں ہے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے جمع، تفریق، ضرب و تقسیم کے محض چار قاعدے صرف اس لئے سیکھ لئے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چغینینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کہ اس میں اپنا وقت کیوں صرف کرتے ہو مصطفیٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں یہ سب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم ہے۔ اس کے بعد کسورِ عشریہ متوالیہ کا ذکر چل پڑا ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بس صرف تیسری قوت تک کا سوال حل کیا جاسکتا ہے اس پر اعلیٰ حضرت نے سید قناعت علی اور میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے ان دونوں بچوں کو کچھ قاعدے سکھا دیئے ہیں آپ انھیں جس قوت کا سوال دیدیں انشاء اللہ تعالیٰ یہ بچے حل کر دیں گے

ڈاکٹر صاحب محو حیرت ہو کر ہم دونوں کا منہ تکیے لگے۔

اس مقام پر یہ بات بھی بالکل واضح ہو رہی ہے کہ یورپ کے سائنسداں حضرات کو اصل علم سے واسطہ نہیں ہے وہ صرف اپنی صنعت و حرفت کی بدولت دنیا کو مرعوب کئے ہوئے ہیں۔ بس صرف اتنا سمجھ لیجئے کہ یورپ کے لوہار، برٹھئی، راج گیر، جراح وغیرہ جب اپنے پیشے میں حد کمال کو پہنچ جائیں تو وہی لوگ یورپ کے سائنس داں ہیں۔ باقی رہے علم کے جواہر تو ان سے یورپ کا دامن خالی ہے اور یہی وجہ ہے کہ یورپ کے لوہار دنیا کو تباہ و غارت کرنے کے لئے طرح طرح کے بم تو تیار کر چکے لیکن اب تک انسانوں جیسی زندگی گزارنے کا سلیقہ وہ معلوم نہ کر سکے۔ سمندر کے سینے کو چیرتے ہوئے اتنا تیز دوڑے کہ مچھلیاں بھی ان کا پیچھا کرنے سے تھک گئیں فضا میں اڑتے ہوئے اتنا آگے بڑھ گئے کہ ہواؤں نے بھی ان کی تیز رفتاری کا لوہامان لیا۔ حد یہ کہ آسمان چھونے کی بھی تیاری ہے لیکن اتنی تیز دوڑ کے باوجود انسانی اخلاق و شرافت کا دامن وہ اب تک چھو نہ سکے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ کنواری عورتوں کے بچے اپنے ہی ساتھیوں کو روشن خیال سمجھتے ہیں۔ یہی ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب جو یورپ کی درس گاہوں سے اپنے علم و سائنس کی بیسیوں ڈگریاں حاصل کر چکے تھے جب اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں پہنچے تو علم کی صرف چند شعاعیں ہی دیکھ کر چکا چوندھ ہو گئے جس کے نتیجے میں وہ بھی خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ یورپ میں محض صنعت ہے اور یہاں علم ہے۔



امریکی پروفیسر البرٹ کی ہولناک پیشین گوئی

④ پٹنہ کے انگریزی اخبار اکسپریس مورخہ ۲۳ محرم ۱۳۳۸ ہجری مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں امریکہ کے ایک سائنس دان پروفیسر البرٹ کی جانب سے ایک ہولناک مضمون شائع ہوا کہ

۴ اوردسمبر ۱۹۱۹ء کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل، اور نیپچون قرآن میں ہوں گے اور سورج ان چھ ستاروں کے مقابل میں آتا جائے گا اور یہ ستارے سورج کو اپنی قوت سے کھینچیں گے۔ ان ستاروں کی مقناطیسی لہریں سورج میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کر دیں گی۔ سورج کا یہ داغ ۴ اوردسمبر کو ظاہر ہوگا جس کو ہر خاص و عام اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

پروفیسر البرٹ نے پیشین گوئی کرتے ہوئے بیان کیا کہ سورج کا وہ داغ کرہ ہوا میں تزلزل ڈالے گا۔ طوفان، بجلیاں، سخت بارش اور بڑے زلزلے ہوں گے زمین کئی ہفتوں میں اپنی اصلی حالت پر آئے گی۔

اس دہشت ناک پیشینگوئی کے شائع ہوتے ہی لوگوں میں بیچینی پھیل گئی۔ دوسری قوموں کے ساتھ بعض ضعیف الایمان مسلمان بھی گھبرا اٹھے۔ شمس لہری کالج کے پرنسپل مولانا سید ظفر الدین صاحب بہاری نے البرٹ کی پیشینگوئی سے اعلیٰ حضرت کو مطلع کیا تو اعلیٰ حضرت کی جانب سے اس مضمون کا اعلان شائع ہوا کہ مسلمانو! اپنے اعمال کے سبب اپنے رب سے ڈرو۔ ۴ اوردسمبر کی بے اصل بے ہودہ پیشین گوئی کا خوف نہ کرو۔ البرٹ کی پیشین گوئی

ایک باطل وہم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی تم لوگوں کو اس کی طرف توجہ کرنا ہرگز جائز نہیں البرٹ نے اپنی پیشینگوئی کی بنیاد کو اکب کے طول وسطی پر رکھی

ہے جسے ہیئت جدیدہ میں طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں اس میں وہ چھ کواکب باہم ۲۶ درجے ۲۳ دقیقے کے فصل میں ہوں گے مگر یہ فرض خود فرض باطل و مطرود اور قرآن مجید کے ارشادات سے مردود ہے نہ شمس مرکز ہے نہ کواکب اس کے گرد متحرک بلکہ زمین کا مرکز ثقل مرکز عالم اور سب کواکب اور خود شمس اس کے گرد دائر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ط سورج اور چاند کی چال حساب سے ہے اور فرماتا ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَالِكِ تَقْدِيرًا لَعَنَ سِزْلُ عَلِيمٍ ط سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔ اور فرماتا ہے كُلُّ شَيْءٍ فِئْتَاكِ يَكْسِبُ حَوْنًا ط چاند اور سورج سب ایک گھیرے میں تیر رہے ہیں اور فرماتا ہے وَسَخَّرْنَا لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ذَا بَيِّنَاتٍ ط اللہ نے سورج اور چاند تمہارے لئے مسخر کئے کہ دونوں باقاعدہ چل رہے ہیں۔

(۱) یہ جسے طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں حقیقتہً کواکب کے اوساط معدلہ بتعدیل اول ہیں جیسا کہ واقف علم زیجات پر واضح ہے اور اوساط کواکب کے حقیقی مقامات نہیں ہوتے بلکہ فرضی اور اعتبار حقیقی کا ہے۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۱۹ء کو کواکب کے حقیقی مقامات یہ ہوں گے :-

تقویم

کواکب	برج	درجہ	دقیقہ
نیپچون	اسد	۱۱	۱۵
مشتری	اسد	۱۶	۵۴
زحل	سنبلہ	۱۱	۳۹
مریخ	میزان	۹	۱۰
زہرہ	عقرب	۹	۱۹
عطارد	قوس	۳	۲۰
شمس	قوس	۲۴	۲۰

ظاہر ہے کہ ان ۶ کا باہمی فاصلہ ۲۶ درجہ میں محدود نہیں بلکہ ۱۱۲ درجے تک ہے تقویم مذکور بالا ۱۷ ارب ستمبر ۱۹۱۹ء کو تمام ہندوستان میں ریلوے وقت سے ۱۵ بجے شام اور نیویارک نیز ممالک متحدہ امریکہ کے دوسرے حصوں میں ۱۵ بجے صبح اور لندن میں دوپہر کے ۱۲ بجے ہوگی یہ فاصلہ ان کی تقویمات کا ہے۔ باہمی بُعد ان سے قلیل مختلف ہوگا کہ عرض کی تو سب سے چھوٹی ہیں اس کے استخراج کی حاجت نہیں کہ کہاں ۲۶ اور کہاں ۱۱۲ (۲) کیا ان سب کو اکب نے آپس میں صلح کر کے آزار آفتاب پر اتفاق کر لیا ہے۔ یہ تو باطل محض ہے بلکہ مسئلہ جاذبیت اگر صحیح ہے تو اس کا اثر سب پر ہے اور قریب تر پر قوی تر اور ضعیف تر پر شدید تر۔ ۱۷ ارب ستمبر ۱۹۱۹ء کو اوساط کو اکب کا نقشہ یوں ہے۔

دقیقہ	درجہ	کوکب	وسط
۲۰	۱۲۹	مشتری	
۵۳	۱۲۹	نیپچون	
۲۲	۱۲۲	زہرہ	
۵۰	۱۵۳	عطارد	
۱۷	۱۵۴	مریخ	
۲۲	۱۵۵	زحل	
۵۷	۲۳۰	یورنیس	

ظاہر ہے کہ آفتاب ان سب سے ہزاروں درجہ بڑا ہے جب اتنے بڑے پر ۶ ستاروں کی گھنچ تان اس کا منہ زخمی کرنے میں کامیاب ہوگی تو زحل کہ آفتاب سے نہایت صغیر و حقیر ہے پانچ کی کشاکش اور ادھر سے یورنیس کی مار مار یقیناً اس

کو فنا کر دینے کو کافی ہوگی اور اس کے اعتبار سے اُن کا فاصلہ بھی اور تنگ صرف ۲۵ درجے۔

(۳) مریخ زحل سے بہت چھوٹا ہے اور اس کے لحاظ سے فاصلہ اور بھی کم ہے۔ یعنی فقط $\frac{1}{4}$ درجے تو یہ چار ہی مل کر اسے پاش پاش کر دیں گے۔

(۴) عطارد سب میں چھوٹا ہے اور اس کے حساب سے باقی ۱۳ ہی درجے کے فاصلہ میں ہیں اور یہ درجہ ۲۶ کا آدھا ہے تو یہ تین عظیم ہاتھی مع نیورفیس اس چھوٹی سی

چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں اور اگر یہ سب نہ ہوگا تو کیوں۔ حالانکہ آفتاب پر اثر ضرب شدید کا مقتضی یہی ہے اور ہوگا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان بچی وہ ستارے

آپس ہی میں کٹ کر فنا ہوں گے نہ آفتاب کے مقابل ۶ رہیں گے نہ اس میں زخم پیدا ہوگا۔ حاصل گفتگو یہ ہے کہ البرٹ کی پیشینگوئی محض باطل ہے۔ عیب کا علم اللہ تعالیٰ

کو ہے۔ پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ اللہ عزوجل اپنے خلق میں جو کچھ چاہے اور جب چاہے کرے۔ اگر اتفاقاً مشیت الہی سے

معاذ اللہ ان میں سے بعض یا فرض کیجئے سب باتیں واقع ہو جائیں جب بھی پیشینگوئی قطعاً یقیناً جھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کو اکب پر مبنی ہے وہ اصول محض بے اصل

منگڑھت ہیں جن کا مہمل و بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا۔ اگر جاذبیت صحیح ہے تو یہ اجتماع نہ چاہئے اور اگر اجتماع قائم ہے تو جاذبیت کا اثر غلط ہے۔

(۵) ان دلائل کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے خود سائنس جدیدہ کے اصول سے البرٹ کی پیشینگوئی کی دھجی اڑادی جیسا کہ اس کی تفصیل حیات اعلیٰ حضرت ص ۹۵ تا ۹۹ میں ہے اور

جب ۱۷ ارب سمبر کا دن بفضلہ تعالیٰ خیر و عافیت کے ساتھ گزر گیا۔ زمین میں نہ تو زلزلہ آیا اور نہ سورج میں کوئی سوراخ ہوا تو دوسری قوموں پر بھی واضح ہو گیا کہ البرٹ کی پیشینگوئی باطل اور غلط تھی۔

(۶) حضرات مشایخ کرام میں بیس فی صدی ایسے ہیں جو نقش مثلث یا مربع مشہور قاعدہ سے بھرنا جانتے ہیں لیکن پوری چال سے نقوش کی خانہ پری کرنے

پر تو شاید چار پانچ سو میں دو چار حضرات کو عبور ہو گا۔ اعلیٰ حضرت کے شاگرد حضرت مولینا سید ظفر الدین صاحب بہاری علیہ الرحمہ کو ایک شاہ صاحب ملے۔ جن کا خیال تھا کہ فنِ تفسیر کا علم صرف مجھ کو ہے۔ دورانِ گفتگو میں مولینا بہاری نے ان سے دریافت کیا کہ جتنا نقشِ مربع کتنے طریقے سے بھرتے ہیں۔ شاہ صاحب مذکور نے بڑے فخریہ انداز میں جواب دیا کہ سولہ طریقے سے پھر انھوں نے مولینا بہاری سے پوچھا کہ آپ کتنے طریقے سے بھرتے ہیں۔ مولینا نے بتایا کہ الحمد للہ میں نقشِ مربع کو گیارہ سو باون طریقے سے بھرتا ہوں شاہ صاحب سن کر مجھیرت ہو گئے اور پوچھا کہ مولینا! آپ نے فنِ تفسیر کس سے سیکھا ہے۔ مولینا بہاری نے فرمایا حضور پر نور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقشِ مربع کتنے طریقوں سے بھرتے تھے۔ مولینا بہاری نے جواب دیا دو ہزار تین سو طریقے سے۔

۷ علم ریاضی، ہیئت اور نجوم میں کمال کے ساتھ ساتھ علم توقیت میں اعلیٰ حضرت کا کمال درجہ ایجاد میں تھا۔ فنِ توقیت میں علمائے متقدمین کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ جب حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی، مولانا سید غلام محمد بہاری، مولانا حکیم سید عزیز غوث بریلوی اور مولانا سید ظفر الدین بہاری وغیرہ نے اعلیٰ حضرت سے فنِ توقیت حاصل کرنا شروع کیا تو اس فن میں کوئی کتاب نہ ہونے کے باعث اعلیٰ حضرت اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے اور یہ حضرات ان کو لکھ لیتے اور انہیں قواعد کے مطابق نصف۔
انہما، طلوع، غروب، صبح صادق، ضحوت کبریٰ، عشاء اور عصر کے اوقات نکالتے مولانا سید ظفر الدین بہاری نے اعلیٰ حضرت کے ان بتائے ہوئے قواعد کو ایک کتاب میں جمع کیا اور اپنی طرف سے تشریح اور مثالوں کا اضافہ کر کے "الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت" کے نام سے اس کو شائع بھی کر دیا ہے فنِ توقیت میں اعلیٰ حضرت کے کمال کا یہ عالم تھا کہ سورج آج کپ نکلے گا۔ اور کس وقت ڈوبے گا۔

اس کو بلا تکلف معلوم کر لیتے ستاروں کی معرفت اور ان کی چال کی شناخت پر اس قدر عبور تھا کہ رات میں تارا اور دن میں سورج دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے اور وقت بالکل صحیح ہوتا ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا۔۔۔ مولوی برکات احمد سیلی بھتی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت بدایوں تشریف لے گئے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مہمان تھے۔ مدرسہ قادریہ مسجد خرمہ میں خود حضرت مولانا بدایونی امامت فرماتے جب فجر کی تکبیر شروع ہوئی تو حضرت مولانا نے اعلیٰ حضرت کو نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے نماز میں قرأت اتنی طویل فرمائی کہ حضرت مولانا بدایونی کو بعد سلام شک ہوا کہ آفتاب تو طلوع نہیں ہو گیا۔ دوسرے لوگ مسجد سے نکل نکل کر پورب کی طرف تاکنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آفتاب نکلنے میں ابھی تین منٹ اڑتالیس سیکنڈ باقی ہیں۔ یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے۔۔۔!

وائس چانسلر علیگڈھ یونیورسٹی کا سفر برمنیٹھ

(۸) مولانا محمد حسین صاحب میرٹھی بانی طلسمی پریس بیان کرتے ہیں کہ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے وائس چانسلر جنھوں نے ہندوستان کے علاوہ یورپ کے ممالک میں تعلیم پائی تھی اور ریاضی میں کمال حاصل کیا تھا۔ اور ہندوستان میں کافی شہرت رکھتے تھے اتفاق سے ان کو ریاضی کے کسی مسئلہ میں اشتباہ ہوا۔ ہر چند کوشش کی مگر وہ مسئلہ حل نہ ہوا۔ چونکہ صاحب حیثیت تھے۔ اور علم کے شائق اس لئے قصد کیا کہ جرمن جا کر اس کو حل کریں۔ حسن اتفاق سے انہوں نے حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہارٹی پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی سے اس کا ذکر کیا۔ مولانا نے مشورہ دیا کہ آپ بریلی جا کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے دریافت کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ وہ ضرور حل کر دیں گے وائس

۱۶۰ سے حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۵۳

چانسلسر صاحب نے کہا کہ مولینا یہ آپ کیا فرما رہے ہیں کہاں کہاں تعلیم پا کر میں آیا ہوں اور حل نہ کر سکا اور آپ ان صاحب کا نام لیتے ہیں جنہوں نے غیر ممالک تو کجا اپنے شہر کے کالج میں بھی تعلیم حاصل نہ کی بھلا وہ کیا حل کر سکتے ہیں۔ دو چار روز کی بعد مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے ان کو پریشان دیکھ کر دوبارہ یہی مشورہ دیا لیکن وائس چانسلسر صاحب نے کہا: وہ کیا حل کر سکتے ہیں۔ اور یورپ جانے کا سامان شروع کر دیا۔ مولانا موصوف نے جب تیسری بار بریلی جانے کو فرمایا تو وہ غصہ بھرے لہجے میں بولے کہ مولانا عقل بھی کوئی چیز ہے۔ آپ مجھے کیسی رائے دے رہے ہیں۔ اس پر مولانا نے فرمایا آخر اس میں حرج ہی کیا ہے۔ اتنے بڑے سفر کے مقابلہ میں بریلی جانا تو کوئی چیز نہیں۔ علی گڑھ سے سیدھی گاڑی جاتی ہے چند گھنٹے کا سفر ہے۔ آپ وہاں ہو تو آئیے۔ پھر تو انکی سمجھ میں بھی بات آگئی۔ چنانچہ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کو لے کر مارہرہ شریف پہنچے۔ اور وہاں سے اعلیٰ حضرت کے پیرزادہ والادرحبت حضرت سید مہدی حسن صاحب سجادہ نشین کو لے کر بریلی شریف اعلیٰ حضرت کے دولت کدہ پر پہنچے اور اندر اطلاع بھیجی ان دنوں اعلیٰ حضرت کی طبیعت ناساز تھی اس لئے حضرت سید مہدی حسن صاحب قبلہ نے کہلا بھیجا کہ میں آپ کو دیکھنے کو آیا ہوں فوراً پرودہ کرایا گیا اور یہ تینوں حضرات اعلیٰ حضرت کے پاس پہنچے اعلیٰ حضرت نے حضرت سید مہدی حسن میاں صاحب کی تعظیم و توقیر شایان شان فرمائی اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کی بھی بوجہ سیادت تعظیم کی۔ جناب وائس چانسلسر صاحب سے بھی مزاج پرسی فرمائی اور آنے کی غرض دریافت کی وائس چانسلسر صاحب نے بتایا کہ میں ریاضی کا ایک مسئلہ پوچھنے آیا ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا پوچھئے وائس چانسلسر صاحب نے کہا کہ وہ ایسی بات نہیں ہے جسے میں اتنی جلدی عرض کر دوں اعلیٰ حضرت نے فرمایا آخر کچھ تو فرمائیے غرض وائس چانسلسر صاحب نے سوال پیش کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے سنتے ہی فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے۔ یہ سن کر ان کو حیرت ہو گئی اور گویا آنکھ سے پرودہ اٹھ گیا۔ بے اختیار بول اٹھے کہ میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی چیز ہے۔ آج آنکھ سے دیکھ لیا میں تو اس مسئلہ کے حل کیلئے جرمن جانا چاہتا تھا کہ ہمارے پروفیسر صاحب جناب مولانا

سید سلیمان اشرف صاحب نے میری رہبری فرمائی مجھے جو اب سن کر تو ایسا معلوم ہو رہا ہے
گو یا جناب اسی مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے۔ سنتے ہی فی البدیہہ تشفی بخش نہایت
اطمینان کا جواب دیا۔ پھر وائس چانسلر صاحب بہت شادان و فرحان علی گڑھ
واپس ہوئے۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد حضرت مولینا سید ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ
تخریر فرماتے ہیں۔ کہ

یہ واقعات سن کر مجھے بہت تعجب ہوا۔ اور میں مشکوک رہا اتفاق سے میں ۱۳۳۸ھ
ہجری مطابق ۱۹۲۹ء عیسوی میں شملہ گیا اس زمانہ میں وہ وائس چانسلر صاحب بھی
حسن اتفاق سے شملہ آئے ہوئے تھے اسپیشل ہوٹل میں مقیم تھے۔ میں وہاں گیا اور ان
سے ملا اور کہا کہ میں ایک امر کی تحقیق و تفتیش آپ سے چاہتا ہوں انہوں نے کہا کل صبح
بعد نماز فجر آپ آئیں میں دوسرے دن سویرے ہی گیا اور ان سے دریافت کیا
کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ ریاضی کا کوئی مسئلہ معلوم کرنے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں
بریلی تشریف لے گئے تھے آپ نے اعلیٰ حضرت کو کیا پایا؟ انہوں نے کہا بہت ہی
خلیق منکسر المزاج اور ریاضی بہت اچھی خاصی جانتے تھے۔ باوجودیکہ کسی سے پڑھا
نہیں ان کو علم لدنی تھا۔ میرے سوال کا جواب بہت مشکل اور لائیکل تھا ایسا فی البدیہہ
جواب دیا گیا اسی مسئلہ پر عرصہ سے ریسرچ کیا ہے۔ اب ہندوستان میں اس علم
کا کوئی جاننے والا نہیں ہے۔ جب وائس چانسلر صاحب کی زبانی میں نے خود مذکور
بالا واقعہ کو سنا تو یقین کامل ہوا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بریلی سے واپس ہونے پر وائس
چانسلر صاحب نے واڑھی رکھ لی اور نماز کے بھی پابند ہوئے۔ ذلک فضل اللہ

یوقتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ۵ حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۵۵
اعلیٰ حضرت اپنے زمانہ طالب علمی میں ایک دن اصول فقہ کی مشہور کتاب "مسلم الثبوت"
کا مطالعہ کر رہے تھے۔ کہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب علیہ الرحمہ

۵ حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۳۷

کا تحریر کیا ہوا اعتراض و جواب نظر سے گذرنا آپ نے کتاب مذکورہ کے حاشیہ پر اپنا ایک مضمون تحریر فرمایا جس میں متن کی ایسی تحقیق فرمائی کہ سرے سے اعتراض وارد ہی نہ تھا پھر جب پڑھنے کے لئے حضرت والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مولانا کی نگاہ اعلیٰ حضرت کے حاشیہ پر پڑھی دیکھ کر ان کو اتنی مسرت ہوئی کہ اٹھ کر سینے سے لگایا اور فرمایا "احمد رضا" تم مجھ سے پڑھتے نہیں ہو بلکہ مجھ کو پڑھاتے ہو۔

۱۰۔ ایک مرتبہ شہر بریلی میں ۱۲ ربیع الاول شریف کے عظیم الشان جلسہ میں اعلیٰ حضرت نے صرف بسم اللہ کے بار بارہ اور اسم اللہ پر مسلسل کئی گھنٹے ایسی تقریر فرمائی جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو دونوں جاہ و جلال اور حسن و جمال کے دریا منڈ نے لگے آپ نے انہیں دو لفظوں بار جاہ اور اسم اللہ سے خالص علمی روش پر فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی ایسی باتیں بیان فرمائیں جن سے اہل علم کے بھی کان آشنانہ تھے۔ مولانا سید ظفر الدین سابق پرنسپل "شمس الہدی پٹنہ" نے آپ کی یہ تقریر اپنی کتاب حیات اعلیٰ حضرت ص ۹۱ میں درج کر دی ہے۔ جو چودہ صفحات پھیلی ہوئی ہے اس بار جاہ اور اسم اللہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو فضل و کمال محفوظ ہیں ان سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت کی اس تقریر کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔

۱۱۔ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ کے عرس میں بدایوں تشریف لے گئے اور آپ نے صرف سورۃ الفصحیٰ پر ص ۹ بجے سے ۳ بجے تک مسلسل چھ گھنٹے تقریر فرمائی یہ واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت کی تقریر خاص علمی تحقیقی مضامین پر مشتمل ہوتی تھی آپ کا وعظ و بیان آج کل کے مقررین اور واعظوں کی طرح نہیں ہوتا تھا۔ کہ جس میں خوشنوا لفاظ کی بھرمار ہوتی ہے۔ اور لچھے دار قصے کہانیوں کا بیان ہوتا ہے۔ اور بس اس طرح

عہ حیات اعلیٰ حضرت ص ۹۷

یہ لوگ اپنے وقت کو پورا کر دیتے ہیں۔

پھر اسی مجلس عرس میں اعلیٰ حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ سورہ وافتحیٰ کی چند آیتوں کی تفسیر میں اسٹی جز تک لکھ کر چھوڑ دیا کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں۔ کہ پورے قرآن مجید کی تفسیر لکھ سکوں۔ (حیات اعلیٰ حضرت) ص ۹۷

حقیقت یہ ہے کہ دین کے مجدد کے لئے قرآن و حدیث کے علوم میں جس قدر عبور کی ضرورت ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ و رسول و جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلیٰ حضرت کو قرآن و حدیث میں عبور عطا فرمایا تھا۔ الغرض اعلیٰ حضرت کا علمی پایہ اتنا بلند ہے کہ جلیل القدر علماء فرماتے تھے کہ گذشتہ دو صدی ۱۲۰۰ھ و ۱۲۰۰ھ کے اندر کوئی ایسا جامع عالم نظر نہیں آیا موافق کا تو کہنا کیا خود مخالفین بھی اعلیٰ حضرت کا علمی و باسلیم کرتے تھے حضرت شیرینہ بنت مناظرا سلام مولانا حسنت علی خاں لکھنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہ ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے کہ آپ پیشوایان و ہابیہ مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی عبدالشکور، کاکوروی وغیرہ کے معتقد تھے اور مدرسہ فرقانیہ لکھنوی میں علماء و ہابیہ سے تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اسی زمانہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ۔

۔۔۔ اعلیٰ حضرت کی تدقیقات فقہیہ و تحقیقات حدیثیہ اس بلند پائے کی تھیں کہ میں نے خود دیکھا کہ میرے وہابی استادوں کے سامنے جب فقہ یا حدیث کا کوئی نامنقح شکل مسئلہ آجاتا تو حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بسا اہل مبارکہ کی طرف رجوع کر کے انہیں میں دیکھ دیکھ کر اپنی مشکلات آسان کرتے میری بد نصیبی کہ میں بھی اس وقت دیوبندی و ہابیوں میں رہ کر وہابی گرو گھنٹالوں رشید احمد گنگوہی قاسم نانوتوی خلیل احمد بلہٹی اشرف علی تھانوی کا معتقد ہو گیا تھا۔ اور حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت و عظمت میرے دل میں قطعاً نہ تھی۔ مجھے میرے خلیفہ وہابی استادوں نے یہ ذہن نشین کرادیا تھا کہ گنگوہی، نانوتوی، بلہٹی اور تھانوی یہ چاروں ختہا پیشوایان اہل اسلام ہیں۔ اور حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ، محض براہ لغض و حمد ان چاروں کو اور ان چاروں کے مریدین و معتقدین کو کافر و مرتد کہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ سبحانہ و تعالیٰ ان طوائف عت الیہ و یوبندیت قاسم نانوتوی رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی تھانوی کے اقوال کفریہ قطعیہ یقینیہ کی مجھے میرے وہابی استادوں نے مطلقاً خبر نہ دی تھی بہر حال وہ ملایان و یوبندیہ اکثر و بیشتر حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب مبارکہ سے مدد لیا کرتے تھے ایک مرتبہ میں نے اپنے ان خبیث اساتذہ لعنہم اللہ تعالیٰ سے کہا کہ آپ لوگوں کے کہنے کے مطابق تو یہ شخص (یعنی امام احمد رضا) بدعتیوں کا سردار ہے اور دیوبندی عالموں کو کافر کہتا ہے اور اپنے مریدوں کے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتا پھر آپ لوگ ایسے شخص کی کتابیں کس لئے دیکھتے ہیں۔ تو ان بے ایمانوں نے جواب دیا کہ اس شخص میں صرف اتنا ہی عیب ہے کہ ہمارے اکابر (گنگوہی، نانوتوی، تھانوی وغیرہ) کو کافر کہتا ہے ورنہ فقہ و حدیث وغیرہ تمام علوم دینیہ میں ہندوستان بھر کے اندر اس کے برابر اور اس کے جوڑ کا کوئی شخص نہیں ہم لوگ اگرچہ اس شخص کے مخالف ہیں لیکن پھر بھی اس کے علمی دلائل و تحقیقات کے محتاج ہیں۔

(ترجمان اہلسنت پنجم تا دہم ص ۸۸)

بچپن کے حالات

اعلیٰ حضرت بچپن ہی میں تقویٰ، طہارت، اتباع سنت، پاکیزہ اخلاق اور حسن و سیرت کے اوصاف سے مزین ہو چکے تھے تقریباً ساڑھے تین سال کی عمر تھی کہ صرف ایک نیچہ کرتے پہننے ہوئے باہر سے دولت خانہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ سڑک پر ایک گاڑی میں کچھ طوائفیں بیٹھی ہوئی کسی رئیس کی تقریب میں گانے بجانے کے لئے جا رہی تھیں۔ ان کا سامنا ہوتے ہی فوراً آپ نے کرتے کا دامن اٹھا کر آنکھوں پر

عہ ترجمان اہلسنت شمارہ پنجم تا دہم ص ۹۲

رکھ لیا یہ واقعہ دیکھ کر وہ طوائفیں ہنستے لگیں پھر ان میں سے ایک بولی واہ میاں صاحبزادے آنکھوں کو چھپا لیا اور ستر کھول دیا۔ آپ نے برجستہ جواب دیا کہ جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے۔ اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔ یہ جواب سن کر وہ سکتہ کے عالم میں ہو گئی۔

آپ کے اس مبارک عمل اور حیرت انگیز جواب کے پیش نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ بھی سی عمر میں اس قدر فکر و شعور رکھتے تھے تو پھر دامن کی بجائے اپنے ہاتھوں ہی سے کیوں نہ آنکھیں چھپا لیں کہ اس صورت میں اپنا ستر بے پردہ نہ ہونا اور مقصد بھی حاصل رہتا لیکن تھوڑی سی توجہ کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اگر آپ ہاتھوں ہی سے آنکھیں چھپا لیتے تو اس طوائف کا مسخرہ آمیز سوال نہ ہوتا۔ اور نہ اس کو وہ نصیحت آموز جواب ملتا جو آپ نے دیا اور نہ گزرنے والے دوسرے سامعین کو وہ سبق ملتا جو بصیرت افزا ہے۔ پھر آپ نے بالقصد وہ طریقہ اختیار نہ فرمایا بلکہ من جانب اللہ غیر ارادی طور پر آپ نے دامن سے آنکھیں چھپائیں کہ بچپن کی ادایوں ہی ہو کر تھی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس ننھی ادائیں علم النفس کے حقائق پوشیدہ تھے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اعلیٰ حضرت کے بچپن کے زمانہ میں جو مولوی صاحب آپ کو پڑھایا کرتے تھے ایک دن بچوں نے ان کو سلام کیا مولوی صاحب نے جواب دیا جیتے رہو۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے مولوی صاحب سے فرمایا یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا۔ وعلیکم السلام کہنا چاہیے تھا مولوی صاحب سن کر بہت خوش ہوئے اور آپ کو بہت دعائیں دیں۔

چھ برس ہی کی عمر میں آپ نے معلوم کر لیا تھا کہ بغداد شریف کدھر ہے۔

پھر اس وقت سے دم آخر تک بغداد شریف کی جانب پاؤں نہیں پھیلا یا یہ

بالائے سرش زہوشمند می

می تافت ستارہ بلندی

زندگی مبارک کے عام حالات

۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں جب کہ عمر شریف صرف تیرہ سال دس ماہ کی تھی آپ جلیل الشان عالم عظیم المرتبت فاضل ہو گئے۔ اور اس وقت سے صفر ۱۲۳۴ھ یعنی چوٹن برس تک مسلسل دینی علمی خدمات انجام دیتے رہے آپ کا ظاہر باطن ایک تھا جو کچھ آپ کے دل میں ہوتا وہی زبان پاک سے ادا فرماتے اور جو کچھ زبان سے فرماتے اس پر آپ کا عمل ہوتا کوئی شخص کیسا ہی پیارا ہو کتنا ہی معزز ہو کبھی اسکی رعایت سے کوئی بات شرع کے خلاف نہ زبان سے نکالتے نہ تحریر کرتے رعایت مصلحت کا وہاں گزر ہی نہ تھا۔ اشدّ اء علی الکفّار رحماء بینہم کے مضمون کے مطابق جس قدر کافروں مرتدوں ملحدوں اور بے دینوں پر سخت تھے یوں ہی سنی مسلمانوں اور علماء حق کے لئے ابر کرم تھے جب کسی سنی عالم سے ملاقات ہوتی دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے اور اس کی ایسی عزت و قدر کرتے جس کے لائق وہ اپنے کو نہ سمجھتا۔ جب کوئی صاحب حج بیت اللہ شریف کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان سے پہلے ہی پوچھتے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں بھی حاضری دی؟ اگر وہ ہاں کہتے تو فوراً ان کے قدم چوم لیتے اور اگر کہتے کہ نہیں تو پھر ان کی جانب بالکل توجہ نہ فرماتے کاشانہ اقدس سے کوئی سائل خالی واپس نہ ہوتا۔ بیوگان کی امداد اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی کیلئے آپکی جانب سے ماہوار رقمیں مقرر تھیں اور یہ امداد صرف مقامی لوگوں کیلئے نہ تھی بلکہ بیرونجات میں ذریعہ نسی آرڈر امدادی رقم روانہ فرمایا کرتے۔ آپ کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کے لئے تھے نہ کسی کی تعریف سے مطلب نہ کسی کی ملامت کا خوف کرتے حدیث شریف من أحبّ اللہ و أبغض اللہ و أعطی اللہ و منع اللہ فقد استکمل الایمان کے مطابق آپ کسی سے محبت کرتے تو اللہ ہی کے لئے مخالفت کرتے تو اللہ ہی کے لئے کسی کو دیتے تو اللہ ہی کے لئے اور نہ دیتے تو اللہ ہی کے لئے

عہ مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان صفحہ ۱۳ - ۱۲

ہفتہ میں دو بار جمعہ اور منگل کو لباس تبدیل فرمایا کرتے تھے۔ ہاں اگر عید یا بقر عید یا میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی بارہویں ربیع الاول کا دن جمعرات یا سینچر کو پڑتا تو دونوں دن لباس تبدیل فرماتے۔

آپ ہمیشہ بشکل نام اقدس محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سویا کرتے اس طرح کہ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے سر سیم کہنیاں ”ح“ کمر سیم پاؤں وال بن کر گویا نام پاک محمد کا نقشہ بن جاتا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

کتب احادیث پر دوسری کتاب نہ رکھتے اگر کسی حدیث شریف کی ترجمانی فرما رہے ہیں اور درمیان میں کوئی شخص بات کاٹتا تو سخت کبیدہ اور ناراض ہوتے۔ مجلس میلاد شریف میں ذکر ولادت شریف کے وقت صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے باقی شروع سے آخر تک ادباً و زانو بیٹھے رہتے۔

ہنسنے میں کبھی ٹھٹھا نہ لگاتے جماہی آنے پر دانتوں میں انگلی دبالیٹے جس کی وجہ سے کوئی آواز نہ ہوتی قبلہ کی طرف منھ کر کے کبھی نہ تھوکتے۔ نہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلاتے بغیر صوف پٹری دوات سے نفرت کرتے یونہی لوہے کے قلم سے پرہیز کرتے۔ خط بنواتے وقت اپنا کنگھا اور شیشہ استعمال فرماتے۔

تصنیف و تالیف، کتب بینی، فتویٰ نویسی اور اوراد و اشغال کے خیال سے خلوت میں تشریف رکھتے۔ پانچوں نمازوں کے وقت مسجد میں حاضر ہوتے اور ہمیشہ نماز باجماعت ادا فرمایا کرتے اور باوجودیکہ بے حد حار مزاج تھے، مگر کیسی گرمی کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ عمامہ اور انگرکھے کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے خصوصاً فرض تو کبھی صرف ٹوپی اور کرتے کے ساتھ ادا نہ کیا۔ اکثر مکان ہی سے وضو کر کے مسجد میں تشریف لاتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مسجد میں آکر مٹی کے لوٹے سے اتر جانب کی فصیل پر بیٹھ کر وضو فرماتے۔ آپ وضو اور غسل میں بہت احتیاط فرمایا کرتے۔ آپ کے وضو کے لیے عموماً دو لوٹے پانی رکھا جاتا۔ نماز سے فارغ ہو کر مکان تشریف لے جایا کرتے لیکن عصر کی نماز پڑھ کر پھاٹک میں چار پائی پر تشریف رکھتے اور چاروں طرف کرسیاں بچھادی جاتیں۔ زیارت کا اشتیاق

رکھنے والے حضرات کرسیوں پر بیٹھتے اور اپنی حاجتیں پیش کرتے ان کی حاجتیں پوری کی جاتیں اگر کسی شخص کو کوئی چیز دیتے اور وہ بایاں ہاتھ بڑھاتا تو فوراً دست مبارک روک لیتے اور فرماتے کہ دامن ہاتھ میں لو بایں ہاتھ میں شیطان لیتا ہے۔ بسم اللہ شریف کا عدد ۷۸۶ لکھنے کا عام دستور یہ ہے کہ پہلے سات لکھتے ہیں پھر ۱۸ اس کے بعد ۶ لکھتے ہیں لیکن آپ پہلے ۶ پھر آٹھ تب ۷ تحریر فرماتے یعنی اعداد کو کبھی دہنی جانب سے لکھتے۔

سستی اور وہابی کی پہچان

علمائے حق کے نزدیک آپ سے محبت رکھنا سننیت کی علامت ہے اور آپ سے جلنا اور بغض رکھنا بدین ہونے کی پہچان ہے حضرت مولانا قادر بخش صاحب سہسرامی جو ایک بہت بڑے مشہور عالم اور زبردست مقرر تھے ایک مرتبہ رحمت (صوبہ بہار) کے سنی مسلمانوں نے حضرت مولانا سہسرامی کو اپنے یہاں تقریر کے لئے بلایا تقریر کے بعد کھانا کھانے کے لئے جب حضرت مولانا بیٹھے تو کسی نے پوچھا کہ حضرت سستی وہابی کی کیا پہچان ہے ایسی بات بتائیے کہ جس کے ذریعہ ہم لوگ بھی سستی اور وہابی کو پہچان سکیں کوئی بڑی علمی بات نہ ہو۔ مولانا سہسرامی نے فرمایا کہ ایسا آسان عمدہ اور کھرا قاعدہ آپ لوگوں کو بتا دیتا ہوں کہ اس سے اچھا ملنا مشکل ہے۔ آپ لوگ جب کسی کے بارے میں معلوم کرنا چاہیں کہ سستی ہے یا وہابی تو اس کے سامنے اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا بریلوی کا تذکرہ چھڑو کیجئے اور اس کے چہرے کو بغور دیکھئے اگر چہرے پر لبثا شت اور خوشی کے آثار دکھائی پڑیں تو سمجھ لیجئے کہ سستی ہے۔ اور اگر چہرے پر پژمردگی اور کدورت دیکھئے تو سمجھ جائیے کہ وہابی

ہے اور اگر وہابی نہیں جب بھی اس میں کسی قسم کی بے دینی ضرور ہے۔

آپ کی ذات المحبت فی اللہ والبغض فی اللہ، کی زندہ تصویر تھی اللہ ورسول
جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے کو اپنا عزیز سمجھتے اور اللہ
و رسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن کو اپنا دشمن جانتے اپنے مخالف سے
کبھی کج خلقی سے پیش نہ آئے۔ خوش اخلاقی کا یہ عالم تھا کہ جس سے ایک بار کلام فرمایا
اس کے دل کو گرویدہ بنا لیا کبھی دشمن سے کبھی سخت کلامی نہ فرمائی ہمیشہ حلم سے
کام لیا لیکن دین کے دشمن سے کبھی نرمی نہ برتی چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ننھے میاں مولانا
محمد رضا نے عصر کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حیدرآباد وکن سے ایک رافضی
صرف آپ کی زیارت کے لئے آیا ہے اور ابھی حاضر خدمت ہوگا۔ تالیف قلب کے
لئے اس سے بات چیت کر لیجئے گا۔ دوران گفتگو میں ہی وہ رافضی بھی آگیا حاضرین
مجلس کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت اس کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ننھے
میاں صاحب نے اس کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گیا۔ اعلیٰ حضرت کے گفتگو نہ
فرمانے سے اس کو بھی کچھ بولنے کی جرات نہ ہوئی تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ چلا گیا اس
کے جانے کے بعد ننھے میاں نے اعلیٰ حضرت کو سناتے ہوئے کہا کہ اتنی دور سے
وہ صرف ملاقات کے لئے آیا تھا اخلاقاً توجہ فرالینے میں کیا حرج تھا حضور اعلیٰ حضرت
نے جلال کی حالت میں ارشاد فرمایا۔ کہ میرے اکابر پیشواؤں نے مجھے یہی اخلاق بتایا ہے
پھر آپ نے بیان فرمایا۔ کہ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی
شریف سے تشریف لارہے ہیں راہ میں ایک مسافر ملتا ہے اور سوال کرتا ہے کہ میں بھوکا ہوں
آپ ساتھ چلنے کا اشارہ فرماتے ہیں وہ پیچھے پیچھے کا شانہ اقدس تک پہنچتا ہے امیر المؤمنین خادم کو کھانا
لانے کے لئے حکم دیتے ہیں خادم کھانا لاتا ہے اور دسترخوان بچھا کر سامنے رکھتا ہے کھانا کھانے میں
وہ مسافر بد مذہبی کے کچھ الفاظ زبان سے نکالتا ہے۔ امیر المؤمنین خادم کو حکم فرماتے ہیں کہ کھانا اس کے سامنے

قَوْرًا اُطْهَآوْ اور اس کا کان پکڑ کر باہر کر دو خادم اسی دم حکم بجالاتا ہے۔۔۔۔۔ خود حضور
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی شریف سے نام لے لے کر منافقین کو نکلوا دیا۔ اُخْرَجْ
يَا فُلَانٌ فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ۔ اے فلاں مسجد سے نکل جا اس لیے کہ تو منافق ہے۔

آج کل کے نام نہاد مسلمان جو صلح کلیت کے پجاری ہیں وہ اعلیٰ حضرت کا یہ واقعہ
سن کر بہت کچھ تملائیں گے اور خود ساختہ اخلاق و تہذیب کا حوالہ دے کر سادہ لوح مسلمانوں
کو اعلیٰ حضرت سے بدظن کرانے کی پوری کوشش کریں گے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
اس مقام پر حضور اقدس سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مقدسہ و صحابہ کرام
وغیرہم کے اقوال مبارکہ مسلمانوں کی بصیرت اور صلح کلیوں کی عبرت کے لیے نقل کیے
جائیں اور ساتھ ہی ساتھ چند واقعات بھی سنا دئے جائیں جن سے واضح ہو جائے کہ
زمانہ گذشتہ میں بے دینوں، بد مذہبوں اور فاسقوں کے ساتھ سلف صالحین و
علماء دین کا کیسا برتاؤ رہا ہے۔

۱۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ سیکون فی اخر امتی
اناس یحدا ثونکم بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤکم فایاکم وایاہم (مسلم شریف ص ۹)
یعنی (اے مسلمانو!) میری امت کے آخر میں کچھ (بد مذہب) لوگ پیدا ہوں گے جو تم
سے وہ باتیں بیان کریں گے جنکو نہ تم نے سنا اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنا ہے تو (جب ایسے
بد مذہب بظاہر ہو جائیں تو) تم لوگ ان سے بچتے رہنا اور اپنے کو ان سے دور رکھنا۔

۲۔ دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں یكون فی اخر الزمان
دجالون کذابون یا تو نکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤکم فایاکم
وایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم (مسلم شریف ص ۱۰) یعنی آخر زمانے میں بہت بڑے مکار و
کذاب پیدا ہوں گے وہ تمہارے سامنے ایسے عقائد و خیالات گڑھ کر پیش کریں گے جن
کو نہ تم نے سنا اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنا (جب) ایسے مکار لوگ

خواہ وہ مولوی کہلاتے ہوں یا صوفی، مسٹر کہلاتے ہوں یا مٹلا ظاہر ہو جائیں تو تم اے مسلمانو! ان سے الگ رہنا اپنے سے ان کو الگ رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں حق سے بہکا دیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں بد مذہبی اور فتنے میں مبتلا کر دیں۔

۳:- تیسری حدیث میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ وَقَرَ صاحب بدعتہ فقد اعان علی ہدم الاسلام (مشکوٰۃ شریف ص ۳) یعنی جس نے کسی بد مذہب کی توقیر کی اس نے اسلام ڈھانے پر مدد دی۔

صلح کلیت کے پرستار صاف کھل کر بتائیں کہ حضور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان ارشادات مقدسہ کے مطابق مسلمانوں پر مرتدوں بد مذہبوں اور گمراہوں سے الگ رہنا فرض ہے یا نہیں اور جو شخص زمانہ حاضرہ کے مرتدوں بد مذہبوں کی تعظیم نہ کرے ان سے میل جول نہ رکھے وہ اپنے اسلام پر مضبوطی سے قائم ہے یا نہیں۔

۴:- یعنی شرح بخاری جلد یازدہم ص ۱۴۰ میں ہے کان عبد اللہ بن عمرو ابن عباس و ابن ابی اوفی و جابر و انس بن مالک و ابو ہریرہ و عقبہ بن عامر و قرآنہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم یوصون الی اخلافہم بان لا یسلمو علی القدریۃ و لا یعود وہم و لا یصلوا خلفہم و لا یصلوا علیہم اذا ماتوا۔
اربعین شدت یعنی عبد اللہ بن عمر عبد اللہ بن عباس، ابن ابی اوفی، جابر، انس بن مالک ابو ہریرہ، عقبہ بن عامر وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے زمانے کے مسلمان کہلانے والے قدری بد مذہبوں کے بارے میں، اپنی نسلوں کو سخت تاکید فرمایا کرتے تھے ان لوگوں کو سلام نہ کرنا ان کی بیماری پرسی کو نہ جانا ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنا اور ان میں جو مرجائیں۔ انکی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔

صلح کلیت کے متوالو! حضرات صحابہ کرام نے اپنی نسلوں کو اپنے دور کے مسلمان کہلانے والے بد مذہبوں سے بالکل دور و نفور رہنے کی جو وصیت فرمائی تو وہ تعلیم نبوی کے عین مطابق ہے یا نہیں۔ اسی طرح آج علمائے اہل حق سنی مسلمانوں کو دور حاضرہ کے بد مذہبوں سے الگ رہنے کی جو تلقین فرماتے رہتے ہیں وہ بھی اسلامی

تعلیم کے عین مطابق ہے یا نہیں۔

۵:- ہر وہ شخص جو تاریخ و سیر سے واقف ہے اس پر خوب روشن ہے کہ شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اپنے زمانے کے مسلمان کہلانے والے بد مذہب خباثیوں کی نماز قرآن خوانی روزہ اور دیگر عبادات کا پاس و لحاظ نہ فرمایا ان کے آگے یا رانہ و دوستانہ کا ہاتھ نہ بڑھایا ان کو اپنا دینی اسلامی بھائی قرار نہ دیا ان سے میل جول روانہ رکھا۔ بلکہ ان کے فتنہ و فساد ان کی بد مذہبی کے باعث ان پر قتال و جہاد فرمایا۔ مسلمانوں کو الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا سبق پڑھاتے ہوئے آپ نے اور آپ کی فوج نے پانچ ہزار خارجی غیر مقلدوں کو قتل کیا جن میں مولوی، عالم، قاری سب ہی طرح کے لوگ تھے۔

صلح کلیت کے شیدائی بتائیں کہ سیدنا مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خارجہ جہوں کے ساتھ یہ برتاؤ تعلیم نبوی کے عین مطابق ہے یا نہیں۔

۶:- دارمی شریف میں ہے۔ دَخَلَ رَجُلَانِ مِنَ اصْحَابِ الْاَهْوَاءِ عَلٰى ابْنِ سَيْرِيْنٍ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ نَحَدِّثُكَ بِحَدِيْثٍ فَقَالَ لَا قَالَا تَقْرَا عَلَيْكَ اَيْتًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ لَا لَتَقْوَمَانِ عَنِيْ اَوْ لَا قَوْمٍ قَالَ الرَّاُوِيْ فَنَخْرَجُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ يَا اَبَا بَكْرٍ وَمَا عَلَيْكَ اَنْ يَّقْرَا عَلَيْكَ اَيْتًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يَقْوَمَا عَلَيْ اَيْتًا فَيَجْرَفَانَا فَيَقْرَدُ لَكَ فِيْ قَلْبِيْ (الرابعین شدت مٹھ)

یعنی جلیل الشان تابعی حضرت امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں دو بد مذہبوں نے آکر عرض کی کہ حضرت ہم آپ کے سامنے ایک حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں آپ نے جواب دیا کہ میں سننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ ان دونوں نے عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو ہم قرآن شریف کی کوئی آیت پڑھیں آپ نے فرمایا نہیں تم لوگ یا تو میرے پاس سے چلے جاؤ ورنہ میں یہاں سے اٹھتا ہوں۔ تب وہ دونوں چلے گئے پھر حاضرین مجلس میں کسی نے کہا حضرت! اگر وہ قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھتے تو سننے میں آپ کا کیا بگڑتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے خوف ہوا کہ وہ آیت کریمہ پڑھ کر اس کے معنی میں کچھ

تخریف کریں پھر وہی معنی میرے دل میں جم جائے (اور معاذ اللہ تعالیٰ میرا عقیدہ بگڑ جائے) مسلمانو! یہ عبرت کا مقام ہے کہ جب سیدنا محمد بن سیرین جیسا علوم دینیہ کا امام اپنے دین و ایمان کی حفاظت کی خاطر بد مذہب مسلمان کی زبان سے قرآن و حدیث سننے کے لئے تیار نہیں تو تمہارے لئے یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ تم عہد حاضر کے بد مذہبوں، مرتدوں، گمراہوں مثلاً ندویوں، مودودیوں، وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں، رافضیوں، چکرالیوں، بیچریوں، قادیانیوں کی کتابیں پڑھو۔ ان کے لکچر سنو کیا تمہارا دین و ایمان سیدنا امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دین و ایمان سے زیادہ مضبوط اور کھٹوس ہے۔

۷:- اسی مسند دارمی شریف میں ہے۔ ان سجدہ من اهل الاھواء قال لا یوب یا ابابکر اسئلک عن کلمۃ قال (الراوی) فوبی وھو ینیر باصبعہ ولا نصف کلمۃ۔ (اربعین شدت ص ۵۲) یعنی ایک بد مذہب شخص نے حضرت ابوبکرؓ سے سختیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں آپ سے ایک لفظ کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا ہوں آپ فوراً منہ پھیر کر چل پڑے اور انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہارا ادھا لفظ بھی سننا نہیں چاہتا۔

۸:- اسی مسند دارمی شریف میں ہے۔ ان سجدہ من اهل الاھواء عن شیء فلم یجیبہ فقیل لہ فقال لہ اذایشان (اربعین شدت ص ۵۲) یعنی ایک بد مذہب نے حضرت سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی بات پوچھی آپ نے جواب نہ دیا پھر کسی نے آپ سے خاموش رہنے کا سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا یہ آدمی منہم یعنی بد مذہب ہے (اس لئے میں نے خاموشی اختیار کی اور اس سے کلام نہ کیا۔)

۹:- غنیۃ الطالبین شریف میں ہے قال فضیل بن عیاض واذ اذ ایت مبتدعاً فی طریق فخذ طریقاً آخر (اربعین ص ۵۴) یعنی جب تم کسی بد مذہب کو راستے میں آنا دیکھو تو تم دوسری راہ پر ہو جاؤ۔

صلح کلّیت کے فدائی غور کریں کہ ہمارے اسلاف کرام بد مذہبوں کی صحبت اور ان کے ساتھ میل جول رکھنے سے کتنا سخت پرہیز کرتے تھے۔

مزید بصیرت و عبرت کے لئے دو واقعہ علمائے متناہزین کا بھی سناتا ہوں تاکہ مسلمانوں اور صلح کیوں سب پر واضح رہے کہ بد مذہبوں سے نفرت کرنے کا حکم شرعی ہر دور میں جاری ہے۔

مولانا نور فرنگی محلی اور علی بخش وزیر

حضرت ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی کے شاگرد حضرت مولانا نور فرنگی محلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی و حضرت مولانا سید آل رسول سجادہ نشین آستانہ عالیہ مارہرہ شریف کے استاد تھے ایک دن کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ سامنے سے بادشاہ اودھ کا وزیر علی بخش جو بادشاہ کی ناک کا بال ہو رہا تھا ہاتھی پوچھا آ رہا تھا جب اس نے حضرت مولانا نور رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو ادب کے مارے ہاتھی کو بٹھا دیا اور اتر کر حضرت کے سامنے آیا اور سلام عرض کیا۔ حضرت نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور سلام کا جواب نہ دیا کیونکہ وہ راضی تھا اور اس کی دائرہ منڈی تھی اس نے سمجھا کہ شاید حضرت نے مجھے نہیں دیکھا دوسری طرف جا کر سلام کیا حضرت نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا۔ اور سلام قبول نہ فرمایا اس نے تیسری دفعہ پھر سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا اس کو غصہ آیا اور ہاتھی پر چڑھ کر یہ کہتا ہوا گیا کہ فرنگی محل کے مردوں کی دائرہ بیاں اور عورتوں کا سر نہ منڈوا دیا تو علی بخش نام نہیں حضرت جب مکان تشریف لائے تو ایک طالب علم نے علی بخش کا وہ جملہ یاد دلایا آپ فوراً باہر تشریف لائے آستانہ پر اس وقت مولانا آل رسول مارہروی و مولانا فضل رسول بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود تھے۔ ان دونوں حضرات نے

عہد المفونات حصہ اول ص ۸

پوچھا کہ حضور کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا بچو! نور انکی حماقتے تو ہے
 راضی آیا تھا سلام کیا تھا جواب دے دیا ہوتا اب کسی کی داڑھی مونڑے ہے کسی کا
 مونڑے مونڑے ہے نور انکی حماقتے تو ہے آپ کی زبان پور بی تھی مطلب یہ ہے کہ
 اس راضی وزیر کے سلام کا جواب میں نے نہیں دیا وہ اپنا بخارا تارنے کے لئے مردوں
 کی داڑھیاں اور عورتوں کا سر منڈوانے پر آمادہ ہے۔ لہذا وزیر کو اس کے
 ارادہ بد سے روکنا ضروری ہے پھر آپ سیدھے بادشاہ اودھ کے محل کی طرف
 روانہ ہو گئے اس سے پہلے کبھی نہ گئے تھے پیچھے یہ دونوں حضرات بھی چل پڑے
 نوروز کا دن تھا بادشاہ کے محل میں جشن منایا جا رہا تھا۔ شراب و کباب گانے
 بجانے کے سامان موجود تھے جب شاہی دربان نے آپ کو تشریف لاتے دیکھا
 گھبرا کر دوڑتا ہوا گیا اور بادشاہ کو خبر دی بادشاہ سن کر گھبرا گیا اور حکم دیا کہ تمام
 منہیات شروع یعنی شراب و کباب نیز گانے بجانے کے سامان ہٹا دیے جائیں اور
 خود روانہ تاکہ استقبال کر کے حضرت کو اندر لے گیا۔ اور باعزاز تمام بٹھایا علی بخش
 کھڑا ہوا یہ واقعہ دیکھ رہا تھا اس پر ایسا خوف طاری ہوا کہ کاٹو تو جسم میں خون نہیں
 وہ سمجھ رہا ہے کہ اب یہ شکایت فرمائیں گے۔ اور خراجا جانے بادشاہ کیا کچھ کر بیٹھے مگر
 آپ وسیع النظر اس ہلکے ظرف والے کے قیاس سے دربار تھے آپ شکایت کرنے
 نہ گئے تھے بلکہ اسے اپنی عظمت دکھانے کے لئے تشریف لے گئے تھے تاکہ وہ
 ایذا رسانی کے خیال سے باز رہے بادشاہ نے عرض کی حضرت نے کیسے تکلیف
 فرمائی آپ نے ارشاد فرمایا تیری زمین میں رہت ہیں ہم نے کہا ہوا میں یعنی ہم تیری
 سلطنت میں رہتے ہیں سو چاکہ تجھ سے مل لیں بادشاہ نے وہ شیرینی جو نوروز کے لئے
 آئی تھی پیش کی حضرت نے فرمایا ہمارے دو بچے بھی باہر ہیں چنانچہ ان حضرات کو بلایا
 گیا پھر آپ تھوڑی دیر ٹھہر کر واپس تشریف لائے۔



حضرت شاہ ولی اللہ اور بادشاہ دہلی

بادشاہ دہلی ایک روز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلی کی خدمت میں آیا آپ نے اس کی تعظیم فرمائی تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ کا وزیر آیا تو اس کی کچھ تعظیم نہ کی پھر بادشاہ کا چوہدری آیا اس کی تعظیم فرمائی جب بادشاہ نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا تم لوگوں کو تعظیم فرمائی تھی اور تمہارا یہ وزیر ان فاضل ہے لہذا قابل تعظیم نہیں اور تمہارا چوہدری حافظ قرآن ہے۔ اس لئے اس کی بھی تعظیم کی۔

حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں حدیث ۴۲۷
 اِنَّ اَحَبَّ الْعَمَلِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى الْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالبَغْضُ فِي اللّٰهِ (مشکوٰۃ شریف)
 یعنی بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پیارا کام یہ ہے کہ اللہ ہی کے لئے دوستی اور محبت ہو اور اللہ ہی کے لئے دشمنی اور عداوت ہو حدیث مذکورہ بالا کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ اللہ و رسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چاہنے والوں سے محبت رکھنا اور اللہ و رسول کے دشمنوں سے بغض رکھنا اور ان سے پزیرا رہنا یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی پیارا کام اور پسندیدہ عمل ہے۔ — بظاہر الْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالبَغْضُ فِي اللّٰهِ پر عمل کرنا بہت آسان معلوم ہوتا ہے لیکن عمل کرنے والوں سے پوچھئے وہ بتائیں گے کہ سال بسال روزہ رکھنا رات بھر سجدے میں پڑا رہنا دن بھر وظیفہ اور قرآن مجید پڑھنا آسان ہے مگر اپنی زندگی کو الْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالبَغْضُ فِي اللّٰهِ کے سانچے میں ڈھال لینا صرف دشوار نہیں بلکہ بہت دشوار ہے چنانچہ آپ کو بڑے بڑے نام نہاد مشائخ و صوفی عبادت و ریاضت ذکر و فکر، تہجد، و اشراق

اور چاشت وغیرہ اعمال میں بہت چاق و چوبند نظر آئیں گے لیکن جب ان کو اٹھتے
 جی اللہ ذالْبُغْضِ جی اللہ۔۔۔ کی کسوٹی پر کس دیا جائے تو صاف معلوم ہو جائے
 گا کہ یہ نرے جوگی ہیں اور باقی دھونس ہی دھونس ہے۔

یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ الحب فی اللہ واللبغض فی اللہ کے معیار کے
 مطابق حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت اسی وقت ممکن ہے
 جب حضور کے دشمنوں و ہابوں، دیوبندیوں، چکرالویوں، نیچریوں، قادیانیوں،
 اور ندویوں سے نفرت کی جائے انہیں اپنا دشمن قرار دیا جائے حضرت مجدد الف
 ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ اپنے مکتوبات جلد اول ص ۲۲۵ مکتوب ص ۲۶۶
 میں تحریر فرماتے ہیں کہ محبت خدا کے عزوجل و محبت رسول او علیہ و علیٰ الصلوٰۃ و
 والتحیات بے دشمنی دشمنان اور صورت نہ بند و ع۔

”تو لالے برابر نیست ممکن“۔۔۔ دریں جا صادق است

یعنی اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دشمنی کئے
 بغیر اللہ و رسول کی محبت و جو وہیں نہیں آتی دجل شرک و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ مثل
 اس جگہ کے متعلق ہے کہ دوست کے دشمن سے علیحدگی و پیرائی کے بغیر دوست
 کی محبت ممکن نہیں۔

اسی طرح حضرات اہل بیت خصوصاً سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز حضرت
 مولائے کائنات جناب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ محبت و الفت اسی وقت
 صحیح ہے۔ جب خار جیوں، ناصبیوں، یزیدی و ہابیوں سے عداوت رکھی جائے۔
 یونہی حضرات صحابہ کرام خصوصاً سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی
 سیدہ طاہرہ عائشہ صدیقہ، سیدنا عمرو بن عاص، سیدنا ابوسفیان، سیدنا امیر معاویہ وغیرہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے محبت و عقیدت اسی وقت درست ہے جب رافضیوں کے
 نفرت کی جائے انہیں دشمنان دین سمجھا جائے۔ اسی طرح حضرات ائمہ اسلام سیدنا
 امام اعظم ابو حنیفہ، سیدنا امام شافعی، سیدنا امام مالک، سیدنا امام احمد بن حنبل، سیدنا عوث

اعظم شہنشاہ بغداد وغیرہ اولیاء کرام سے محبت و عقیدت اسی وقت درست ہے جب ان کے دشمن غیر مقلد و ہابیوں سے نفرت کی جائے۔ ان سے نہ کا توڑ الگ رہا جائے یہیں سے یہ بات بھی بالکل واضح ہو گئی کہ اگرچہ عشق رسول کا نقارہ پٹنے والے تو بہت ہیں لیکن سچا عاشق رسول وہی ہے جو الحُبِّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ کے کانٹے پر پورا اترائے۔

نیچری اور صلح کلی حضرات جہاں اور دوسرے اسلامی نقوش اور ایمانی آثار کے مٹانے کی فکر میں تھے وہیں اپنے قول و فعل سے الحُبِّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ جو اسلام کی بنیادی تعلیم اور صالحین علماء کی روشن سیرت ہے۔ اس کو بھی بالکل مٹا دینا چاہتے تھے لیکن اعلیٰ حضرت نے الحُبِّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ پر سختی کے ساتھ خود عمل کر کے اور مسلمانوں سے عمل کرا کے اس بنیادی تعلیم کو زندہ رکھا اور دنیا والوں کو بتا دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز صحابہ عظام و اولیائے کرام کے دشمنوں سے ایمان والوں کا ہرگز ملاپ نہیں ہو سکتا۔

اعلیٰ حضرت کی زندگی کا ہر گوشہ اتباع سنت کے انوار سے منور ہے آپ کی ذات اتباع سنت میں حضرات صحابہ کرام کا نمونہ تھی آپ نے بہت سی مردہ سنتوں کو زندہ فرمایا انھیں زندہ سنتوں میں نماز جمعہ کی اذان ثانی ہے جس کو آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی سنت کے مطابق خطیب کے سامنے خارج مسجد دلوانے کا رواج قائم کیا۔ آج ہندوستان پاکستان، افریقہ، کابل اور کاشغر وغیرہ ممالک میں جہاں جہاں جمعہ کی اذان ثانی خارج مسجد دی جا رہی ہے وہ آپ ہی کی مبارک کوشش کا نتیجہ ہے۔

اعلیٰ حضرت کا شمار ان چند جلیل القدر شہیدان محبت میں ہوتا ہے جنہوں نے عظمت مصطفیٰ علیہ السلام والثناء کے پرچم کو بلند رکھنے کے لئے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ اور اٹل پہاڑ کی طرح جم کر دشمنان رسول کا مقابلہ کیا چنانچہ جب ہند کے نام نہاد بے دین علماء نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں گالیاں لکھ کر

عظمت رسول گھٹانے کا ہولناک فتنہ کھڑا کیا تو آپ نے کوہ استقامت بن کر اس فتنہ عظیم کی
 یخ کنی فرمائی پھر تو ان دشمنان دین نے جل بھن کر اپنے رسالوں، اخباروں اور
 کتابوں میں آپ پر گالیوں کی پوچھا کر دی اور طرح طرح کی آپ کو دھمکیاں دینے
 لگے مگر کچھار محمدی کے اس شیر نے ان کی گالیوں سے بے نیاز ہو کر اپنی ذات کو عظمت
 مصطفیٰ علیہ التمجید والثناء کے لئے سپری بنا لے رکھا اور ان کی دھمکیوں اور بند
 بھیکوں کی کوئی پرواہ نہ کی۔ ایک بار حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب
 مراد آبادی علیہ الرحمہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور کی کتابوں میں وہابیوں،
 دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے عقائد باطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج
 کل جو تہذیب کے مدئی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی حضور کی کتابوں کو پھینک
 دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں تو گالیاں بھری ہیں اور اس طرح وہ حضور
 کے دلائل و براہین کو بھی نہیں دیکھتے اور ہدایت سے محروم رہ جاتے ہیں لہذا اگر
 حضور نرمی اور خوش بیانی کے ساتھ وہابیوں دیوبندیوں کا رد فرمائیں تو نئی روشنی
 کے دلدادہ جو اخلاق و تہذیب والے کہلاتے ہیں وہ بھی حضور کی کتابوں کے
 مطالعہ سے مشرف ہوں اور حضور کے لاجواب دلائل دیکھ کر ہدایت پائیں۔ حضرت
 صدر الافاضل مراد آبادی کی یہ گفتگو سن کر اعلیٰ حضرت ابدیدہ ہو گئے۔ اور فرمایا مولانا
 تمنا تو یہ تھی کہ احمد رضا کے ہاتھ میں تلوار ہوتی اور احمد رضا کے اسقا و مولیٰ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی گردنیں ہوتیں اور اپنے ہاتھ
 سے ان گستاخوں کا سر قلم کرنا اور اس طرح گستاخی اور توہین کا سدباب کرتا۔ لیکن
 تلوار سے کام لینا تو اپنے اختیار میں نہیں ہاں اللہ تعالیٰ نے قلم عطا فرمایا ہے۔ تو میں قلم
 سے سختی اور شدت کے ساتھ ان بے دینوں کا رد اس لئے کرتا ہوں تاکہ حضور اقدس
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بدزبانی کرنے والوں کو اپنے خلاف شدید

رو دیکھ کر مجھ پر غصہ آئے پھر جل بھن کر مجھے گالیاں دینے لگیں اور میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گالیاں بکنا بھول جائیں اس طرح میری اور میرے آباؤ اجداد کی عزت و آبرو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت جلیں کے لئے سپر ہو جائے

کہاں ہیں عاشقان مصطفیٰ جو پہاڑوں کی کھوہ اور سمندروں کے ٹاپو میں منزل عشق کو تلاش کرنا چاہتے ہیں وہ آئیں اور اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں عشق و محبت کا درس حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کو عشق و محبت کا مجسمہ بنایا تھا۔ آپ کے سوزش عشق کی آہنج جس طالب پر پڑ جاتی اس کا دل محبت رسول کا مدینہ بن جاتا استاد المحدثین حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی سے ایک مرتبہ ان کے شاگرد حضرت مولانا سید محمد صاحب محدث کچھو چھوئی علیہ الرحمہ نے عرض کی کہ حضرت! آپ تو مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی علیہ الرحمہ سے مرید ہیں لیکن آپ کو چلتی محبت و عقیدت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے ہے اتنی اور کسی سے نہیں اعلیٰ حضرت کی یاد ان کا تذکرہ ان کے علم و فضل کا خطبہ آپ کی زندگی کے لئے روح کا مقام رکھتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے حضرت محدث سورتی نے فرمایا سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے جو میں نے مولوی اسحق صاحب محشی بخاری سے پائی سب سے بڑی نعمت وہ بیعت نہیں ہے جو مجھے حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب سے حاصل ہوئی بلکہ سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑی نعمت وہ ایمان ہے جس کی میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا میرے سینے میں پوری عظمت کے ساتھ مدینہ کے بسا نے والے اعلیٰ حضرت ہی ہیں اس لئے ان کے تذکرہ سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے میں ان کے ایک ایک کلمہ کو اپنے لئے مشعل ہدایت جانتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت اور آپ کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی ماہرہ شریف میں حضور پر نور

عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ عہ حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۶۵

سید شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دستِ حق پرست پر ۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء میں سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت ہوئے اسی وقت مرشد برحق مولانا سید آل رسول نے آپ دونوں حضرات کو خلافت نامہ عطا فرما کر خرقہ مقدس سے بھی سرفراز فرمایا حضرت مولانا سید ابوالحسین نوری عرف میاں صاحب نے حضرت سید آل رسول سے عرض کی کہ حضور آپ کے یہاں تو طویل بامشقت مجاہدات و ریاضات کے بعد خلافت و اجازت و بیعتی ہے تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ان دونوں حضرات کو بیعت کرتے ہی خلافت بھی دے دی گئی حضرت مرشد برحق نے فرمایا — میاں صاحب اور لوگ رنگ آلود میلا کچیلاد لے کر آتے ہیں اس کی صفائی اور پاکیزگی کے لئے مجاہدات طویلہ ریاضات شاقہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہ دونوں حضرات صاف ستھرا پاکیزہ دل لے کر ہمارے پاس آئے۔ ان کو صرف اتصالِ نسبت کی ضرورت تھی اور وہ مرید ہوتے ہی حاصل ہو گئی — پھر مزید آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کی بہت بڑی فکر رہتی تھی کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے آل رسول! تو میرے لئے کیا لایا ہے۔ تو میں بارگاہِ الہی میں کون سی چیز پیش کروں گا۔ لیکن آج وہ فکر میرے دل سے دور ہو گئی۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ آل رسول تو میرے لئے کیا لایا تو میں عرض کروں گا کہ الہی تیرے لئے "احمد رضا" لایا ہوں۔

یہ حضرت نے پہلی بار ۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں اپنے والدین کریمین کے ہمراہ فرج ادا فرمایا ایک دن آپ نے مقام ابراہیم میں نماز پڑھی امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح حمل لیں نے جب آپ کا چہرہ انور دیکھا تو بغیر کسی جان پہچان کے آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے دولت خانہ پر لائے اور بہت دیر تک آپ کی پیشانی مقدس پر نگاہ جمائے رہے پھر انہوں نے فرمایا۔ اِنِّیْ لَا جِدُّ لُوْسًا اَللّٰہِ فِیْ هٰذَا الْجَبِیْنِ یعنی بیشک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور دیکھ رہا ہوں۔ بعد کا صحاح ستہ اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت اپنے

لے ترجمانِ پنجم تا دہم۔ ص ۱۳۳ ط حیاتِ اہلِ حضرت ص ۱۱۰۔

مبارک ہاتھوں سے لکھ کر آپ کو عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اِسْمَاکُ ضیاء الدین احمدؒ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت نے ادائے حج سے فارغ ہو کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضری دی اور بارگاہِ رسالت سے ہزاروں نعمتوں اور برکتوں سے نوازے گئے۔ پھر آپ نے دوسرا حج ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ مطابق فروری ۱۹۰۶ء میں ادا کیا۔ ۲۲ صفر ۱۳۲ھ مطابق ۱۸ اپریل ۱۹۰۶ء تک مکہ معظمہ میں آپ کا قیام رہا۔ زمانہ قیام مکہ میں بڑے بڑے اہم واقعات پیش آئے جن کا تفصیلی بیان انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کو قوتِ یادداشت میں بڑا کمال دیا تھا یوں تو قرآن مجید کا اکثر و بیشتر حصہ آپ کو زبانِ یاد تھا لیکن پورے قرآن مجید کے آپ حافظ نہ تھے ایک مرتبہ کسی ناواقف شخص نے اپنے ایک عریفہ میں آپ کے القاب کے ساتھ حافظ کا لفظ بھی لکھ دیا حسن اتفاق سے اس کا وہ عریفہ ۲۹ شعبان کو آپ کی خدمت میں پہنچا دوسرے ہی دن سے آپ نے قرآن مجید حفظ کرنا شروع فرما دیا اور ہر روز ایک پارہ حفظ کر کے تراویح کی نماز میں آپ سنا دیتے یہاں تک کہ رمضان شریف کی سٹائیسوس تاریخ کو مغرب سے پہلے حفظ قرآن مجید پورا کر لیا اور صرف ایک مہینے کی مختصر مدت میں آپ حافظ ہو گئے۔ پھر بڑی خوبی تو تھی کہ روزانہ ایک پارہ زبانِ حفظ کرنے لائے باوجود فتاویٰ مبارکہ لکھنے، مسائل شریعت و احکام دینیہ کی تحریر فرماتے اور وقت معین پر مسند نشین ہدایت ہو کر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرامین مقدسہ سنانے وغیرہ مشاغل دینیہ میں کسی طرح کا کوئی فرق آنے نہ پایا جس طرح آپ قلم کے دھنی تھے اسی طرح میدان بیان کے شہسوار بھی تھے اگر آپ کی تحریر تحقیقات و تدقیقات کے دریا بہاتی تو آپ کی تقریر حقائق و عرفان کے انوار برساتی تھی لیکن چونکہ بقا دوام صرف تحریر کو حاصل ہے اس لئے آپ کی مقدس زندگی

کے بیشتر اوقات تصنیفات کتب میں صرف ہوئے مگر تاہم خود شہر بریلی میں ہر سال آپ کے تین زبردست وعظ تو پابندی کے ساتھ ہوا کرتے تھے ایک وعظ طلبہ فارغ التحصیل کے سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر ہوتا تھا دوسرا بیان جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن ہر بار ہوں ربیع الاول شریف کو آپ کی طرف سے حضرت مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمہ کے دو لنگرہ پر منعقد ہوتا تھا جس میں شہر بھر کے عمائد و معززین مطبوعہ دعوت نامہ کے ذریعہ مدعو کئے جاتے اس مبارک جلسہ کی اہمیت پورے شہر میں ایسی تھی کہ اس تاریخ کو کسی دوسری جگہ اہتمام و انتظام کے ساتھ مجلس نہیں ہوتی تھی جس کا شائقین نہیں آکر اس جلیل الشان جلسہ میں شریک ہوتے تیسرا بیان مرشد برحق حضرت مولانا سید آل رسول صاحب مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس شریف کے موقع پر جو ہر سال ۱۸ ذوالحجہ کو آپ کے کاشانہ اقدس پر منعقد ہوتا تھا۔ ان کے علاوہ مسلمانوں کی عرض و تمنا پر شہر اور بیرون نجات میں بھی آپ کے بیانات ہوتے تھے۔

آپ کی تقریروں و تحریروں اور تمام تصنیفوں کا خلاصہ حسب ذیل تین باتیں ہیں۔
۱۔ دنیا بھر کی ہر ایک لائق محبت و مستحق تعظیم چیز سے زیادہ اللہ و رسول کی محبت و تعظیم (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

۲۔ اللہ و رسول ہی کی رضا کے لئے اللہ و رسول کے دوستوں سے دوستی و محبت (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔)

۳۔ اللہ و رسول ہی کی خوشی کے لئے اللہ و رسول کے دشمنوں سے نفرت و عداوت (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔)

آپ اپنی ساری عمر دنیا کو یہی بتاتے رہے کہ جس مسلمان کے دل میں ان تینوں باتوں میں سے ایک بات بھی کامل نہیں تو اس کا ایمان بھی کامل نہیں۔ الغرض آپ نے مسلمانان عالم کو شان الہی کا سچا ادب سکھا با پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا سبق پڑھا یا حضرات انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عزت و حرمت کا گنا بتایا۔ صحابہ کرام و اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی محبت و عقیدت کا درس دیا حضرات

اولیاءِ سُنَّتِ اسْتِزَادِہُمْ کے احترام و اکرام کا چراغ روشن کیا مجبوبانِ بارگاہِ الہی کے دشمنوں سے دور و نفور رہنے کا شرعی حکم سنایا شریعت و طریقت کی سچی تعلیم سے آگاہ کیا جھوٹے تصوف و فقیری کا پردہ چاک کیا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں پر خود عامل رہے۔ اور اپنے مخلصین سے عمل کراتے رہے اور دوسرے مسلمانوں کو تلقین کرتے رہے اب ہم ذیل میں تبرکاً علیہ حضرت کی ایک رباعی نقل کرتے ہیں۔ جو آپ کی مقدس زندگی کی عکاس ہے

نہ مرا نوش ز خمیں نہ مرانیش ز طعن :- نہ مرا گوش بمدے نہ مرا ہوش ز بے
منم و کج خموی کہ نگجد و رولے :- جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

مجدد کی شناخت اور مجددین کی فہرست

علمائے اسلام نے بیان فرمایا ہے کہ مجدد کے لئے ضروری ہے کہ ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے اول میں اس کے علم و فضل کی شہرت رہی ہو۔ علماء کے درمیان اس کے "اجیاء سنت" اذالہ بدعت اور دیگر دینی خدمات کا چرچا کیا جاتا ہو۔ لہذا جس عالم کو آخری صدی کا زمانہ نہ ملایا ملا لیکن وہ دینی خدمات انجام دینے میں مشہور نہ ہوا تو وہ مجددین کی فہرست میں شمار نہ ہوگا۔ علماء دین کی تصریح کے مطابق ذیل میں مجددین کی فہرست پیش کی جاتی ہے۔

پہلی صدی کے مجدد خلیفۃ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آپ کی پیدائش سنہ ۹۷ھ میں اور وصال سنہ ۱۹۷ھ میں ہوا اس اعتبار سے آپ کو دوسری صدی کا مجدد کہنا چاہئے لیکن تمام علماء کا اسی بات پر اتفاق ہے کہ آپ پہلی صدی کے

۱۹۷۲ء میں علامہ سید ظفر الدین فاضل بہاری کا مسئلہ تجدید پر ایک تحقیقی مقالہ شائع ہوا ہے۔ مجددین کی فہرست اسی سے ماخوذ ہے۔

ہجرت ہیں۔ دوسری صدی کے مجدد سیدنا امام شافعی و سیدنا امام حسن بن زینا و
 ہیں تیسری صدی کے مجدد قاضی ابو العباس بن شریح شافعی، امام ابو الحسن اشعری اور
 محمد بن جریر طبری ہیں چوتھی صدی کے مجدد امام ابو بکر بن باقلانی و امام ابو حامد اسفہانی
 ہیں پانچویں صدی کے مجدد قاضی فخر الدین حنفی و امام محمد بن غزالی ہیں چھٹی صدی
 کے مجدد امام فخر الدین رازی ہیں۔ ساتویں صدی کے مجدد امام تقی الدین بن رقیق
 العید ہیں آٹھویں صدی کے مجدد امام زین الدین عراقی، علامہ شمس الدین جزری اور
 علامہ سراج الدین بلخینی ہیں نویں صدی کے مجدد امام جلال الدین سیوطی اور علامہ
 شمس الدین سخاوی ہیں دسویں صدی کے مجدد امام شہاب الدین رملی اور ملا علی
 قاری ہیں گیارہویں صدی کے مجدد امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی، حضرت شیخ
 محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت علامہ میر عبد الواحد بلگرامی مصنف
 سبع سنابل شریف ہیں، بارہویں صدی کے مجدد شہنشاہ ہند و ستان ابوالمظفر محی الدین
 اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ فاریزی حضرت سید می شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی، حضرت
 شیخ غلام نقش بند لکھنوی اور حضرت قاضی محبت اللہ بہار می ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین)
 بعض لوگوں نے اپنی خوش اعتقاد می کے باعث شاہ ولی اللہ صاحب محدث
 دہلوی کو بھی بارہویں صدی کا مجدد کہا ہے مگر تصدیقات علماء اسلام کے مطابق ان کا
 شمار مجدد بن میں نہیں ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب موصوف کی پیدائش ۱۱۳۷ھ میں
 اور وفات ۱۲۰۶ھ میں ہوئی ہے تو صاحب علم و فضل ہونے کے باوجود انھوں نے نہ تو کسی
 صدی کا آخر پایا اور نہ کسی صدی کا آغاز پایا۔

بعض وہابیوں نے سید احمد رائے بریلوی اور ان کے مرید مولوی اسماعیل دہلوی
 کو بھی مجدد قرار دیا ہے۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ ان دونوں پر مرید نے اصلاح
 کے نام پر امت میں فتنہ و فساد کا بیج بویا اور مسلمانوں کے پرانے اسلامی عقائد بگاڑ
 کر ان کو وہابیت کی طرف موڑا ہے۔ تو بھلا یہ دونوں مجدد کیسے ہو سکتے ہیں۔ پھر ان
 باتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے قابل غور امر یہ ہے کہ سید احمد رائے بریلوی کی پیدائش

۱۲۰۱ھ میں اور اسمعیل دہلوی کی پیدائش ۱۲۹۳ھ میں اور دونوں کی موت ۱۲۳۶ھ میں ہوئی ہے جس سے ظاہر ہوا کہ سید احمد نے بارہویں صدی کا زمانہ ہی نہیں پایا اور مولوی اسمعیل نے پایا بھی تو اس طرح کہ وہ صرف سات برس کے بچے تھے اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہابیوں کے بھی مستند مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی زرنگی محلّی کا فیصلہ بھی سنا دیا جائے جناب فاضل لکھنوی اپنے مجموعہ فتاویٰ عبدالحی جلد دوم صفحہ ۱۵۱ میں نسخ الاسلام بدر الدین و امام جلال الدین سیوطی کی عبارات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

— از یہ عبارات واضح شد کہ سید احمد بریلوی کی ولادت شان ۱۲۰۱ھ بود و مرید شان مولوی اسمعیل دہلوی وغیرہ در مصداق حدیث - ان الله یبعث لہذا الامت علی رأس کل مائتا سنتا من یجد دلہا دینہا - داخل نیستند یعنی علماء اسلام کی ان عبارتوں سے صاف صاف واضح ہو گیا کہ سید احمد بریلوی جن کی پیدائش ۱۲۰۱ھ میں تھی اور ان کے مرید مولوی اسمعیل دہلوی وغیرہ حدیث شریفان الله یبعث لہذا الامت علی رأس کل مائتا سنتا من یجد دلہا دینہا - کے مصداق میں داخل نہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات مجدد نہیں

تیرہویں صدی کے مجدد شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے فرزند و لبند حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی متولد ۱۱۵۹ھ و متوفی ۱۲۳۹ھ ہیں آپ بارہویں صدی کے آخر میں علم و فضل، زہد و تقویٰ میں مشہور دیار و اطراف تھے اور تیرہویں صدی کے آغاز میں آپ کے فضل و کمال کا طوطی پورے ہندوستان میں بولتا تھا آپ کی ساری عمر دینی خدمت و درس و تدریس اقیام و تصنیف میں گزری سنیت کی حمایت اور بد مذہبوں کا رد آپ کا خصوصی کارنامہ ہے۔ آپ کے اندر احقاق حق و ابطال باطل کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا جس کا زندہ ثبوت آپ کی ضخیم کتاب تحفہ اثنا عشریہ ہے اس جلیل القدر عظیم الشان کتاب میں آپ نے دلائل کے پھوڑوں

اور براہین کی شمشیروں سے را فضی مذہب کی کھال ادھیڑ کر اس کی بڈیوں
کا سرمہ اور گوشت کا قیمر بنا دیا ہے فالحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام
علی سید المرسلین والہ الطیبین وصحبہ الطاہرین۔

چودھویں صدی کا جلیل لقدر مجدد

علمائے اسلام کے بیان کے فرمودہ اصول کے مطابق اگر اہل حق موجودہ صدی
کی فضائے اسلام پر نگاہ ڈالیں تو انہیں مجددیت کا ایک درخشاں آفتاب اپنی نورانی
شعاعوں سے بدعت و ردت کی تاریک دیز تہوں کو چیرتا ہوا نظر آئے گا۔ جس کی
بے مثل نابانی سے ایک عالم چمک دمک رہا ہے اور وہ مخزوزگار مجدد اعلیٰ حضرت
عظیم البرکت مولانا الحاج حافظ قاری شاہ محمد احمد رضا بریلوی سنی حنفی قادری
برکاتی ہیں اس لئے کہ آپ کی ولادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ میں اور آپ کا وصال
۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ میں ہوا۔ آپ نے تیرھویں صدی کا ۲۸ سال دو مہینہ بیس دن
پایا۔ جس میں آپ کے علوم و فنون، درس و تدریس، تالیف و تصنیف و عطا و تقریر کا شہسہ
ہندوستان سے عرب شریف تک پہنچا اور چودھویں صدی کا انتالیس سال ایک مہینہ
۲۵ دن پایا جس میں حمایت دین، نکایت مفسدین، احقاق حق و ازباق باطل اعانت
سنت و امانت بدعت کے فرائض منصبی کو کچھ ایسی خوبی اور کمال کے ساتھ آپ نے
انجام دیا جو آپ کے عظیم المرتبت مجدد ہونے پر شاہد عدل ہے۔ آپ تیرہ سال و سس
مہینہ کی عمر ہی میں فاضل التحصیل ہو گئے اور اسی دن سے فتویٰ دینا شروع کر دیا اور یہ
سلسلہ عمر شریف کے آخری حصہ تک جاری رہا۔ افسوس کہ آپ کے بہت سے فتویٰ کی
نقل نہ لی جاسکی مگر پھر بھی جو نقل ہو سکے وہ بڑی تقطیع $\frac{۲۶ \times ۲۰}{۸}$ پر بارہ جلدوں میں
تقریباً گیارہ ہزار صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں اس مجموعہ فتویٰ کا نام "فتاویٰ رضویہ"

ہے اس میں آپ نے احکام شرعیہ و مسائل دینیہ کی تفصیل و توضیح ایسی تحقیق کے ساتھ کی ہے جو اس کے غیر میں نہ ملے گی فقہی مسائل کے لئے دلائل و براہین کے انبار لگا دیے ہیں فقہ و کلام کے وہ معرکہ الآراء مسائل جو اپنی پیچیدگی کے باعث برسوں سے اکابر علماء کے درمیان الجھے ہوئے رہ گئے تھے ان کا جنحاً تلافیہ کیا ہے۔ آپ کی تصنیفات کا شمار بروایت حضرت شیخ بشتہ سنت لکھنوی علیہ الرحمہ ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ ائمہ متاخرین میں امام جلال الدین سیوطی مجدد و قرن عاشق علیہ الرحمہ کے بعد کسی کے متعلق نہیں سنا گیا کہ وہ کثرت تصنیفات میں اعلیٰ حضرت کا مقابل ہے جس وقت آپ کے درس و تدریس کا غلغلہ بلند ہوا تو سہارنپور اور دیوبند کے مدرسوں کے بھی چند طلبہ حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ درس گاہ رضویہ کے طلبہ انہیں دیکھ کر سخت تعجب میں ہو گئے۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت اگرچہ علم و فن کے آفتاب فضل و کمال کے ماہتاب تھے۔ لیکن وہابی علماء سے تو یہ امید ہی نہیں کہ وہ اعلیٰ حضرت جیسے وہابیت کا پرچہ اڑانے والے کی علمی خوبیوں کا سیدھے الفاظ میں اس طرح اعتراف کرتے ہوں کہ ان کے طلبہ کو آپ سے علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو چنانچہ درس گاہ رضویہ کے طلبہ نے اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں طلبہ علموں سے دریافت کیا کہ آپ حضرات دیوبند اور سہارنپور چھوڑ کر بریلی کیسے آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو صحیح ہے کہ مدارس دیوبند وغیرہ میں اعلیٰ حضرت کی مدح و ثنا نہیں ہوتی لیکن جب کبھی وہابی علماء کے درمیان اعلیٰ حضرت کا تذکرہ چل پڑتا ہے۔ تو ان کی گفتگو کا حرف آخر یہی ہوتا ہے کہ کچھ بھی ہو مولانا احمد رضا قلم کے بادشاہ ہیں جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا پھر نہ تو موافق کو ضرورت افزائش رہتی ہے اور نہ مخالف کو دم زدن کی گنجائش ہوتی ہے۔ بس اعلیٰ حضرت کا یہی وصف ہے کہ جو ہم لوگوں کو دیوبند و سہارنپور سے کھینچ کر بریلی لایا۔

۱۹۶۲ء ۲۲

مجددِ اعظمِ رزمِ گاہِ حق و باطل میں

حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس زندگی کے کارناموں پر ایک نگاہ ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدائے پاک جل جلالہ نے اپنے اس خاص بندے کو اپنے دین کی حمایت ہی کے لئے پیدا فرمایا تھا دین کی تجدید و تبلیغ، اسلام کی حمایت و نصرت، سنیت کی حفاظت و صیانت ہی آپ کی زندگی تھی مقدس دین کی تجدید و احیاء کے فرض منصبی کو آپ نے جس خوبی کے ساتھ انجام دیا وہ آپ کی تصنیفات مقدسہ سے ظاہر ہے۔ آپ نے ساری زندگی اسلام و سنیت کے احیاء و تجدید پر قربان کر دی اور کفار و مرتدین مشرکین و مبتدعین کی طرف سے ہونے والے تمام حملوں کا دندان شکن جواب دیا۔ یقینی طور پر آپ اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں میں ہیں جن کا فیض ان کے دنیا سے پر وہ فرمانے کے بعد بھی خدا اور رسول جاری رکھتے ہیں۔ رجلٌ جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم۔

آج دنیا میں مشرکین و کفار، مرتدین، اشرار، گمراہان فجار کا کوئی ایک بھی ایسا مشہور فرقہ نہیں جس کے رو میں اعلیٰ حضرت کی متعدد تصنیفات نہ ہوں۔ دہریے، فلاسفہ، آریہ، سماجی، یہود، نصاریٰ، ہنود، مجوس، قادیانی، پجری و ہانی، دیوبندی، ندوی، رافضی، خازمی، تفسیلی، صلحی وغیرہ بے دینوں، بد مذہبوں کی جس قدر فتنہ گر ہارٹیاں ہیں ان سب کے خود ساختہ اصول اور باطل عقائد کو خود انہیں کے مسلمات انہیں کے گڑھے ہوئے قواعد سے اس طرح توڑ پھوڑ کر ان کے دھوکے اڑا دیے ہیں کہ تلاش و جستجو کے بعد ان کا کوئی ایک ذرہ سلامت نہیں ملتا۔

اعلیٰ حضرت کا وطن اس صوبہ اور شہر میں ہے۔ جہاں ہندوؤں کی تعداد ستا سی فی صدی اور مسلمانوں کی تعداد تیرہ فی صدی ہے۔ اور آپ کا دولت خانہ شہر پٹی

شریف کے محلہ سوداگران میں ہے۔ اس محلہ میں آپ کے اور آپ کے رشتہ داروں کے مکانوں کے علاوہ ایک مکان سید مصاحب علی اور دوسرا میاں منیر بھشتی کا ہے اور باقی محلہ کے سارے مکان ہندوؤں کے تھے۔ اس لئے آپ نے ہنود کے رد میں کتابیں تحریر فرمائیں انہیں کتابوں میں "النفوس لفکر فی قربان البقر" ہے۔

ہندوؤں کے ایک تعلیم یافتہ طبقہ نے جب دیکھا کہ ہندو برابر مسلمان ہو رہے ہیں یا نصرا نیت کے جنگل میں پھنستے جا رہے ہیں تو ان کے اگوا پنڈت دیانند سرتی نے آریہ سماج کے نام سے ایک مذہب جاری کیا اور مسلمانوں پر علمی و صوفی جہانے کے لئے اسلامی تعلیمات کے خلاف اعتراض کرنا شروع کیا اس لئے اعلیٰ حضرت نے آریہ سماج کا بھی رد فرمایا جس کا نمونہ کیفر کردار آریہ ہے۔

آپ کے زمانہ سے پہلے ہی ہندوستان میں اسلامی سلطنت کو مٹا کر انگریزوں نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی انگریز اگرچہ اعتقاداً و عملاً نرے بیدین ہیں لیکن پھر بھی رومن کیتھولک مذہب کے نام لیوا ہیں اور اسی مذہب کی اشاعت میں طرح طرح کا جال پھیلانے اور لاکھوں روپے تبلیغ میں خرچ کر کے لوگوں کو نصرا نیت بنانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں اس لئے اعلیٰ حضرت نے ان کے رد میں تین کتابیں تصنیف فرمائیں۔

یہ تینوں فرقے یعنی ہندو، آریہ سماج اور نصرا نیت غیر مسلم ہیں جو مسلمان ہیں اور نہ اپنے کو مسلمان کہلانا پسند کرتے ہیں ان کے علاوہ وہ فرقے جو اپنے کو مسلمان کہلاتے ہوئے بھی اسلام کی جڑ کاٹنے میں لگے ہوئے تھے۔ ان کے رد و تردید اعلیٰ حضرت نے خاص توجہ فرمائی انہیں باطل پرست فرقوں میں ایک فرقہ نیچری ہے۔ نیچری حضرات زمانہ کے مطابق رنگ بدلنے اور انگریزی سلطنت کی حمایت و طرفداری کرنے کی

عہدہ پاسبان مارچ و اپریل ۱۹۴۲ء ص ۲۲ عہدہ پاسبان و اپریل ۱۹۴۲ء ص ۲۳

عہدہ پاسبان مارچ و اپریل ۱۹۴۲ء ص ۲۳

بدولتِ نبوی حیثیت میں بڑھے چڑھے اور مرجع العوام بنے رہتے تھے ان لوگوں نے سلطنتِ برطانیہ کی خطرناک سازش کو بھرپور قوت پہنچانے کے لئے مسلمانوں کے دین و ایمان لوٹنے اور اسلامی نشانات مٹانے کی پورے کوشش کی اعلیٰ حضرت نے ان کے رد میں سات کتابیں تحریر فرمائیں اور انگریزوں کی خطرناک سازشوں کو کچل رکھا یا جب انگریزوں کے خیر خواہ وہابیہ نے شش مثل کا فتنہ برپا کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت نوح وغیرہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مثل زمین کے باقی طبقوں میں اور بھی محمد، آدم، ابراہیم وغیرہ نہیں تو اعلیٰ حضرت نے ان کے رد میں تذبذب الجہال بالہام الباسط المتعال اور جو ابہائے ترکی بہ ترکی ۱۲۹۲ھ میں تصنیف فرما کر شائع کیا جس سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے راہی ملک عدم ہو گیا۔

جب انگریزوں کی شہ پاکر مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے اپنے امام مہدی اور مسیح ہونے کا پھر نبی اور رسول ہونے کا اعلان کیا اور حضرات انبیاء عظام کی مقدس شانوں میں گالیاں دینا شروع کیں تو اعلیٰ حضرت نے اس کے رد میں چھ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اور ایک ماہنامہ بنام قہر الدیان علی المرتد بقادیان جاری کیا۔

جب انگریزوں کے دلی خیر خواہ وہابی دیوبندی عالموں نے مسئلہ ختم نبوت کا انکار کیا اللہ سبحوٰح و قدوس کے جھوٹ بولنے کو درست بتایا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر میلاد کو کنھیا کا جنم قرار دیا سرکارِ دو عالم مدنیۃ العلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم کی طرح ٹھہرایا۔ اور غیر مقلد وہابیوں نے امام اعظم ابو حنیفہ وغیرہ ائمہ اسلام کی تقلید و اتباع کو شرک و کفر کہا تو اعلیٰ حضرت نے ان وہابیہ وغیر مقلدین کے رد میں دو سو سے زیادہ کتابیں تصنیفات فرمائیں

عہدِ یاسان اپریل ۱۲۳۶ھ تا یاسان اپریل ۱۲۳۷ھ عہدِ یاسان اپریل ۱۲۳۷ھ تا یاسان اپریل ۱۲۳۸ھ

عہدِ ملاحظہ ہو دولتِ مکہ ۱۲۸۸ھ

جب فرقہ تفضیلیہ نے شور و غل مچایا اور اکٹھا ہو کر بریلی آئے اور مناظرہ چھڑا تو اعلیٰ حضرت کے سوالات قاہرہ کی پہلی قسط دیکھتے ہی بریلی سے بھاگ کھڑے ہوئے جس کا مفصل بیان ”فتح خیر و تزک مر تفسومی میں چھپ چکا ہے۔ اسی طرح جب روافض و نو اصرب کے فتنوں نے سر اٹھایا اعلیٰ حضرت نے وہیں سر کو بی فرمائی اور ان کے رد میں بھی کتابیں تصنیف فرمائیں۔

مسلمانوں میں افتراق و اختلاف کی آگ بھڑکانے کے لئے پرانے شکارپوں نے اپنے خیر خواہوں مولوی محمد علی کانپوری، مولوی سبلی اعظم گڑھی وغیرہ سے ۱۳۱۱ھ میں ایک نیا جال بنوایا جس کا نام نذوۃ العلماء ہے۔ مکاروں اور عیاروں نے اس نوجو بصورت جال میں سینوں کی کثرت تعداد کو بھانسن لیا انتہا یہ کہ بہت سے سنی علماء ندوہ کے دھوکے اور فریب میں آکر اس کے ممبر بن گئے ندوہ کو اگرچہ ایک اسلامی مذہبی درس گاہ ظاہر کیا گیا لیکن اس کے باوجود اس کی بنیادی اینٹ ایک انگریز حکمران کے ہاتھ سے رکھوائی گئی۔ شیخ محمد اکرام ایم۔ اے۔ اپنی کتاب ”سبلی نامہ ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں کہ۔

ندوہ کی تاریخ میں ۱۹۰۸ء کا سال ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اس سال صوبہ یوپی کے گورنر ڈانگریز لفظی طور پر دارالعلوم کی وسیع عمارت کا سنگ بنیاد رکھا اور ڈانگریزی حکومت کی طرف سے ندوہ کو بعض مقاصد کے لئے پانچ سو روپے ماہوار امداد مسلمانی شروع ہوئی۔

مولوی سبلی اعظم گڑھی جو ندوہ کے کرمادھرتا تھے انھوں نے اس موقع پر اپنی انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بیان دیا ہے کہ۔

— یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ترکی ٹوپیاں اور عمامے دوش بدوش نظر آتے تھے۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ مقدس علماء عیسائی فرمانروا کے سامنے ولی فسر گذاری کے ساتھ ادب سے خم تھے یہ پہلا ہی موقع تھا کہ شیعہ سنی ایک مذہبی درس گاہ کی رسم ادا کرنے میں برابر کے شریک تھے۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی درس گاہ

کاسنگ بنیاد ایک غیر مذہبی (انگریز گورنر) کے ہاتھ سے رکھا جا رہا تھا۔ غرض یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی سقف کے نیچے نصرانی، مسلمان، شیوہ، سنی، حنفی، وہابی، رند، زاید، صوفی، واعظ، خرقہ پوش اور کج کلاہ سب جمع تھے۔ (شہلی نامہ ص ۱۴۱) مولوی شبلی صاحب ندوہ کی تحریک کے ذریعہ ایک طرف اسلام و سنت کی روح کچل رہے تھے اور دوسری طرف اپنے ماہوار رسالہ "ندوہ" میں انگریزوں کی اطاعت و فرمانبرداری کا سبق پڑھا رہے تھے۔ ۱۹۱۴ء میں مولوی شبلی نے مسجد کانپور کے سلسلے میں اپنی لیڈر مٹی چمکانے کے لئے کچھ نظمیں شائع کرائی تھیں۔ جب لفٹنٹ گورنر یوپی نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا تو انھوں نے اپنے انگریز آقا کو خوش رکھنے کے لئے حسب ذیل بیان شائع کیا۔

• ————— میں مدت العمر کبھی انگریز گورنر کا بدخواہ نہیں رہا ہوں میری پیشہ پر کوشش رہی ہے کہ مشرق و مغرب (ایشیا یورپ) کے درمیان یہ سنگت بڑے اور ایک دوسرے کی طرف سے جو غلط فہمیاں مدت دراز سے چلی آتی ہیں دور ہوں چنانچہ اس پر میری تمام تصنیفات شاہد ہیں اس سے بڑھ کر یہ کہ ۱۹۰۸ء میں میں نے ماہوار رسالہ "ندوہ" میں ایک مستقل مضمون کے ذریعہ یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں پر انگریزی حکومت کی اطاعت و وفاداری مذہباً فرض ہے۔ (شہلی نامہ ص ۲۲۵) ندوہ کے اندرونی حالات کا اندازہ کرنے کے لئے مولوی شبلی کے رفیق کار مسٹر ابوالکلام آزاد کا بیان پڑھئے فرماتے ہیں۔

• ————— ندوہ العلماء کے اجتماع سے مجھے روشن علماء کی جو حالت منکشف ہوئی کیونکہ منتہین ندوہ کی طرف سے میرا ایسا ہی حسن ظن تھا اس سے طبیعت کو اور زیادہ مایوسی اور طبقہ علماء کی طرف سے سخت وحشت پیدا ہو گئی۔ مخالفین ندوہ وہاں جو کچھ کہہ رہے تھے اور کر رہے تھے ان کی نسبت تو خیال تھا کہ یہ روشن خیال نہیں ہیں لیکن جو لوگ ندوہ کے لئے سرگرم تھے ان کی بھی عجیب حالت نظر آتی تھی۔ چونکہ پانچ چھ مہینے تک ان سرگرمیوں کو بالکل قریب سے دیکھا رہا۔ اس لئے اندرونی حالت

میں نے دیکھا کہ بالکل چالاک دنیا داروں کی سی کاروائیاں کی جا رہی ہیں اور وہ تمام وسائل بے دریغ عمل میں لائے جاتے ہیں جو اپنی کامیابی کے لئے ایک شاطر سے شاطر اور عیار سے عیار جماعت کر سکتی ہے لوگوں کو (ندوہ تحریک) میں شامل کرنے کے لئے ہر طرح کی عیاریاں کی جاتی تھیں میرے سامنے ایک واعظ نے ندوے کے ایک سرگرم آجمنٹ سے مشورہ کیا کہ مجلس واعظ میں کیونکر ان کو اظہار جوش و خروش کرنا چاہیے اور کیونکر آخر میں نالہ و بکا درو نادھونا شروع کر دینا چاہیے چنانچہ تجویز پختہ ہو گئی اس کے بعد واعظ نے جوہنی مثنوی کی ایک حکایت شروع کی دوسرے صاحب نے معاکھڑے ہو کر حال بازوں کی طرح حرکتیں شروع کر دیں اس سے مجلس میں بڑی رقت طاری ہو گئی۔ اور اس قدر آہ و بکا ہوا کہ اس پر وعظ ختم کر دیا گیا اسی طرح کی بیسوں باتیں (مکاری عیاری کی) روز میں دیکھنا تھا اور میرے دل میں اس طبقے (ندوہ والوں) کی طرف سے وحشت بڑھتی جاتی تھی

— آزاد کی کہانی ص ۲۱۷، ص ۲۱۸

ان سب حوالجات نے دن و دوپہر کی طرح واضح کر دیا کہ برطانوی عیاروں نے مسلمانوں کو پھانسنے اور ان کو بد مذہب بنانے کے لئے ایک خوشنما جال بچھایا جس میں عام سنی تو عام سنی ان کے علماء بھی بری طرح پھینس گئے۔ ندوہ سے بڑھ کر کون سا فتنہ سنگین ہو سکتا ہے جس میں رہنما حضرات بھی گھس کر جاؤہ حق سے پھیل گئے تھے اعلیٰ حضرت کی حق میں نگاہوں نے روز اول ہی دیکھ لیا تھا کہ ندوہ بے دینوں، بد مذہبوں اور نیچریوں کی ایک چکڑی اور حق و باطل کا ایک معجون مرکب ہے اس لئے آپ حمایت دین کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور برطانوی وفاداروں کے اس خوشنما جال کا ایک ایک تاگا اڑھیر کر رکھ دیا۔ ندوہ کی گمراہیوں اور بدعتوں کو اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ اس طرح بے نقاب فرمایا کہ مشاہیر علمائے اہل سنت توفیق خداوندی کی بدولت ندوہ سے پزار ہو کر الگ ہو گئے حضرت مولانا احمد حسن کانپوری علیہ الرحمہ

حضرت مولانا محمد حسین آبادی علیہ الرحمہ، حضرت مولانا علامہ عبدالسلام جلیپوری علیہ الرحمہ وغیرہ مشاہیر علماء ہندوہ کی خوبصورت تجویزوں پر فریفتہ ہو کر اس میں شامل ہو گئے تھے لیکن جب اعلیٰ حضرت نے ہندوہ کی سخت کئی فرمائی اور اس کی گمراہیوں کو بے پردہ کر دیا تو یہ حضرات ہندوہ سے متنفر ہو کر اس سے بالکل الگ ہو گئے۔

خدائے تعالیٰ عالم فرید فاضل و حیدر حضرت مولانا قاضی عبدالوحید رئیس پٹنہ، محب الرسول تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی استاذ المحدثین حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی پبلی بھٹتی، عالم جلیل فاضل نبیل حضرت مولانا حکیم عبدالقیوم بدایونی، عالم امجد فاضل ارشد حضرت مولانا عبدالصمد حافظ بخاری سہسوانی کیف اللہ المسلمون حضرت مولانا شاہ ہدایت رسول رامپوری لکھنوی علیہم الرحمہ والرضوان کی قبروں پر قیامت تک اپنی رحمت کے پھول برساتا رہے کہ اول الذکر نے اپنے مال و دولت اور باقی حضرات نے اپنے علم و اثر سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ بٹایا جس سے ہندوہ کا فتنہ عظیم ۱۳۲۰ھ میں مدراس پہنچ کر ختم ہو گیا۔ حضرت مولانا مفتی ابوالسائین محمد ضیاء الدین سلی بھٹتی علیہ الرحمہ اپنی تصنیف اعلام ضروری ص ۵

میں تحریر فرماتے ہیں کہ
 ”علمائے کرام نے ہندوہ کے رد میں کوئی بات اٹھانہ رکھی۔ تحریری رد میں بھی کامل حصہ لیا۔ قریب دو سو کے کتابیں اور رسالے تصنیف فرما کر مفت تقسیم کئے ایک ہزار کے قریب اشتہاروں کی اشاعت کی۔ جلسوں کی رودادیں طبع کر کے شہر و شہر پہنچائیں۔ مصارف کا اندازہ ایک لاکھ روپیہ سے اوپر کا ہے۔ پچاس ہزار روپے سے اوپر تو شخص واحد یعنی حضرت مولانا قاضی عبدالوحید علیہ الرحمہ رئیس پٹنہ نے خاص اپنی ذات سے خرچ کئے ایسے اہم کارروائی میں مال کی کوئی حقیقت

بوصاحب مزید طور پر بندوبست کی گمراہی اور بیینی اور ان کے متعلق شرعی احکام پر مطلع

ہونا چاہیں وہ اعلیٰ حضرت کا مرتب کردہ فتویٰ بنام فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین کو ملاحظہ فرمائیں جس میں اکابر علمائے مکہ و مدینہ کے بھی فتاویٰ ہیں۔

جب لمحد فاسقی اور نام نہاد صوفی جھوٹی طریقت کی اڑے لے کر شریعت مجدیہ پر حملے کرنے لگے اور شریعت کو طریقت کا مخالف بتانے لگے بناوٹی صوفیوں کے چودھری مسٹر جٹادھاری نے اپنی کتاب ”مرشد کو سجدہ تعظیم“ میں اعلان کر دیا کہ اپنے پیرو سجدہ تعظیمی کرنا جائز ہے تو اعلیٰ حضرت نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ صوفیوں کا قلم قمع فرمایا۔ آپ نے اپنی کتاب ”مقال العرفاء“ میں قرآن و حدیث و اقوال علماء باطن سے ثابت کیا کہ۔

•۔۔۔ شریعتِ اصل ہے اور طریقت اس کی ذرۃ شریعتِ منبع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا طریقت کی جدائی شریعت سے محال و دشوار ہے شریعت ہی پر طریقت کا دار مدار ہے شریعت ہی اصل کار اور محاکم و معیار ہے شریعت ہی وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ تعالیٰ کی راہ سے دور پڑے گا طریقت اس راہ روشن کا ٹکڑا ہے اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناممکن ہے طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعتِ مطہرہ ہی کے اتباع کا صدقہ ہے جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں ہے دینی اور زندقہ ہے۔۔۔ (مقال العرفاء)

اور الزبیدۃ الزکیہ لتعریبہ مسجدۃ التعمید لکھ کر آپ نے آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ نیز اقوال ائمہ سے روشن آفتاب کی طرح خوب آشکارا کر دیا کہ ہماری شریعت مجدیہ میں خدا کے تعالیٰ کے سوا کسی کو کسی مرض کا سجدہ جائز نہیں۔ سائنس دان حضرات کا بیان ہے کہ زمین سورج کے گرد گھوم رہی ہے اور آسمان کوئی چیز نہیں بنظر اس بیان میں سادہ لوح عوام کو کوئی خرابی نظر نہ آتی ہوگی لیکن اگر ذرا سا غور و فکر سے کام لیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ سائنس دانوں کا یہ نظریہ دین و مذہب کی بنیاد پر ایک ضرب کاری ہے کیونکہ جب آسمان کوئی چیز ہی

نہیں ہے تو توریت، انجیل، زبور، قرآن، اور دیگر صحائف انبیاء کا آسمان سے نازل ہونا کبھی ثابت نہ ہوگا تو پھر سائنس دانوں کا یہ نظریہ تسلیم کر لینے کا معنی یہی ہوگا کہ دین و مذہب کوئی چیز نہیں اور قرآن مجید آسمانی کتاب ہے نیز مذہب اسلام آسمانی دین نہیں حالانکہ قرآن مجید آسمانی کتاب اور مذہب اسلام آسمانی دین ہے ان حالات میں ضرورت تھی کہ سائنس جدید کے اس باطل نظریے کی بھی بیخ کنی کر دی جائے چنانچہ اعلیٰ حضرت نے اپنی شمشیر خوار اشکاف سے فلاسفہ یورپ کی اس مصنوعی تحقیق کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اپنی تصنیف فوز مبین در رد حرکت زمین، نزول آیات و قان بسکون زمین و آسمان میں سائنس دانوں ہی کے خود ساختہ اصول سے کپڑے، نیوٹن اور ڈاؤن کے خیالات فاسدہ کی دھجیاں اڑا دیں انہیں کے گڑھے ہوئے قواعد سے ان کے نظریے کو باطل قرار دیا اور مسلمانوں کے اطمینان کے لئے آیات و احادیث سے ثابت کیا کہ آسمان کا وجود قطعی طور پر ہے اور زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں اور چاند، سورج وغیرہ تارے آسمان میں تیر رہے ہیں اور ہمہ وقت ان کی حرکت جاری ہے۔

اخیر زمانہ یعنی ۱۳۲۸ھ، ۱۳۲۹ھ میں علی برادران اور ان کے ہمناؤں نے نہایت زور و شور سے تحریک خلافت کے نام پر ایک ایسا خوفناک فتنہ کھڑا کیا جس نے جمہور بد مذہبوں، منافقوں، فریبوں اور کھلے کافروں سب کو اپنے اندر سمیٹ لیا اور حق و باطل اسلام و کفر کا سارا امتیاز مٹا دینا چاہا۔ واقعوں سے کہ چند دنیا دار غرض پرست ہندوستان کے بادشاہ بننے کی طمع میں اٹھ کھڑے ہوئے اور عام مسلمانوں کا رنج اپنی جانب موڑنے کے لئے اپنی تحریک میں "خلافت"

عہ علی برادران سے مراد مولوی محمد علی صاحب جوہر و مولوی شوکت علی صاحب لیدر ان خلافت میں ان حضرات نے سیاست کے ہر ناک سیلاب میں بہتے ہوئے مشرک نواز می و شعائر دین کی پامالی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی تھی نام نہاد خلافت کے نشتر میں اس قدر مخمور تھے کہ مشرکانہ افعال انجام دینے اور کفری اقوال بولنے

کامد، ہبئی رنگت بھرا جس کی وجہ سے مسلمان آنکھیں بند کر کے ان کی تحریک میں گھس پڑے اور بعض علماء اور مشائخ بھی مصنوعی خلافت کے سبز باغ پر فریفتہ ہو کر اس فتنہ کا شکار ہو گئے تحریک خلافت کو مضبوط کرنے کے بعد اس کے لیڈروں اور مولویوں نے ایسے ایسے فتنے برپا کئے جن کے بیان سے قلم قاصر ہے۔ ان غرض پرستوں نے اپنی تحریک کا نام تو "خِلاَفَتِ اِسْلَامِیَّة" رکھا لیکن حصول سلطنت کے نشہ میں کچھ اس بُری طرح مد ہوش ہوئے کہ حق و باطل کی تمیز ہی اٹھا دی اسلامی قوانین کے توڑنے، شرعی احکام کے کچلنے اور دینی نشانات کے مٹانے میں کھلے کافروں سے بھی بہت آگے بڑھ گئے اس وقت صرف اعلیٰ حضرت کی ایک ذات گرامی تھی جس نے ان فتنہ گروں کا جم کر مقابلہ کیا ان کے رد و طرد میں اشتہارات پر اشتہارات

حاشیہ پچھلے صفحہ کا۔ میں شرعی حدود کو پار کر چکے تھے لیکن بروایت حکیم مولانا سید غلام معین الدین صاحب نعیمی مولیٰ تعالیٰ نے کرم فرمایا کہ ان دونوں بھائیوں کو اواخر عمر میں توبہ نصیب ہو گئی۔ مولانا موصوف نے اپنی مرتبہ کتاب "حیات صدرا الافاضل" ص ۷۴ میں ان حضرات کی توبہ کا واقعہ تفصیل سے لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا محمد علی جوہر مرحوم کے سفر لندن سے پہلے حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ اتمام حجت اور خوفِ آخرت سے ہوشیار کرنے کے لئے مولانا مرحوم کے مکان پر دہلی تشریف لے گئے اور ان کو اسلامی احکام سے روشناس کراتے ہوئے آخرت کے عذاب و خسراں سے ڈرایا۔ مولانا مرحوم حضرت صدر الافاضل کی تبلیغِ حق سے متاثر ہوئے اور حضرت کو گواہ بنا کر انھوں نے توبہ کی۔ اور مولانا شوکت علی مرحوم نے بھی مراد آباد آ کر حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر توبہ کی اور اپنی آخرت سنواری۔

اور جب ان دونوں کی توبہ کی اطلاع ایک عالم دین دے رہا ہے تو اب دعا یہ ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کے ضلالت و معصیت کو معاف فرمائے لیکن یہ لوگ اپنی تحریر و تقریر کا جو فتنہ امت کے درمیان پھیلا گئے ہیں اس کے خلاف ہمارا احتجاج قیامت کی صبح تک رہے گا۔

شائع فرمائے ان کی خلاف شرط باتوں کو منظر عام پر لا کر مسلمانوں کو اس ہولناک فتنہ سے بچایا یہاں تک کہ آخر میں رسالہ مبارکہ ”المجتمۃ المونتنہ فی الآیۃ المستحنہ“ شائع فرما کر وہ کادو دھ پانی کا پانی کر دکھایا اور ٹھیک دوپہر کے آفتاب کی طرح حق کو واضح اور آشکارا کر دیا جس کے نتیجے میں بہت سے علمائے کرام تحریک خلافت سے بیزار ہو کر علیحدہ ہو گئے تحریک خلافت کے فتنہ عظیم ہونے کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ فرنگی محل کے مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی نے ایک کھلے غیر مسلم کو اپنا امام و پیشوا محض اس لئے بنا رکھا تھا کہ وہ غیر مسلم اپنی چالاکی سے نام نہاد تحریک خلافت کا حامی بنتا تھا۔ مولوی عبدالباری صاحب نے تحریک خلافت کی حمایت میں جہاں اور بہت سے کفریات لکھنے کا وبال اپنے سر لیا تھا۔ وہیں یہ بھی صاف لکھ دیا کہ میں نے تو اس غیر مسلم بت پرست کو اپنا رہنما بنا لیا ہے میں وہی مانتا ہوں جو یہ کہتا ہے۔ میرا حال سر دست اس شعر کے موافق ہے۔

عمرے کہ با آیات و احادیث گذشت
رفتنے و نثار بت پرستے کروے

الحمد للہ تعالیٰ کہ حضرت مولانا مولوی عبدالباری صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے اقوال کفریہ سے توبہ و بیزارگی کا اعلان کیا۔ جس سے خلافت والوں کی علمی قوت و شوکت بالکل جاتی رہی ہاں دنیا کی لالچ میں بہت سے مطلب پرست مسلمان تحریک خلافت سے چمٹے رہے مگر حق تو سب پر واضح ہو کر رہا۔ خلافت کمیٹی کے لیڈروں نے مسلمانوں کا دین و ایمان برباد کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی دنیا کو بھی خوب چھٹی طرح لوٹا۔ مسٹر ابوالکلام آزاد جو تحریک خلافت کے سرگرم رکن تھے ان کے داہنے بازو مولوی عبدالرزاق مصلح آبادی اپنی کتاب ذکر آزاد ص ۳۸۸ میں لکھتے ہیں کہ۔

• خلافتِ تحریک کے سلسلے میں ہندوستان کے غریب مسلمانوں نے قابلِ فخر جذبہٴ ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا تھا بے شمار روپیہ خلافتِ فنڈ میں دیا۔ پر وہ نشینِ خواتین نے زیور تک اتار کے دیدیے (خلافتِ کمیٹی کے) نوڈ لیڈروں کا اعتراف تھا کہ چھپن لاکھ روپیہ جمع ہوا ہے۔ لیکن اس مالِ مالِ فنڈ کا حشر کیا ہوا؟ ایک قلیل رقم تو ترکوں کو پہنچی باقی روپیہ کو مروے کا مال سمجھ لیا گیا۔ اس زمانے میں خود میں اپنی اہلیوں سے دیکھتا تھا کہ (خلافتِ کمیٹی کے) بڑے بڑے لیڈر کس بے دروی سے قومی روپیہ اپنی ذات پر اڑا رہے ہیں۔

حوالہ مذکورہ بالا نے کیسا صاف واضح کر دیا کہ دنیا دار غرض پرست مولویوں اور لیڈروں نے تحریکِ خلافت کا ڈھونگ محض دولت و اقتدار حاصل کرنے کے لئے رچایا تھا۔ ان کو حرام و حلال کے فرق سے کوئی مطلب نہ تھا۔

الغرض جہاں بھی کسی بد مذہب بد دین نے سراٹھایا وہیں اعلیٰ حضرت نے اس کا پر غرور سر کچل کر رکھ دیا۔ اس کے رد میں کتابیں تصنیف فرمائیں اور مطبع اہل سنت محلہ سوداگران بریلی میں چھپوا کر ہندوستان بھر کے اکابر، مشائخ، علماء اور رؤساء کے پاس ٹکٹ چپا کر کے روانہ کر دیا اور اس طرح حمایتِ دین میں اپنی پاک زندگی اپنائیں، من و دھن سب کچھ قربان کر دیا۔ یہ سب دینی مذہبی کارنامے صاف صاف شہادت دے رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا موجودہ صدی کے عظیم المرتبت مجدد ہیں۔

بعض چرب زبان منجالیہین جن کو دین و مذہب کے اندر سوئی کی نوک برابر بھی بصیرت نہیں وہ اعلیٰ حضرت کی دینی خدمات پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مولینا احمد رضا جس قابلیت و جامعیت کے عالم تھے اس کے پیش نظر سارا زمانہ ان کی قدمبوسی کرتا اور ان کو پیشوا مانتا مگر انھوں نے عمر بھر سب کا رو کر کے اپنی مقبولیت کو بڑا دھکا پہنچایا۔ ان الفاظوں کے قول میں وہی جھلک ہے جو کفار مکہ کے مطالبہ میں تھی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام بت

پرستوں کے خلاف آواز بلند فرمائی تو مشرکین عرب بلبلا اٹھے اور انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گزارش کی کہ اگر آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہیں تو ہم لوگ آپ کو اپنا سردار بنانے کے لئے تیار ہیں اور پھر ہم سب مل کر آپ کے پاس دولت کا انبار لگا دیں گے۔ جس سے آپ سب سے بڑھ کر مالدار ہو جائیں گے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفار کے مطالبہ کو ٹھکرا دیا۔ تو چونکہ اعلیٰ حضرت اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے نائب اور وارث تھے اس لئے آپ نے بھی اپنے زمانے کے باطل پرستوں کا عمر بھر رد کیا۔ اور کسی کی ملامت کی کوئی پرواہ نہ کی اور بفضلہ تعالیٰ آپ کی مقبولیت کا تو یہ عالم ہے کہ مکہ شریف و مدینہ منورہ کے اکابر علماء نے آپ کو اپنا سردار و پیشوا اور موجودہ صدی کا مہر و تسلیم کیا۔ آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور آپ سے خلافت و اجازت حاصل کی۔

بعض تعصب پرست کہتے ہیں کہ اس قدر تحریر و تقریر، رسائل و اشتہارات کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ لیکن یہ دن دوپہر میں چمکتے سورج کا انکار ہے حدیث شریف میں ہے۔ لان یهدی اللہ علی یدک رجلاً واحداً خیر مما طلعت علیہ الشمس یعنی اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت نصیب فرمادے تو یقیناً روئے زمین کی حکومت سے بہتر ہے۔ اور یہاں ہزاروں تو کیا بلکہ لاکھوں اشخاص نے اعلیٰ حضرت کی تقریروں اور تحریروں سے فائدہ اٹھایا مگر انہوں کا طبقہ آپ کی تحریریں پڑھ کر دیندار بنا بد مذہب حضرات آپ کی کتابیں دیکھ کر ایسے راسخ الاعتقاد سنی ہوئے کہ بد مذہبی کی ہولناکی آنکھیں بھی ان کو اپنی جگہ سے ہلانہیں سکتی کتنے وہ ہیں جو کفریات باک کر مرتد اور بیدین ہو گئے۔ تھے آپ کی رہنمائی سے مخلص مسلمان بن گئے حضرت شیخ رشید اہلسنت علامہ لکھنوی علیہ الرحمہ اپنے ماہنامہ ترجمان اہلسنت شمارہ پنجم تا دہم ص ۸۹ میں لکھتے ہیں۔

عہ جوہر البھار شریف جلد ثالث ص ۱۹۳ مطبوعہ مصر

• — مجھ کو بھی حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس کتاب تمہید
یمنان دیکھنے ہی سے اسلام و سنیت کی بے بہا دولت عطا ہوئی ورنہ میں بھی
دیوبندیت کی تاریک کفری گھٹاؤں میں پھنس کر اسلام و سنیت کے آفتاب عالمتاب
کے سچے اصلی حقیقی نور سے بہت دور جا پڑا تھا۔

یہ اعلیٰ حضرت کی تحریروں ہی کا صدقہ ہے کہ ایک غریب مسنی کا پچھلے ایچ پرکھڑا
ہو کر زمانہ موجودہ کے فرعون، نرود، ابوجہل اور ابولہب جو اپنی جماعت میں
مخدوم الکل، شیخ الاسلام، حکیم الامت، قاسم العلوم کہلاتے ہیں ان کی بیدینی
کی دھجیاں اڑاتا ہے ان کے کفر و ارتداد کو بے نقاب کرتا ہے یہ اعلیٰ حضرت
کی مقدس کتابوں ہی کا فیض ہے کہ ہمارا مناظر میدان مناظرہ میں باطل پرست
بھڑیوں سے لوہے کے چنے چبواتا ہے۔ وہابی سیٹھوں اور جمیعۃ العلماء دیوبند
نے مناظر اسلام حضرت شیربیتہ سنت لکھنؤی علیہ الرحمہ کے خلاف رد و ہابیت
کے سلسلے میں ہندوستان کی متعدد کورٹوں میں مقدمات اور استغاثے
دائرے اور ایڑی سے چوٹی کا زونگوا یا کسی طرح ایک بار بھی دنیا کے سنیت
کا یہ شیر جبل خانہ کے پنجرے میں بند ہو جائے۔ لیکن یہ اعلیٰ حضرت کی مقدس تصنیفات
ہی کا فیض ہے جس نے ہر کورٹ میں حضرت مولانا لکھنؤی علیہ الرحمہ کو سر بلند
رکھا اور دشمنان اسلام کی ساری کوششوں پر پانی پھر دیا۔

دنیا میں ایسے کم ظرف دنیاطبع بہت ہیں جن کے حسب و نسب کا پتہ نہیں
چلتا اور بے حیائی کی باتیں بکنا ہی ان کا شیوہ رہا کرتا ہے ایسے ہی لوگوں
میں بعض وہ حضرات ہیں جو اعلیٰ حضرت کی دینی خدمات سے جل بھن کر یہ باک
دیا کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی انگریزوں کے ایجنٹ تھے
حالانکہ اعلیٰ حضرت ہی کی تنہا وہ ذات ہے جس نے اپنے خداداد علم و فضل کی
بدولت بکمال ہوشیار سی و بیدار مغزی انگریزوں کی خفیہ سازشوں کو
ناکام بنا دیا اور انگریزوں کے مقرر کردہ لیڈروں، مولویوں اور پیروں کا

عام چور ہے پر بھانڈا پھوڑا۔ سلطنت برطانیہ کے جان نثاروں اور دلی خیر خواہوں کو اپنے سیفِ قلم سے موت کے گھاٹ اتارا برٹش گورنمنٹ سے سالانہ سات ہزار دو سو روپیہ وظیفہ پانے والے ایجنٹ کو کیفر کردار تک پہنچایا انگریزی حکومت کی حمایت میں جہاد کا فتویٰ دینے والے کی پھیلائی ہوئی گمراہی اور بے دینی سے مسلمانوں کو بچایا۔ بے شک بے شک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا وہ سچے وارث رسول ہیں جن کی چادرِ عظمت انگریزی راج نیز دنیا کی ہر سلطنت کی آہِ کارمی کے داغ و دھبے سے بچدہ تعالیٰ ہر طرح پاک و صاف ہے یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے مخالفوں میں اہل قلم، ارباب تاریخ سیاست و اہل حضرات بھی ہیں جنہوں نے مذہبی عداوت کی بنا پر اعلیٰ حضرت کو طرح طرح کی گالیاں دی ہیں لیکن کسی میں یہ جرأت نہ ہو سکی کہ وہ اعلیٰ حضرت کو انگریزی حکومت کا ایجنٹ لکھ دیتا۔

مولوی عبدالرزاق مصلح آبادی اپنی کتاب ذکر آزادوں میں لکھتے ہیں

• اور وہ (اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا) خلافتِ تحریک کے اور

ہر اس تحریک کے جانی دشمن تھے جو انگریزی راج کے خلاف ہو۔

بے شک اعلیٰ حضرت خلافتِ تحریک کے واقعی سرگرم مخالف تھے

جس کی وجہ یہ ہے کہ تحریکِ خلافتِ مقدس اسلام کو ڈھا کر اس کی جگہ کفر و شرک

نصرانیت و یہودیت کی عمارت کھڑا کرنا چاہتی تھی اور اسی طرح اعلیٰ حضرت ہر اس

تحریک کے جانی دشمن تھے جو اسلام کا لباس پہن کر اسلام کی جڑ کھو کھلی بنانا چاہتی تھی

اب رہا مذہب کے نام پر اٹھائی ہوئی کسی تحریک کو انگریزی راج کے موافق

بنانا جیسا ندویوں نے کیا یا مخالف ظاہر کرنا جیسا خلافتِ کمیٹی نے کیا تو یہ بساط

سیاست پر شطرنج کھیلنے والوں کا داؤں ہو کر تاتھا اور سیاست دانوں کے

داؤں اور پیسے کو بھانپنا پھر اس کی گہری کاٹ کرنا یہ اعلیٰ حضرت ہی جیسے مردِ مومن

مؤید من اللہ کا کام تھا

رہا مصلح آبادی کا دبی دبی بولی میں اعلیٰ حضرت کو انگریزی راج کا موافق کہنا

تو یہ خلافت تحریک کی مخالفت کا پرانا بخارا اتارنا ہے ورنہ انگریزی راج کی جیسی گہری مخالفت اعلیٰ حضرت نے کی اس کو کچھ برٹش کے دلی خیر خواہ ہی جان سکتے ہیں مصلح آبادی جیسے سطحی نظروا لے اگر برطانیہ کے سچے جان نثاروں سے معلوم کریں تو وہ بتائیں گے کہ انگریزی سامراج کا توڑ اعلیٰ حضرت نے کیا ہے۔ برطانیہ کے وفاداروں کا سنگین پنجہ اعلیٰ حضرت نے موڑا ہے ہاں یہ کہنا بالکل درست اور حق بجانب ہے کہ لیڈران خلافت کے پیشوا اے اعظم سر سید احمد خاں انگریزی راج کے کھلم کھلا و قادیار تھے وہ انگریزی راج کے خلاف کسی تحریک کو گوارا نہ کرتے تھے بلکہ ہر اس بولی کے جانی دشمن تھے جو انگریزی راج کے ذرا سا خلاف ہو جاتی۔

اعلیٰ حضرت کے مخالفین تاریخ داں اہل قلم حضرات کو اعلان عام ہے کہ زبانی جمع خراج سے تو آپ حضرات بہتان طراز قرار پائیں گے اگر آپ لوگوں میں ذرا سا بھی دم خم ہے تو مقابلہ پر آئیے اور اعلیٰ حضرت کو تاریخ و حقائق کے کانٹے پر برٹش گورنمنٹ کا وفادار ہی ثابت کر دیجئے آلہ کار و ایجنٹ ثابت کرنا تو بہت دور کی بات ہے لیکن بنڈل بازی افترا پر داری سے پرہیز کرنا شرط مر دانگی ہے۔

ہم تو آج ہی کہے دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے اس مجاہد کو اسلام و سنیت کی حفاظت اور برطانوی جان نثاروں کی نکاہت کے لئے پیدا فرمایا تھا اعلیٰ حضرت تو اعلیٰ حضرت آپ کے غلاموں کا بھی دامن گورنمنٹ برطانیہ کی آلہ کاری سے پاک و صاف ہے۔ اگر دشمنان اسلام کے پاس اعلیٰ حضرت کے خلاف کوئی مسالہ ہوتا تو اب تک کس دن کے لئے رکھ چھوڑتے

أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝



وہا بیت کا ہولناک قتلہ عظیم اور اس کا قلع جمع کرنے والے علمائے دین

صحیح بخاری شریف جلد ثانی ص ۱۵۱ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار یہی جمل ثنائیہ عرض کی۔ "اللهم بارک لنا فی شامنا اللهم بارک لنا فی یمنا قالوا وی نجدنا قال اللهم بارک لنا فی شامنا اللهم بارک لنا فی یمنا قالوا یا رسول اللہ وی نجدنا فأظنہ قال فی الثالثہ هنا ک الزلازل والفتن ودبہا یطلع قرن الشیطان۔"

اے اللہ! تو ہماری خاطر ہمارے ملک یمین میں برکت عطا فرما (حاضرین مجلس میں سے) کچھ حضرات نے گذارش کی (حضور) اور یہ دعا بھی کرویں کہ اے اللہ تو برکت عطا فرما۔ ہمارے ملک (نجد) میں (سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ان حضرات کی گذارش قبول نہ فرمائی اور پھر دوبارہ شام و یمین کے لئے دعا کی اے اللہ تو ہماری خاطر ہمارے شام میں برکت دے۔ اے اللہ تو ہماری خاطر ہمارے یمین میں برکت دے ان حضرات نے پھر عرض کی یا رسول اللہ! اور یہ بھی دعا کریں کہ اے اللہ! تو برکت دے (ہمارے نجد میں) (حضور اقدس سرکار رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار بار گذارش کے باوجود سرزمین نجد کے لئے دعا نہ فرمائی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ علم غیب سے حضور کو معلوم تھا کہ اسی منحوس سرزمین سے

شیطان کی جماعت نکلے گی جو دنیا میں فتنہ و فساد بیدنی و گمراہی پھیلاتے گی پھر سرکار نے دعائے کرنے کی وجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے (تیسری بار فرمایا کہ وہاں یعنی نجد میں زلزلے اور فتنے پیدا ہوں گے اور وہیں سے شیطان کی جماعت نکلے گی) حدیث مذکور کے بالا کے راوی نقل روایت میں احتیاط برتنے کے پیش نظر کہتے ہیں کہ (میرے گمان میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (دو مرتبہ شام و یمن کے لئے دعائے فرمائی اور) تیسری بار سرزمین نجد کی نحوست آشکارا کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا

هناك الزلازل والفتن وبيها يطلع قرن الشيطان . یعنی سرزمین نجد میں زلزلے اور فتنے ہوں گے۔ اور وہیں سے شیطان کی جماعت پیدا ہوگی

مخبر غیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ خبر بارہ سو برس کے بعد ظاہر ہوئی اس کی تفصیل یوں ہے کہ ۱۲۰۲ھ میں سلطان عبدالحمید خاں غازی بادشاہ روم کے انتقال کے بعد اس کے بھتیجے سلیم ثالث نے بادشاہ کے لڑکوں کو نظر بند کر دیا اور خود زبردستی سے بادشاہ بن بیٹھا۔ پھر اقتدار کے نشہ میں اس نے بہت سے پاشاؤں آفیسروں اور کثیر فوجیوں کو غفلت کی حالت میں قتل کر دیا۔ کہہیں یہ لوگ بادشاہ کی اولاد کی حمایت و طرفداری میں کھڑے نہ ہو جائیں مزید برآں رعایا پر بھی ظلم ستم کا آرا چلایا۔ سلیم ثالث کی اس تباہ کن روش نے ٹرکی سلطنت کی چولیس ہلادیں جس کے نتیجے میں ماتحت حکومتیں اور زیر اثر صوبے خود مختار ہو گئے۔ ترکی حکومت کا رعب و دبدبہ جاتا رہا۔ ہر طرف طوائف الملوکی شروع ہو گئی جس کے ساتھ کچھ شورہ پشت فساد کی اکٹھا ہو گئے اس کو بھی حکومت حاصل کرنے اور بادشاہ بننے کا حوصلہ پیدا ہو گیا چنانچہ ترکی حکومت کی کمزوری و بد نظمی کو دیکھ کر عبدالوہاب نجدی نے بھی سلطنت حاصل کرنے کی جرأت پیدا کی یہ عبدالوہاب نجدی بڑا ہوشیار نہایت چالاک آدمی تھا اس کے باپ دادا صوبہ نجد میں عالم اور پیر ہونے کی وجہ سے پیشوا اور مقتدا شمار کئے جاتے تھے۔ عبدالوہاب نجدی نے اپنے خاندانی اثرات اور پیری مریدی سے بھرپور فائدہ اٹھایا جب اس نے اپنے ہمنواؤں کی ایک

تفصیل مذکور سیف الجبار مصنفہ حضرت مولانا شاہ فضل رسول سے ماخوذ ہے۔

کثیر جماعت تیار کر لی تو جمعہ کے دن ایک جلسہ عام کیا اس میں تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ اب ترکی حکومت مرد بیمار بن چکی ہے۔ شرعی احکام جاری کر نیچے لئے کسی بادشاہ کا ہونا ضروری ہے۔ لہذا تم لوگ کسی کو اپنا بادشاہ بنا لو تاکہ احکام شرعیہ نافذ کیا جاسکے حاضرین نے کہا کہ آپ سے بہتر کون ہے۔ جس کو بادشاہ منتخب کیا جائے پھر تو عبد الوہاب نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اور سب سے بیعت لے کر امیر المؤمنین بن گیا۔ اور قصبہ ”درعیہ“ کو راجدہانی قرار دیکر اپنی اولاد و اقارب کو مختلف شہروں میں حاکم مقرر کیا۔ اس نے اپنی خفیہ اسکیم کو کامیاب بنانے کے لئے نماز، روزہ کا خوب پرچار کرایا پھر سلطنت کا انتظام اپنے حواریوں کے سپرد کر کے خود ایک نئے مذہب کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس کا نام آج وہابی مذہب ہے اس نئے مذہب کی اشاعت کے لئے اس نے کچھ مسئلے خارجوں کے کچھ معتزلہ کے کچھ خیالات ملحدین ظاہریہ کے لئے کر اور کچھ عقائد اپنے دل سے گڑھ کر ایک کتاب بنائی۔ عبد الوہاب کے چھوٹے لڑکے ”محمد“ نے اس کتاب میں اپنا مضمون بڑھا کر اس کتاب کا نام کتاب التوحید رکھا جس میں اعلان کیا کہ تمام جہان کے مسلمان خاص طور پر مکہ مدینہ والے کافر و مشرک ہیں لہذا ان کو قتل کرنا ان کے مالوں کو لوٹ لینا واجب ہے۔ پھر اس کتاب کے چند نسخے بڑے بڑے شہروں میں بھیجے گئے۔ حاکمان شہر نے کتاب کے مضمون سے عوام کو آگاہ کیا۔ بس پھر کیا تھا مسلمانوں کا مال لوٹنے کے لئے تمام وہابیوں کے منہ میں پانی بھر آیا چنانچہ ”عبد الوہاب“ نجدی کا چیلہ سعود ^{۱۲۲۱} ھ مطابق ۱۸۰۶ء میں اپنے وہابی ڈاکوؤں کو لے کر طائف شریف، مکہ شریف، مدینہ شریف پر حملہ آور ہو گیا۔ پھر تو ان ظالم وہابیوں نے چنگیز خان تاتاری کا رول ادا کرتے ہوئے مسلمانوں کے مال و متاع کو بے دریغ لوٹا۔ مردوں، عورتوں اور بچوں کو شہید کر کے حریم شریفین کی مقدس سرزمین رنگیں کر دی علمائے اہل سنت اور سادات کرام کو تو چن چن کر قتل کیا۔ طائف شریف میں مسجد عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو ڈھا کر زمین سے برابر کر دیا۔ حریم شریفین

سے فارغ ہو کر عراق پر بھی دھاوا بول دیا اور اس طرح لوٹ مار، قتل و غارت کر کے عرب شریف پر اپنی ظالمانہ حکومت قائم کر لی اور بچے کھچے مسلمانوں کو کافر و مرتد قرار دے کر ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے رہے۔

ہندوستانی و ہابیوں کے پیشوا مدرسہ دیوبند کے صدر المدرسین مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی اپنی کتاب الشہاب الثاقب ص ۵ میں لکھتے ہیں کہ۔

۔۔۔ صاحبو! محمد بن عبد الوہاب نجدی (وہابیوں کا پہلا نام) ابتداءً تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ و عقائد فاسد رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالآخر اپنے خیالات کی تکلیف دینا اور ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا کیا ان کے (دینیوں کے) قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا اہل حرمین (مکہ مدینہ و اولوں) کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں سبھا صالِحین اور اترباغ کی شان میں نہایت گستاخی اور بے باکی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل یہ (محمد بن عبد الوہاب) ایک ظالم و باغی، خونخوار و فاسق شخص تھا۔۔۔۔۔

یہی صدر دیوبند مولوی حسین احمد صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ۔

۔۔۔۔۔ محمد بن عبد الوہاب نجدی کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔ (الشہاب الثاقب صفحہ ۵۱)

یہی مولوی حسین احمد تیسری جگہ لکھتے ہیں کہ۔

۔۔۔۔۔ شان نبوت و حضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ

والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو

مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت کھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں۔ اور اپنی شقاوت قلبی و ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لارہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعائیں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں۔ ان کے (وہابیوں کے) بڑوں کا مقولہ ہے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔

• الشہاب الثاقب ص ۵۶ و ص ۵۷

پھر جب سلطان سلیم اور مصطفیٰ رابع کے قتل ہو جانے کے بعد سلطان محمود غازی ترکی کا بادشاہ ہوا تو اس نے اپنی حکمت عملی اور بیدار مغزی سے ترکی سلطنت کی مردہ رگوں میں روح پھونک کر اسے طاقتور بنایا اور مصر کے والی محمد علی پاشا کے پاس نجدی وہابیوں پر جہاد کرنے کے لئے شاہی فرمان بھیجا محمد علی پاشا نے ابراہیم پاشا کو اسلامی لشکر کا افسر بنا کر عرب میں بھیجا جس نے وہابیوں کے لشکر کو پسپا کر کے ۱۸۱۸ء میں ان کی نام نہاد حکومت کا خاتمہ کر دیا ملک شام کے جلیل الشان فاضل علامہ سید محمد ابن عابدین علیہ الرحمہ فقہ حنفی کی معروف و مشہور کتاب شامی جلد سوم صفحہ ۴۷۸ میں لکھتے ہیں کہ۔

كما وقع في زماننا في اتباع عبد الوهاب الذين

خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون فاستباحوا بدنائى قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله تعالى شوكتهم وخرّب بلادهم وظهرهم عساكر المسلمين عام ثلث وثلثين ومائتين والفاء۔

یعنی جیسا کہ ہمارے زمانے میں وہابی نجد سے نکلے اور مکہ شریف مدینہ شریف پر زبردستی قبضہ کر لیا یہ لوگ اپنے کو حبیبی کہلاتے تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو مسلمان وہابی عقیدہ کے نہ ہوں وہ کافر و مشرک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے مسلمانوں اور علمائے اسلام کے قتل کو جائز قرار دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا زور توڑا ان کے شہروں کو ویران کر دیا اور ان پر مسلمانوں کے لشکر کو ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۷ء میں فتح دی۔

ضروری اطلاع



میں نے نجدی وہابیوں کے تاریخی واقعات حضرت مولانا فضل رسول عثمانی بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب "سبب الجہاد" سے اخذ کئے ہیں۔ حضرت مولانا بدایونی علیہ الرحمہ کا ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء میں وصال ہو گیا بعد کا واقعہ یہ ہے کہ فرانس برطانیہ اور روس کی متحدہ طاقت نے جب ترکی سلطنت کا مقابلہ کر کے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۲۳ء میں مسلحہ کمال پاشا نے ترکی کے بقیہ حصہ پر غیر اسلامی راج قائم کیا۔ تو اس کے بعد حرمین شریفین کا کوئی محافظ نہ رہ گیا مسجد ان خالی دیکھ کر پھر دو بارہ نجد کا بھڑیا نگر نیروں کی شہ پاکر مکہ مدینہ پر حملہ آور ہوا اور حجاج و نیرید کی یادگار بن کر حرمین پر ظلم کے پہاڑ توڑے۔ ماہنامہ رضوان لاہور بابت جولائی ۱۹۶۲ء ص ۲۷ میں ہے کہ۔

عہ ملاحظہ ہو النور ص ۱۷۷ مصنفہ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ

۔۔۔۔۔ اسی سال ۱۹۲۵ء کے آخر میں ایک فتنہ عظیم رونما ہوا امیر ابن سعود والی نجد نے انگریزوں کے ایما پر مملکت حجاز پر فوج کشی کر دی۔ شریف حسین بادشاہ حجاز سے چونکہ بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر سلطنت برطانیہ کا بگاڑ ہو گیا تھا اس لئے انگریزوں نے والی نجد کو سیاسی جوڑ توڑ اور مالی و فوجی امداد و اعانت کے ذریعہ حجاز پر حملہ کرنے کی ترغیب دی نجدیوں نے کھوڑے ہی عرصہ میں چند مختصر لڑائیوں کے بعد سلطنت حجاز پر قبضہ کر لیا۔ شریف حسین گرفتار ہوا اور انگریزوں نے اسکو جزیرہ قبرص میں لے جا کر نظر بند کر دیا اور کچھ عرصہ کے بعد اسی مقام پر اس کا انتقال ہو گیا اس کے بعد اس کا بیٹا شریف علی چند روز کے لئے تخت حجاز پر بیٹھا۔ لیکن جلد ہی اس کو ابن سعود کے ہاتھوں شکست کھانی پڑی اور وہ بھی بالآخر فرار پر مجبور ہوا نجدیوں نے حرمین شریفین پر قبضہ کر لیا اور سادات و شرفاء علماء و صلحاء کے قتل سے ہاتھ رکنگنے کے بعد حرمین شریفین کے ۔ ماثر متبرکہ و مقابرو و مساجد کو منہدم کر دیا۔ حجت المعلىٰ اور حجت البقیع کے تمام قبے مسمار کر دیئے گئے مکہ معظمہ کے آثار مقدسہ مثل مولود البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ مولد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اسی قسم کے دیگر مقامات مطہرہ کو بالکل پامال کر دیا ۔ مسجد جن مسجد بوقیس، مسجد نور وغیرہ کو منہدم کر دیا۔ حتیٰ کہ روضہ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی گرانے کا ارادہ کیا ۔



شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی

مولانا شاہ فضل حق خیر آبادی

ہندوستان میں وہابی مذہب پھیلنے کا واقعہ جیسا کہ صاحب سیف الجبار مولانا شاہ فضل رسول بدایونی نے لکھایوں ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی سرشت اور مزاج میں فتنہ و فساد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا مذہبی امور میں ان کی طبیعت کو پابندی بالکل گوارا نہ تھی مولوی اسماعیل کی مذہبی آزادی سے ان کے بزرگوار نالاں رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے آخر عمر میں اپنی جائداد و مال اپنے نواسوں اور حرم وغیرہ کو ہبہ کر کے قابض کر دیا لیکن اپنے بھتیجے مولوی اسماعیل کو اپنی ملکیت میں سے کچھ بھی نہیں دیا مولوی اسماعیل کا مزاج بہت بدعت پسند تھا چنانچہ جب محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید نگاہ سے گزری ہزار جان سے اس کی تازہ بدعتوں پر فریفتہ ہو کر انھوں نے وہابیت قبول کر لی اور اردو زبان میں "کتاب التوحید" کا ترجمہ کر کے اسکی شرح لکھ ڈالی جس کا نام انھوں نے تقویۃ الایمان رکھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی زندگی میں تو مولوی اسماعیل کچھ دے رہتے تھے لیکن حضرت شاہ صاحب کا وصال فرمانا تھا کہ مولوی اسماعیل بالکل خود سر ہو گئے۔ اور دین کے اندر فساد کے تین چشمے جاری کئے ایک فتنہ داؤد ظاہری والا کھڑا کر کے تقلیدائتہ کو حرام اور مجتہدین کرام کو فاسق ٹھہرایا دوسرا فتنہ اپنی کتاب صراط مستقیم کے ذریعہ پھیلا یا جس میں انھوں نے اپنے ان پڑھ پیر سید احمد رائے بریلوی کے نبی ہونے کا راگ الاپا ہے ملک گیری کا جب سود اسمایا تو

سکھوں سے لڑائی کا اعلان کر کے اپنے پر سید احمد کو امیر المؤمنین قرار دیا تھوڑا سا اقتدار مل جانے پر سید احمد کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ جوڑ دیا تیسرا فتنہ و باہریت کا برپا کیا اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ وہابی مذہب کی اشاعت کر کے عوام الناس کو بری طرح گمراہ کیا۔ وہابیت کا زور بڑھ جانے سے ہر طرف حضرات اہلبیاد و اولیاء کی تحقیر اور امت مرحومہ کی تکفیر ہونے لگی پھر تو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے اور شاگرد مولانا شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی اور مولینا شاہ محمد موسیٰ دہلوی جو مولانا شاہ رفیع الدین کے صاحبزادے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے اور خود مولوی اسمعیل دہلوی کے چچا اور بھائی تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور مولوی اسمعیل دہلوی کے عقائد باطلہ اور ان کی وہابیت فاسدہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا مولوی اسمعیل کے رد میں فتاویٰ اور رسالے مرتب کئے جن میں مولوی اسمعیل کو ان کے عقائد باطلہ کے باعث گمراہ اور کافر قرار دیا اور حق آشکار کرنے میں رشتہ خاندانی کا کوئی پاس و لحاظ نہ کیا۔ حضرت مولانا شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی نے خاص تقویت الایمان کے رد میں "معیبہ الایمان" لکھ کر واضح کر دیا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا علمی و سبب گھرانہ وہابیت نیز تقویت الایمان سے متنفر و بیزار ہے۔ وہابیت کے ابطال اور مولوی اسمعیل کے رد میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے شاگردوں نے لیا۔ شہنشاہ اقلیم منطلق و کلام مولانا شاہ فضل حق فاروقی خیر آبادی جو حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں تھے آپ نے خصوصی طور پر عقائد وہابیہ کی دھجیاں اڑائی ہیں۔

جس زمانے میں مولانا اسمعیل دہلوی کی کتاب تقویت الایمان میں بیان کئے ہوئے عقائد وہابیہ کا دہلی میں چرچا پھیلا تو ایک شخص نے مسئلہ شفاعت سے متعلق تقویت الایمان کی پوری عبارت نقل کر کے استفتاء مرتب کیا جس میں اس نے مندرجہ

عہ ملاحظہ ہو محضر جہاں گیر حصہ اول ص ۱۱۱ مصنفہ مولینا سید شاہ ابو محمد اشرف حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ

ذیل تین سوال قائم کئے۔

۱: ملا اسماعیل دہلوی کا شفاعت سے متعلق یہ کلام حق ہے یا باطل؟

۲: ملائے دہلوی کا یہ کلام سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان عالی میں اہانت و گستاخی ہے یا نہیں؟

۳: اگر ملائے دہلوی کا یہ کلام نبی اکرم سرکار اولین و آخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان اور توہین پر مشتمل ہے تو قائل (اسماعیل دہلوی) کا شرعاً کیا حکم ہے اور وہ دین و ملت کے اعتبار سے کون ہے؟

پھر مستفتی نے یہ استفتاء رئیس علمائے اہل سنت و ارشد تلامذہ خاندان عزیز می حضرت مولانا شاہ فضل حق فاروقی خیر آبادی علیہ الرحمہ والرضوان کی خدمت میں پیش کیا حضرت نے استفتاء مذکور کے جواب میں ایک جلیل الشان کتاب بنام "تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ" تصنیف فرمائی اور ہر سوال کا خوب شرح و بسط کیساتھ جواب تحریر فرمایا۔ اور آخر میں وہابیوں، دیوبندیوں، نیچریوں، ندویوں، مودودیوں کے پیشوائے کبر ملا اسماعیل دہلوی کو کافر، مرتد بے دین قرار دیتے ہوئے ۱۸ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ مطابق ۵ مئی ۱۸۲۵ء عیسوی کو یہ فتویٰ صادر کیا کہ۔

قائل ابن کلام لاطائل زروئے شرع مبین بلاشبہ کافر و بیدین است ہرگز مومن و مسلم نیست و حکم او شرعاً قتل و تکفیر است۔ (تحقیق الفتویٰ مطبوعہ لاہور پاکستان ص ۳۳) یعنی اس بے ہودہ کلام کا قائل اسماعیل دہلوی شریعت غرارہ کے نزدیک بے شبہ کافر و مرتد ہے ہرگز مومن اور مسلمان نہیں اور اس کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اس کی گردن مار دی جائے اور اسے کافر قرار دیا جائے۔

پھر یہ فتویٰ علمائے اسلام و مفتیان کرام کے سامنے پیش ہوا دہلی کے مندرجہ ذیل علماء مشاہیر نے تحقیق الفتویٰ کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کی اور ملا اسماعیل دہلوی کے کافر و مرتد ہونے کی توثیق فرمائی۔

۲	حاجی محمد قاسم	۱	المتوکل علی اللہ محمد شریف ۱۲۳۰ھ
۳	کریم اللہ	۳	فقر محمد حیات الآری
۴	مخصوص اللہ	۵	مجدر شید الدین
۸	عبدالحنّاق	۷	مجدر رحمت
۱۰	محمد موسیٰ	۹	محمد عبداللہ
۱۲	احمد سعید مجددی	۱۱	خادم محمد
۱۴	محمد حیات	۱۳	محمد شریف
۱۶	رحیم الدین	۱۵	صدر الدین

لَمَّا تَمَلَّتْ وَنظَرَتْ مَا فِيهِ مِنْ دَعَاوٍ وَوَجُوهِهَا نُظِرَ
الِإِصْطِفَاءِ مِنْ غَيْرِ الْعِنَادِ وَالْإِعْتِسَافِ وَوَجَدَتْهُ حَقًّا لَا يَأْتِيهِ
الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ فَخَتَمَتْ عَلَيْهِ -

جب میں نے اس کتاب کے دعاوی اور ان کے دلائل پر غور کیا اور عناد
و تعصب سے ہٹ کر نظر انصاف سے انہیں دیکھا تو اسے ایسا حق پایا جس کے ارد گرد
باطل کا گزر نہیں۔ تب میں نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

محبوب علی

مولانا منور الدین دہلوی !

مولانا منور الدین متوفی ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء قاضی سراج الدین کے صاحبزادے اور مولانا

خیر الدین مکی کے نانا تھے آپ نے ابتدائی تعلیم علماء لاہور سے حاصل
کی پھر دہلی پہنچے اور حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم
دینیہ کی تکمیل فرمائی آپ کے علم و فضل کا شہرہ دور دور تک پہنچا اور شاہ عالم ثانی
کے دور حکومت میں آپ کو منلیہ سلطنت کا رکن المدرسین بنایا گیا آپ حق گوئی کی
اس منزل پر فائز تھے کہ سلطنت کا رعب و دبدبہ بھی آپ کی حق گوئی میں حائل
ہونے سے کتراتا تھا۔ مولوی اسمعیل دہلوی اور وہابیت کا مقابلہ جس آن بان کے
ساتھ آپ نے کیا ہے اس کو وہابیوں کے عظیم پیشوا مسٹر ابوالکلام آزاد کی زبان
سے سنئے آزاد صاحب بیان کرتے ہیں کہ۔

(۱) :- مولانا اسمعیل شہید کے ساتھ ان کا جو شدید اختلاف بلکہ مخالفت ہوئی

اس کی بابت جو رائے بھی قائم کی جائے تاہم اس کا تفصیل سے دکھانا ضروری ہے جس سے مولانا منور الدین کا اپنے عقائد میں تضاد جس بات کو وہ حق سمجھتے تھے اس کے احقاق میں سرگرمی اور جسے باطل سمجھتے تھے اس کے رد و ازالے میں ان تھک ہمت ظاہر ہوتی ہے۔ مولانا اسماعیل شہید مولانا منور الدین کے ہم درس تھے۔ شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انھوں نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی اور ان کے اس مساک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں پھیل پڑ گئی۔ ان کے رد میں سب سے زیادہ وہ سرگرمی بلکہ ہر سربراہی مولانا منور الدین نے دکھائی۔ متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۲۳۸ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد میں کیا تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا۔ پھر حرمین سے فتویٰ منگوا یا۔ ان کی مولانا منور الدین کی) تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابتدا میں مولانا اسماعیل اور ان کے رفیق اور شاہ (عبدالعزیز) صاحب کے داماد مولانا عبدالحی کو بہت کچھ فہمائش کی اور ہر طرح سمجھایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث و رد میں سرگرم ہوئے اور جامع مسجد دہلی کا شہرہ آفاق مناظرہ ترتیب دیا جس میں ایک طرف مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحی تھے۔ اور دوسری طرف مولانا منور الدین اور تمام علماء دہلی (آزاد کی کہانی ص ۵۶)

یہی مسٹر ابوالکلام آزاد دوسری جگہ بیان کرتے ہیں کہ۔

(۲) — (مولانا منور الدین کی) ایک کتاب مجموعی طور پر تقویۃ الایمان جلاء العینین اور یک روزی کے رد میں ہے اس میں تقویۃ الایمان کے تیس مسئلے مابہ النزاع منتخب کئے ہیں۔ اور پچیس بابوں میں ان کا رد کیا ہے۔ ایک رسالہ اس باب میں ہے کہ مولانا اسماعیل شہید کے عقائد کا رد خود ان ہی کے خاندان اور

عہ مولوی اسماعیل دہلوی کا انتقال ۱۲۳۶ھ میں ہوا اور مباحثہ مذکور ۱۲۳۸ھ میں ہوا ۱۲۳۸ھ یہ کتابت کی غلطی ہے یا آزاد صاحب کو صحیح سنہ یاد نہ رہا۔

اساتذہ کی کتب سے کیا جائے چنانچہ اس میں ہر مسئلے کے رد میں شاہ عبد الرحیم، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے اقوال سے اپنے نزدیک روکیا ہے۔۔۔ (آزاد کی کہانی ص ۵۱)

ان دونوں حوالوں سے واضح ہو گیا کہ مولانا منور الدین دہلوی علیہ الرحمہ مولوی اسمعیل کے ہم سبق تھے جیسا کہ مولوی اسمعیل کی کتاب تقویۃ الایمان اور جلاء العینین کے ذریعہ مولوی اسمعیل دہلوی کی وہابیت کا چرچا ہوا تو مولانا منور الدین صاحب نے پہلے مولوی اسمعیل اور ان کے ساتھی مولوی عبدالحی کو ہر طرح سمجھایا وہابیت کی گمراہی اور خرابی سے آگاہ کیا۔ لیکن جب مولوی اسمعیل وغیرہ نے دعوت حق قبول نہ کی اور وہابیت کی تبلیغ و اشاعت پر جمے رہ گئے تب مولانا منور الدین کی سربراہی میں سنیّت کی حمایت کرنے والے تمام علماء وہابیت کے خلاف صف آرا ہو گئے مولانا منور الدین نے مولوی اسمعیل کے رد و طرد میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا مولوی اسمعیل کے خلاف ہندوستان کے تمام علماء سے فتویٰ مرتب کرایا۔ مکہ شریف اور مدینہ شریف سے بھی فتویٰ منگوایا اور جب میدان مناظرہ میں مولوی اسمعیل آئے تو وہابیت کی طرفداری میں ان کے ساتھ صرف ایک عالم مولوی عبدالحی تھے۔ اور ادھر اسلام و سنیّت کی حمایت میں مولانا منور الدین کے ساتھ شہر دہلی کے تمام علماء تھے پھر مولانا منور الدین نے انھیں امور پریس نہ کیا بلکہ مولوی اسمعیل کی تصنیفات تقویۃ الایمان، جلاء العینین، یک روزی کے رد میں متعدد کتابیں تحریر فرمائیں۔ اور شاہ عبد الرحیم، شاہ ولی اللہ، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی کتابوں کی عبارتوں کا حوالہ دے دے کر ثابت کیا ہے کہ مولوی اسمعیل دہلوی کے عقائد اپنے پروردادشاہ عبد الرحیم، دادا شاہ ولی اللہ اور چچا شاہ عبدالقادر و شاہ رفیع الدین کی تحریروں کے خلاف ہیں۔ اب سوال ہے دور حاضر کے تمام علمائے وہابیہ اور فضلاء دیوبند سے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے جلیل الشان شاگرد مولانا منور الدین دہلوی

نے وہاں بیت کچلنے کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے مولوی اسماعیل دہلوی کا انتخاب کر کے ان سے مقابلہ کیوں کیا؟ مولوی اسماعیل کے خلاف تمام علمائے ہندوستان سے فتویٰ کیوں مرتب کرایا؟ مولوی اسماعیل کے عقائد و خیالات کے رد میں متعدد کتابیں کیوں لکھیں؟ ہم سبق ہونے کی وجہ سے مولوی اسماعیل کی رعایت کیوں نہیں کی؟ شاہ ولی اللہ کا پوتا ہونے کی حیثیت سے مولوی اسماعیل کا خاندانی پاس کیوں نہیں کیا؟ اپنے استاذ شاہ عبدالعزیز کا بھتیجا ہونے کے اعتبار سے مولوی اسماعیل کا لحاظ کیوں نہیں رکھا؟ — یہ واضح ہے کہ مولانا منور الدین صاحب ۱۲۷۳ھ میں وصال فرما گئے اور ۱۲۷۲ھ میں اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا کی ولادت باسعادت ہوئی ہے۔ اگر مولانا منور الدین صاحب اعلیٰ حضرت کے زمانے میں ہوتے اور اعلیٰ حضرت کے شاگرد یا مرید ہوتے تب تو یہ جواب دینا آسان رہتا کہ شاہ احمد رضا بریلوی کی اتباع میں مولانا منور الدین نے ایسا کیا۔ لیکن حسن اتفاق کہئے یا سوء اتفاق کہ مولانا منور الدین اعلیٰ حضرت کے نہ تو شاگرد ہیں نہ مرید بلکہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے شاگرد ہیں۔



علامہ شاہ فضل سول بدایونی

خانوادہ قادریہ برکاتیہ مجیدیہ بدایوں کے شمس بازعہ اور خانوادہ علمی فرنگی محل لکھنؤ کے سراج نابغہ جامع منقول و معقول، حاوی فروع و اصول حضرت علامہ شاہ فضل رسول عثمانی بدایونی قدس سرہ الربانی کی ولادت شہر بدایوں میں

ماہ صفر ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں ہوئی۔

آپ نے صرف و نحو کی تعلیم اپنے جد امجد مولانا شاہ عبدالحمید بدایونی علیہ الرحمہ سے حاصل کی پھر مزید تعلیم کے لئے لکھنؤ کا سفر کیا اور ملک العلماء بحر العلوم حضرت مولانا عبدالعلی فرنگی محلی علیہ الرحمہ کے جلیل الشان شاگرد حضرت مولانا علامہ نورالحق فرنگی محلی عرف مولانا نور علیہ الرحمہ سے علوم دینیہ و فنون عقلیہ کی تکمیل کی نیز اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبدالحمید بدایونی علیہ الرحمہ سے تصوف کی کتابیں پڑھیں پھر اپنی ساری زندگی درس و تدریس وین اسلام کی اشاعت و تبلیغ و عظ و تقریر، معالجات جسمانی و روحانی میں صرف کی۔

مشاہیر علمائے ہند حضرت مولانا شاعر عبدالقادر محب الرسول بدایونی علیہ الرحمہ مجاہد آزادی اور مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا قاضی مفتی اسدالرخاں الہ آبادی، مولانا عنایت رسول عباسی چریاکوٹی (اعظم گڑھ یو پی) مولانا سید عبدالفتاح قادری المدعو بہ مولانا سید اشرف علی گلشن آبادی (موجودہ شہر ناسک مہاراشٹر) مولانا عبدالقادر حیدر آبادی، مولانا کرامت علی جونپوری مولانا حکیم محمد ابراہیم سہارنپوری، مولانا سید نبیادشاہ سنہلی وغیرہ حضرات نے آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا ہے

آپ نے اپنے دور میں ترویج عقائد و ہابیہ و اشاعت مذہب اہل سنت کافر بیضہ توفیقہ تعالیٰ خوب جم کر انجام دیا۔ امام الطائفہ مولوی اسمعیل دہلوی وغیرہ ملایان و ہابیہ کے مکر و فریب کا بھانڈا بھوڑنا ان کی بدعتوں اور گمراہیوں کا پردہ چاک کرنا گستاخ و ہابیت کا سرکچلنا آپ کی مقدس زندگی کا بلند پایہ کارنامہ رہا ہے۔

عہ مقدمہ سیف الجبار مرتبہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مطبوعہ
مکتبہ رضویہ انجمن شید لاہور ص ۲۱، ۲۲۔

درس و تدریس، وعظ و تبلیغ، کا مشغلہ رکھتے ہوئے آپ نے اعتقادِ یات، درسیات، فقہ، تصوف اور طب میں قابل قدر کتابیں تحریر کی ہیں جن میں چند کا تذکرہ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

۱: "سوط الرحمن علی قرن الشیطن" آپ کی یہ تصنیف ملائے وہابیہ اسمعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان کے رد میں ہے۔ اس کا دوسرا نام بوارقِ محمدیہ ہے۔
 ۲: سیف الجبار یہ تاریخی کتاب آپ نے ۱۲۶۵ھ ہجری مطابق ۱۸۴۸ء عیسوی میں تصنیف کی جس میں مولوی اسمعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کی مکاریاں اور چال بازیوں آپ نے بے نقاب کر دی ہیں نیز نجدی وہابیوں کے ظلم و ستم، قتل و غارتگری کی لرزہ خیز داستان بیان کی ہے۔ حضرت علامہ شاہ فضل حق خیر آبادی اور سنزہ علمائے دہلی نے وہابیوں کے چودھری مولوی اسمعیل کے کافر و مرتد ہونے کا جو متفق علیہ فتویٰ جاری کیا تھا اس سے آپ نے اتفاق کرتے ہوئے اپنی تالیف سیف الجبار میں نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو۔

قابل این کلام لا طائل (مولوی اسمعیل دہلوی) از روئے شرع مبین بلاشبہ کافر و بے دین ست ہرگز مومن و مسلمان نیست۔

دسیف الجبار مطبوعہ لاہور آرٹ پریس پاکستان ص ۸۷
 ۱۲۲۱ھ ہجری مطابق ۲۸ مارچ ۱۸۰۶ء کو جمعہ کے دن چاشت کے وقت ابن عبد الوہاب نجدی کی تصنیف کتاب التوحید صغیر علمائے مکہ کے سامنے پیش ہوئی یہ وہ زمانہ تھا جب کہ وہابیوں کا لشکر شہر طائف کے مسلمانوں کا خون بہانے ان کے اموال لوٹنے اور مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ڈھانے میں مشغول تھا حضرات علماء مکہ نے بعد نماز جمعہ باب کعبہ کے سامنے کتاب التوحید کے باب اول کا رد بنام ہدایتِ مکیہ تحریر فرمایا پھر عصر کی نماز پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ نماز سے فارغ ہو کر کتاب التوحید کے باب ثانی کی تردید لکھنے کی تیاری کی جا رہی تھی کہ اتنے میں شہر طائف کے مظلوم مسلمانوں کا ایبات

جتھا بیت اللہ شریف میں پہنچا اور بتایا کہ وہاں لشکر طائف کو اجاڑ کر اب مکہ شریف میں قتل و خون ریزی اور غارت گری کرنے کے لئے آرہا ہے۔ اس خبر کے پھیلنے ہی شہر مکہ میں ہیجان برپا ہو گیا اور باب ثانی کی تردید لکھنے کا موقع نہ مل نہ سکا۔

اسی دن نماز عصر کے بعد مکہ شریف کے علماء، قضاة، مفتیان اور دیگر ملکوں کے علماء جو حج کے لئے مکہ آئے تھے اور عاشورہ محرم کے انتظار میں ٹھہرے ہوئے تھے سب منبر مسجد کے ارد گرد جمع ہو گئے امام مسجد حرام مولانا ابوحامد منبر پر چڑھے اور حاضرین کو نجدی کتاب التوحید کا باب اول اور اس کا رد جو علمائے مکہ نے لکھا تھا دونوں کو پڑھ کر سنایا پھر کہا۔ ایہا العلماء والقضاة والمفتائی سمعتہم مقالہم وعلمتہم عقائدہم فما تقولون فیہم۔

اے عالمو! قاضیو! مفتیو! آپ حضرات نے نجدی وہابیوں کا کلام سن لیا اور ان کے عقائد سے آگاہ ہو گئے تو اب وہابیوں کے متعلق آپ حضرات کیا کہتے ہیں؟ حاضرین علمائے بالاتفاق جواب دیا کہ نجدی وہابی اپنے عقائد کفریہ کے سبب کافر ہیں مولانا احمد بن یونس باعلوی ہدایت میکہ کے آخر میں تحریر فرمایا ہیں کہ۔ فاجمع كافة العلماء والقضاة والمفتائی علی المذاهب الاربعہ من اهل مکتہ المشرفہ و سائر بلاد الاسلام الذین جاءوا للہج وکانوا جالسین ومنتظرین لدخول البیت عاشرا محرما و حکموا بکفرہم۔ یعنی کتاب التوحید کے اقوال کفریہ پر آگاہ ہونے کے بعد مکہ معظمہ کے رہنے والے حنفی، شافعی، مالکی حنبلی مذہب کے علماء قضاة اور مفتیان نیز اسلامی ممالک سے آئے ہوئے علماء قضاة مفتیان جو حج کے بعد داخل کعبہ کے لئے دسویں محرم کے انتظار میں رک گئے تھے۔ سب نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ وہابی کافر ہیں۔

حضرت مولانا شاہ فضل رسول علیہ الرحمہ نے اپنی تالیف سیف الجبار کے آخر میں کتاب التوحید باب اول کی عبارات اور اس کے رد میں علماء مکہ کے جوابات

بنام ہدایت مکیہ سب نقل فرمادیئے ہیں اور اردو داں حضرات کی خاطر مذکور بالا دونوں کتابوں کی عربی عبارتوں کا اردو میں ترجمہ بھی تحریر کر دیا ہے نیز ساتھ ہی ساتھ تقویتہ الایمان کی وہ سب اردو عبارتیں جو نجدی کتاب التوحید کا ترجمہ یا چہرہ بہ ہیں ان کو بھی آپ نجدی قول کے بغل میں زیر عنوان فائدہ نقل کرتے گئے ہیں تاکہ نجدی وہابیوں کے ساتھ ہندوستانی وہابی بھی تازیانہ مجازی کا مزہ چکھتے رہے۔

۳:- المعتقد المنتقد۔ یہ مبارک کتاب آپ نے ۱۲۷۰ھ ہجری مطابق ۱۸۵۳ء میں بزبان عربی عقائد اہل سنت کے بیان میں علم کلام کے طرز پر تصنیف فرمائی ہے جس میں دیوبندیت کے مولائے اکبر نجدیت کے برادر اصغر مولوی اسمعیل دہلوی کے اقوال کفریہ مندرجہ تقویتہ الایمان و صراط مستقیم کا بطلان بھی خوب واضح کر دیا ہے۔

حضرت مولانا شاہ فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا مفتی صدر الدین دہلوی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ کبر حضرت مولانا شاہ احمد سعید دہلوی، حضرت مولانا حیدر علی فیض آبادی۔ مصنف منتهی الکلام نے آپ کے احقاق حق و ازہاق باطل کو سراہتے ہوئے۔ المعتقد المنتقد پر جلیل الشان تقریبات تحریر فرمائی ہیں پھر ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں سرکار علیحضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقدس کتاب کی ایک مختصر مگر جامع شرح بنام المعتمد المستند لکھ کر اسے زندہ جاوید بنا دیا۔ فالحمد لله رب العلمین ط

المعتقد المنتقد اور اس کی شرح المعتمد المستند کو مولانا قاضی عبد الوحید مزدوسی رئیس شہر ٹپینہ (بہار) نے ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں چھپوا کر شائع کیا۔ پھر مولانا انوار الاسلام قادری نے ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۸ء عیسوی میں مکتبہ حامد یہ لاہور سے اور ۱۳۹۵ھ ہجری مطابق ۱۹۷۵ء میں مولانا حسین حلمی بن سعید نے مکتبہ الشیخ استنبول ترکی سے ان دونوں مبارک کتابوں کی اشاعت کی۔ جزاھم اللہ تعالیٰ خیراً۔

جب حضرت علامہ بدایونی کے وصال کا زمانہ قریب آ گیا تو ایک دن قاضی شمس لاسلام عباسی سے جو آپ کے والد حضرت مولانا شاہ عبدالمجید علیہ الرحمہ

کے مُرید تھے عبادت کے لئے حاضر ہوئے تھے آپ نے فرمایا کہ قاضی صاحب! **وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ**۔ کے ارشاد کے مطابق آج آپ سے کہتا ہوں کہ!

• —۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس سے استیصال فرقہ و ہابیہ کے لئے میں مامور کیا گیا الحمد للہ کہ فرقہ باطلہ اسماعیلیہ و اسحاقیہ کا رد پورے طور پر ہو چکا و بار رسالت میں میسر یہ سعی قبول ہو چکی میرے دل میں اب کوئی آرزو باقی نہ رہی میں اس دار فانی سے جانے والا ہوں۔

(پاسبان آباد مارچ و اپریل ۱۹۶۲ء ص ۵۳)

۳ جنادی الاخرۃ ۱۲۸۹ھ مطابق ۸ اگست ۱۸۷۲ء پنجشنبہ کے دن اپنے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کو بلا کر نماز جنازہ کی وصیت فرمائی ظہر کے وقت اسم ذات کے ذکر خفی میں مشغول تھے کہ اچانک دو دفعہ بلند آواز سے اللہ اللہ کہا ایک نور دہن مبارک سے چمکا۔ اور بلند ہو کر فائز ہو گیا۔ ساتھ ہی روح پاک نفسِ عنہری سے پرواز کر گئی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عناہل السنۃ والجماعۃ۔



علماء صوفیاء فقراء مشائخ کے مرجح

مولانا شاہ احمد سعید مجددی

آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ والرضوان کی نسل پاک سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے۔

مولانا شاہ احمد سعید بن شاہ ابو سعید بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی فاروقی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

آپ کی ولادت شہر امپور میں یکم ربیع الآخر ۱۲۱۷ھ مطابق ۳ جولائی ۱۸۰۲ء عیسوی کو ہوئی۔ وہابیوں کے مستند مورخ حکیم عبدالحی رائے بریلوی آپ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

۱. شیخ العالم الکبیر احمد سعید بن ابی سعید بن
۲. صفی العسری الدہلوی احد مشایخ المشہورین۔ یعنی استاذ وفاق
بڑے عالم مشہور پیر احمد سعید فاروقی دہلوی از اولاد شاہ ابو سعید بن صفی۔
(نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۱)

آپ نے مفتی شرف الدین رامپوری، مولانا سراج احمد رامپوری اور علماء دہلی و گھنٹوں سے تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے آپ کو حصن حصین، دلائل الخیرات، بخاری شریف مسلم شریف، ترمذی شریف وغیرہ کتب حدیث کی اجازت دیدی

آپ نے اپنے پیر و مرشد مولانا شاہ غلام علی علوی دہلوی نقشبندی سے رسالہ قشیریدہ، عوارف المعارف، احیاء العلوم، وغیرہ تصوف کی کتابیں پڑھیں۔

جمادی الاخرہ ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸۳۳ء میں جب آپ کے والد مولانا شاہ ابو سعید حج کے لئے دہلی سے روانہ ہوئے۔ تو دہلی کی خانقاہ مجددیہ آپ کے حوالہ کی جہاں آپ نے طالبان حق و تشنگان علوم کو چوبیس سال سات ماہ تک فیضیاب کیا پھر آپ نے محرم ۱۲۷۳ھ مطابق ستمبر ۱۸۵۷ء میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور ۲ ربیع الاول شریف ۱۲۷۷ھ ہجری مطابق ۱۸ ستمبر ۱۸۶۰ء کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔

آپ کے زمانہ قیام دہلی میں دیوبندیوں کے مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نے بھی آپ سے حدیث کی تعلیم حاصل کی ہے مگر صد افسوس کہ وہابیت کی دیمک نے شیخ گنگوہی کا ایمان و عقیدہ چاٹ لیا اور سنی استاذ سے رشتہ کاٹ دیا۔ آپ نے وہابیت کی تردید اور نہرب اہانت کی تائید میں متعدد کتابیں تحریر کی ہیں۔ ذیل میں ان کے اسماء لکھے جاتے ہیں۔

(۱) تحقیق الحق المبین۔ آپ نے یہ کتاب بزبان فارسی مشہور محدث مولوی اسحق صاحب دہلوی کی تصنیف مسائل اربعین کے رد میں لکھی۔ بزم رضا گجرانوالہ پاکستان نے اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔

(۲) اثبات المولد والقیام۔ آپ کی یہ کتاب منغل میلاد شریف و قیام عظیمی کے ثبوت میں ہے۔ اسے مولانا حسین حلمی بن سعید نے مکتبہ ایشیق ترکی سے شائع کیا ہے

(۳) سعید البیان فی مولد سید الانس والجان علیہ

الصلوة والسلام آپ کی یہ کتاب اردو میں ہے۔

(۴) الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف۔ آپ کی یہ کتاب

بزبان فارسی میلاد شریف کے ثبوت میں ہے۔

(۵) الفوائد الضابطه فی اثبات الراجحہ۔ آپ کی یہ کتاب بزبان فارسی تصور پر کے ثبوت میں ہے۔

حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کی تصنیف المعتقد المنتقد پر تقریظ لکھتے ہوئے آپ نے علامہ بدایونی کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

دہلیوں دیوبندیوں کے چودھری ملا اسماعیل دہلوی کے کافر و مرتد بیدین ہونے کی تصدیق کرتے ہوئے آپ نے تحقیق الفتویٰ مصنفہ حضرت مولانا شاہ فضل حق خیرآبادی کی حقانیت پر مہر توثیق ثبت کی ہے ملاحظہ ہو تحقیق الفتویٰ فارسی مطبوعہ لاہور کا صفحہ ۲۲۷۔

آپ فقیرنش سے درویش تھے کسی کی برائی میں زبان نہیں کھولتے تھے مگر وہابیوں کی خیانت و ضلالت علی الاعلان بیان کرتے تھے آپ کو وہابیوں سے ان کی بد عقیدگی کے سبب چڑھ اور نفرت تھی۔

آپ کے صاحبزادے مولانا شاہ محمد مظہر نقشبندی مجددی مہاجر مدنی اپنی تصنیف مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ص ۱۷۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

وَلَمْ يَنْكَرْ أَحَدًا بِالسُّوءِ إِلَّا الْفِرْقَةَ الضَّالَّةَ الْوَهَابِيَّةَ لِتَحْدِيثِ النَّاسِ مِنْ قِبَالِهِمْ أفعالهم و أقوالهم یعنی حضرت شاہ احمد سعید نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ کسی کا برائی کے ساتھ ذکر نہیں کرتے تھے مگر اس گمراہ فرقہ وہابیہ کی برائی بیان فرماتے تھے تاکہ مسلمانوں کو وہابیوں کے برے افعال اور گندے اقوال سے بچائیں۔ پھر حضرت مولانا موسوی نے مناقب احمدیہ مذکور کے ص ۱۷۶ کے حاشیہ میں لکھے ہیں کہ۔ دکان قدس سرہا یقول ادخ ضرر صحبتہما ان محبة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم التي هي من أعظم أركان الايمان تنقص ساعة فساعة حتى لا يبقى منها غير الا رسم الرسم فكيف يكون اعلاؤه فالحذر الحذر عن صحبتهم ثم الحذر الحذر عن

رُؤیتِہُمْ - ۱۷ - (مبند) یعنی حضرت والد ماجد قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ وہابیوں سے میل جول کا معمولی نقصان یہ ہے کہ سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت جو ایمان کا رکنِ اعظم ہے۔ وہ (مسلمان کے دل سے) دھیرے دھیرے گھٹتی جاتی ہے یہاں تک کہ محبت نبوی تو ختم ہو جاتی ہے صرف نام و نمود کا اسلام رہ جاتا ہے اور جب معمولی نقصان کا حال یہ ہے تو پھر بڑے نقصان کا عالم کیا ہوگا۔ لہذا (اے سنی مسلمانو!) وہابیوں کے میل جول سے بچو، دور بھاگو بلکہ ان کی صورت دیکھنے سے پرہیز کرو۔ دور رہو۔

بصیرت افزا ضروری تہذیب

محترم قارئین! سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ المشائخ درس گاہ علوم دینیہ کے محدث و فقیہ مولانا شاہ احمد سعید دہلوی مجددی کی جو مختصر سیرت طیبہ لکھی پچھلے صفحات میں بیان کی گئی اس سے صاف طور پر روشن ہے کہ حضرت مولانا احمد سعید علیہ الرحمہ کے نزدیک -

(۱) دیوبندیوں کے پیشوا، وہابیوں کے مولانا نیچریوں کے چودہری مولا اسماعیل دہلوی نے چونکہ بارگاہ رسالت میں گستاخی کرتے ہوئے تقویۃ الایمان میں اقوال کفریہ تحریر کئے ہیں اس لئے وہ بحکم شریعت اسلامیہ کافر و بیدین ہیں۔

(۲) وہابیوں کی برائی بیان کرنا ان کے عقائد باطلہ کا رد کرنا بہت ضروری ہے۔ تاکہ سادہ لوح مسلمان چوکنے ہو جائیں۔ اور وہابیت کے جال میں نہ پھنس سکیں۔

(۳) وہابیوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ختم ہو جاتی ہے۔

(۴) وہابیوں سے اتنا دور بھاگو کہ ان کے منہ سے چہرے پر نگاہ نہ پڑے

سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ، اللَّهُ أَكْبَرُ — یہ ہے تیرہویں صدی ہجری
 کے علمائے سلف کے شیخ طریقت حضرت شاہ احمد سعید مجددی کا بے پردہ
 حق کا اظہار — یہ ہے نقشبندی پیشوا کی روشن تبلیغ و باطل شکن تلقین۔
 یہ ہے درویشوں، صوفیوں کے رہنما کی وہابیت سوز ہدایت و ایمان افزا تربیت۔
 یہاں ناظرین کو اب اس امر سے بھی آگاہ کرنا ضروری ہے کہ دور حاضر میں بعض
 پیروں نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے نام پر پیری مریدی کی دوکان کھول رکھی ہے۔
 یہ دوکاندار اپنے دھندے کو چمکانے اور فروغ دینے کے لئے ایک طرف تو
 عرس کی تقریب انجام دیتے ہیں میلاد شریف کی محفل کرتے ہیں جلسہ میلاد شریف
 کی دعوت قبول کر کے شریک جلسہ ہوتے ہیں محفل میلاد شریف میں قیامِ تعظیم کرتے
 ہیں، اپنے مریدوں کو نیاز و فاتحہ، گیارہویں شریف کی ترغیب دیتے ہیں —
 اور دوسری طرف وہابیوں دیوبندیوں سے میل جول رکھتے ہیں۔ ان سے شادی
 بیاہ کا رشتہ کرتے ہیں سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی
 کرنے والے پیشوایان و ہاپیہ مولوی ابیل دہلوی، مولوی رشید احمد گنگوہی
 مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کو ہادی ثلوث، رہبر طریقت، علمائے دین،
 رہنمائے اسلام مانتے ہیں۔ اور اپنے مریدوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ پیروں، فقروں
 صوفیوں، درویشوں کو سنی دیوبندی کے جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہئے، منفقوں
 کو اللہ اللہ کرنا چاہئے۔ فقیروں کو اتنی کہاں فرصت ہے کہ وہ سنی وہابی کی بحث
 میں مشغول ہوں درویشوں کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ کسی کو برا بھلا کہیں۔
 ان کے مشرب میں گوبرِ حلوہ برابر ہے۔ صوفیوں کا مسلک یہ ہے کہ کسی سے
 بگاڑ نہ کیا جائے اور حق و باطل دونوں سے موافقت رکھی جائے۔

ناظرین کرام! سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ کے شیخ طریقت مولانا
 شاہ احمد سعید دہلوی کی روشن سیرت طیبہ جو حقانیت کا آئینہ ہے وہ آپ حضرات
 کے سامنے ہے اس آئینہ مجددی کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا بہت آسان ہے کہ دور

حاضر کے مذکورہ بالا پیر اور درویش لفظی طور پر جعلی نقشبندی اور مضموعی مجددی ہیں۔ سلسلہ مجددی کا شیخ کبیر تو علی الاعلان وہابیوں کی برائی بیان کرے وہابیوں کی تردید میں کتاب تصنیف کرے، وہابیوں کے امام کو کافر و مرتد قرار دے وہابیوں کی صحبت سے بچنے کی تاکید کرے وہابیوں کا منحوس چہرہ دیکھنے سے منع کرے اور یہ پیر حضرات اپنے ہی سلسلہ کے شیخ طریقت کی مخالفت کرتے ہوئے وہابیوں سے گہرا رشتہ قائم کریں۔ علمائے وہابہ کو پیشوائے دین کہیں۔ وہابیوں نے خوب میل جول رکھیں تو کیا ان پیروں کے جعلی مجددی ہونے میں کوئی کسر باقی رہ گئی؟

حاصل گفتگو یہ ہے کہ دور حاضر کے مذکور بالا پیر اگر واقعی نقشبندی مجددی ہوتے تو وہی راہ چلتے جس پر مجددیوں کے شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ احمد سعید علیہ الرحمہ زندگی بھر چلتے رہے۔ اور اسی راہ پر آپ کا وصال بھی ہوا۔ اور ہاں جو تاثر یہ جعلی پیر اور صلح کلیت نواز فقیر اپنے مریدوں، معتقدوں اور بھولے بھالے مسلمانوں کو دیتے ہیں وہ سراسر دجل و فریب اور الحاد و زندقہ، وہابیوں و یونہیوں کی اصل جنگ علمائے اہل سنت سے نہیں بلکہ سرکار مصطفیٰ تاجدار عرش و دنا علیہ التحیۃ و الثناء کی عظمت و رفعت سے ہے کیا کوئی شخص تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم میں مولانا شاہ مخصوص اللہ و ہلومی مولانا شاہ فضل حق خیر آبادی مولانا مفتی صدر الدین دہلوی، مولانا رشید الدین دہلوی، مولانا شاہ فضل رسول بدایونی مولانا شاہ احمد سعید مجددی وغیرہ علمائے اہلسنت کے علم و فضل کے خلاف کوئی ایک جملہ بھی دکھا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا تھانوی صاحب کی کتاب حفظ الایمان میں اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا بریلوی، مولانا شاہ ہدایت رسول لکھنوی، مولانا خیر الدین کلکتوی، مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، مولانا شاہ مجدد علی اعظمی وغیرہ علماء کی شان کے خلاف کوئی ایک فقرہ بھی لکھا گیا؟ ہرگز نہیں ہاں وہابیوں کی ان

مذکور بالا کتابوں میں سرکارِ دو جہاں مالک کون و مکان، شہنشاہ زمین و آسمان
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کے خلاف گستاخیوں کا انبار ہے۔
تو کھلم کھلا ثابت ہو گیا کہ وہابیت کی جنگ براہِ راست عظمت رسالت سے ہے۔
چنانچہ وہابی سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائلِ جلید و خصائصِ جمید
سے جل بھن کر سرکار کی توہین کرتے ہیں۔ سرکار کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں۔ سرکار کو
اپنا بھائی قرار دیتے ہیں۔ شانِ الہی بیان کرنے کی آڑ میں سرکار کو زرّہ ناچنے سے
کمز اور چہار سے زیادہ ذلیل ٹھہراتے ہیں۔ سرکار کے شیخ المذنبین ہونے کا
انکار کرتے ہیں۔ سرکار کو مرگ مٹی میں مل جانے والا کہتے ہیں۔ زمین کے وسیع
علم کے بارے میں شیخ نجدی ابیس لعین کو بڑا عالم اور سرکار کو چھوٹا عالم مانتے
ہیں۔ سرکار کے شانِ علم کی توہین کرتے ہوئے یہاں تک کہتے ہیں کہ رسول اللہ
کو دیوار کے تیچھے کی بھی خبر نہیں۔ سرکار کے علمِ غیب کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں
کے علم کی طرح قرار دیتے ہیں **نعوذ باللہ تعالیٰ من هذا الاقوال**
الباطلہ۔

قارئین حضرات ملاحظہ کریں۔ وہابیوں، دیوبندیوں کے گستاخانہ تیروں کا
اصل نشانہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اکرم کائنات کے رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی ذاتِ اقدس ہے۔ سرکار ہی کی ذاتِ مقدس پر وہابیت براہِ راست حملہ آور
ہے۔ تو پھر ان حالات میں علمائے اہل سنت اپنے آقا و مولا سرکار مصطفیٰ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کا فریضہ انجام دیتے ہوئے وہابیوں کی گستاخیوں کا رد
ابطال کرتے ہیں اپنے سرکار پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت میں
وہابی حملوں کا دفاع کرتے ہوئے اپنے سرکار کی عظمت و جلالت کا پیم بلند کرتے ہیں سرکار کی عظمت
کے کفر و ارتداد کا اعلان کرتے ہیں بارگاہ رسالت کے باغی وہابی اپنی تکفیر کا
اعلان سن کر جل بھن اٹھتے ہیں اور سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وفادار
غلاموں کے خلاف خوب شور و غل مچاتے ہیں طرح طرح کا فتنہ فساد برپا کرتے

ہیں — یہ ہے سنی و ہابی اختلاف کی اصل تصویر جس کا معنی یہ ہے کہ بریلومی، دیوبندی جھگڑے کا سنگ بنیاد و تعظیم رسول و توہین رسول ہے تعظیم رسول کا قائل سنی ہے جو توہین رسول کرنے والوں کا شدید ترین مخالف ہے۔ اور توہین رسول کا مرتکب وہابی ہے جو تعظیم رسول کے حامیوں کا بدترین دشمن ہے۔ اور جو اس طرح تعظیم رسول کا قائل ہو کہ توہین رسول کرنے والوں کو بھی حق پر سمجھے وہ پیکر حل فریب نرا ملحد و زندیق ہے۔

پھر صلح کلیٰ منافعین اور بگلا بھگت پر و فقیر اپنے مریدین، معتقدین، نیز سادہ لوح عوام مسلمین کے ذہن سے سنی و ہابی اختلاف کے اصل سنگ بنیاد کو اچھل کرتے ہوئے ان لوگوں کو یہ سمجھانے ہیں کہ بھائیو! سنی و ہابی کا اختلاف یہ دو گروہ کے علما کی آپس کی لڑائی ہے۔ ادھر بھی عالم ادھر بھی عالم علماء کے جھگڑوں میں ہم لوگ کیا دخل دے سکتے ہیں؟ علماء کی بات علماء سمجھیں ہم لوگ ان کے جھگڑوں میں نہیں پڑتے ہمارے مشرب میں تو ان دونوں گروہوں کے علماء مسلمانوں کے رہنا اور قابل تعظیم پیشوا ہیں۔ کسی عالم کو برا بھلا کہنا ہمارا شیوہ نہیں — یہ ہے راستہ ملحدوں اور زندیقوں کا جنھوں نے اسلام و کفر کے اختلاف کو دو قابل تعظیم عالموں کا اختلاف ٹھہرا دیا اور سنی و ہابی اختلاف کی اصل تصویر پر پردہ ڈال کر ایک دوسری پرفریب تصویر گڑھی اور عامہ مسلمین کو یہ الحادی تاثر دیا کہ تعظیم رسول کا قائل بھی حق پر ہے اور توہین رسول کا مرتکب بھی حق پر ہے۔ معاذ اللہ رب العالمین دین اسلام کی بنیاد ہی تعظیم یہ ہے کہ سرکار اعظم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ایمان ہے اور سرکار کی توہین کفر ہے۔ لیکن جنہیں اسلام و ایمان کا حصہ نہ ملا الحادی تاثر دینے پر مجبور ہیں۔

اور ہاں خاص و عام سب لوگ سن لیں کہ جو طالب دنیا فقیر باہر سے صوفی بنے اور اندر سے زندیق ہو تو ضرور وہ نجس گوہر اور پاک حلوے کو برا بر ٹھہرائے گا۔ تعظیم رسول اور توہین رسول کو یکساں قرار دے گا باطل کا موافق

ہے۔ بلکہ اپنی بزرگی کی دھونس جمانے کے لئے حلقہ ذکر کی مجلس بھی قائم کرتا ہے۔ لیکن اس کا باطل اعتقاد اور پرفریٹ کردار گواہ ہے کہ یہ اللہ اللہ کی رٹ اور مجلس ذکر کا قیام صرف تسخیر عوام کی خاطر ہے۔ رب العالمین جل شانہ کو راضی کرنے کے لئے نہیں کیونکہ جو پیر و فقیر توہین رسول کے مرتکب کو حق پر سمجھے وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا کیا جانتے؟

سنی و ہابی اختلاف کی گفتگو سن کر جس صوفی کا یہ قول ہو کہ ہم کسی عالم کو برا بھلا نہیں کہہ سکتے وہ صوفی نہیں نرا کذاب۔ زندیق و منافق ہے۔ بے پردہ ننگا جھوٹ بولتا ہے۔ کیونکہ اسکے قول کا ظاہری معنی یہی تو ہے کہ ہم سنی و ہابی اختلاف کے معاملہ میں نہ تو سنی عالم کو برا کہہ سکتے ہیں نہ و ہابی عالم کو۔ لیکن یہی عیار و منکار صوفی و ہابیت کی تردید کرنے والے علمائے اہلسنت کو دل کھول کر برا بھلا کہتا ہے اور اپنے معتقدین کو حق گو علماء کے خلاف خوب بھڑکاتا رہتا ہے۔

یہ کتنا بڑا اندھیر ہے کہ جو پیشوائے و ہابیہ و علمائے دیابنہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا بھلا کہیں خدائے بے نیاز کے برگزیدہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گالیاں لکھ کر چھاپیں انبیائے عظام و اولیائے کرام کی عظمت پر حملہ آور ہوں۔ محبوبان بارگاہ الہی کو چھارے سے بھی بڑھ کر ذلیل کہیں۔ وہ زیانہ حاضرہ کے مذکور بالا پیروں، فقیروں، صوفیوں درویشوں کے نزدیک قابل تعظیم پیشوائے اسلام ہیں۔ ان ملایان و ہابیہ کو برا بھلا کہنا کسی طرح حلال نہیں۔ گویا ان پیروں، صوفیوں جٹا و صہاریوں کے اعتقاد میں سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق سے زیادہ علمائے و ہابیہ کا حق ہے۔ جو عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء کے دشمن ہیں۔ معاذ اللہ تعالیٰ یہ واضح رہے کہ جس طرح سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اسلام و سنیت لوٹنے والے صلحہ کل و ہابیت نواز، ملحد و زندیق، صوفی و درویش لوگ

گھسے ہوئے پیری مریدی کا دھند اچلا رہے ہیں یوں ہی قادرِ چشتیہ وغیرہ سلاسل عالیہ میں بھی اس قسم کے پیروں فقروں کی بہتات ہے لہذا مسلمانوں کو اس تاریک دور میں اپنے دین و ایمان، اسلام و سنیت بچانے کا دھیان ہر کام پر مقدم رکھنا ضروری ہے۔ پھر اگر مرید ہونے کی خواہش ہے تو ایسے پیر کا انتخاب کریں جو عقیدہ متصلب اور عملاً صاحب استقامت ہو متصلب کا معنی یہ ہے کہ سنی عقائد میں ٹھوس ہو۔ اس طرح کہ وہابیوں، دیوبندیوں، رافضیوں، نچریوں، قادیانیوں، محدفقروں، ازندق صوفیوں وغیرہ بندہ رب، بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ میل جول سے پرہیز رکھنا ہو۔ اور صاحب استقامت سے مراد یہ ہے کہ احکام شرعیہ کی پابندی پر اٹل چٹان کی طرح جما ہو ایسا پیر اگر کشف و کرامت نہیں رکھتا تو کوئی حرج نہیں۔

ابوالکلام کے والد ماجد مولانا خیر الدین

مولانا خیر الدین ^{۱۲۴۷} ہجری مطابق ^{۱۸۳۱}ء میں ہندوستان کی راجدھانی شہر دہلی میں پیدا ہوئے آپ نے اپنے نانا مولانا منور الدین اور دیگر علمائے کرام سے تحصیل علوم کی اور مفتی صدر الدین سے تکمیل کی آپ کے اساتذہ میں مولانا رشید الدین اور شاہ محمد یعقوب وغیرہ علماء ہیں پھر اپنے نانا مولانا منور الدین کے ساتھ مکہ شریف حاضر ہوئے۔ آپ نے تبلیغ کے پیش نظر قسطنطنیہ عیراق اور مصر کا دورہ بھی فرمایا۔ آپ کا وصال ^{۱۳۲۷} ہجری مطابق ^{۱۹۰۸}ء میں شہر کلکتہ میں ہوا آپ نے فتنہ و ہابیت کی بیخ کنی جس سرگرمی کے ساتھ کی ہے اس کا تفصیلی بیان ابوالکلام آزاد کی زبان سے سنئے آزاد صاحب فرماتے ہیں کہ

اسلام کے اندرونی فرقوں میں انھیں (مولانا خیر الدین کو) جس قدر کاوش تھی وہ صرف وہابیوں سے تھی اور اس کا سبب وہ صحبت ہے جس میں ندر سے پہلے ان کا ابتدائی وقت صرف ہوا تھا۔ اتفاق سے ان کے اساتذہ بھی وہی تھے جنہیں اس بارے میں بہت تشدد تھا۔ ان کے ہم درس بھی وہی لوگ تھے جو آگے چل کر اس بارے میں بہت سخت ثابت ہوئے اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ اپنی تمام خاندانی باتوں میں اپنے جد مرحوم (مولانا منصور الدین) سے فیضیاب ہوئے تھے اور مولانا اسماعیل شہید اور مولانا عبدالحی مرحوم سے رنج کی وجہ سے ان کا بھی بڑا وقت وہابیوں کی مخالفت ہی میں صرف ہوا۔ مکہ گئے اور وہاں بھی اس وقت سب سے بڑا چرچا یہی تھا۔ (محمد بن عبد الوہاب کے چیلے) نجدیوں کا حملہ ابھی پرانا نہیں ہوا تھا اور بہت سے پولٹیکل اسباب بھی ایسے تھے جن کی وجہ سے عرب و ترک و دونوں وہابیوں سے سخت تعرض و نفرت رکھتے تھے۔ ان اسباب سے روز بروز والد مرحوم (مولانا خیر الدین) کے اندر بھی یہ جذبہ قوی تر ہوتا گیا اور بالآخر ان کی تقریر و تحریر کا سب سے بڑا موضوع بن گیا۔ صحیح احمد دحلان نے الرد علی الوہابین لکھی وہ بھی فی الحقیقت والد مرحوم کے خیالات کا عکس ہے۔ (آزاد کی کہانی ص ۱۴۰)

۲ :- انھوں نے (یعنی مولانا خیر الدین نے) وہابیوں کو دو اصولی قسموں میں بانٹ دیا تھا کہتے تھے دو فرقے ہیں ایک اسماعیلیہ ہے دوسرا اسحاقیہ اسماعیلیہ سے مقصود وہ فرقہ تھا جو بدعات و رسوم کی مخالفت کے ساتھ تقلید شخصی کا بھی تارک ہو۔ جیسا کہ مولانا اسماعیل شہید نے تقویۃ الایمان اور حبل العینین وغیرہ میں لکھا ہے۔ اسحاقیہ سے مقصود وہ فرقہ ہے جو حنفیت و تقلید سے تو انکار نہیں کرتا لیکن بدعات و رسوم کا مخالف ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ شاہ محمد اسحاق نے مائتہ مسائل میں بدعات و رسوم سے اختلاف کیا ہے مگر تقلید و حنفیت کے خلاف کوئی بات نہیں کہی ہے۔ وہ (مولانا خیر الدین)

کہتے تھے کہ جب اسماعیلیہ غیر مقبول ہو گئی تو وہاں بیت نے اپنے مکائد کی اشاعت کے لئے راہ تقیہ اختیار کی اور حنفیت کی اڑ قائم کر کے اپنے دیگر عقائد کی اشاعت کرنے لگے۔ جہاں تک مجھے خیال ہے وہ یعنی مولانا خیر الدین، وہابیوں کے کفر پر دُوق کے ساتھ یقین رکھتے تھے کہ انہوں نے بارہا فتویٰ دیا کہ وہابیہ یا وہابی کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ کسی حنفی کے لئے کسوٹی یہ تھی کہ اس سے سید احمد صاحب بریلوی مولانا اسمعیل شہید، مولانا اسحاق اور تقویۃ الایمان صراط مستقیم، مائتہ مسائل، اربعین کی نسبت (والد مرحوم) سوال کرتے اگر وہ شخص بدعتی سے ان بزرگوں اور کتابوں کے خلاف عقیدہ ظاہر کرنے میں ذرا بھی تامل کرتا تو بس یہ وہابیت کا قطعی ثبوت ہوتا علاوہ بریں بعض اور جزئیات جن پر ان کا اصرار تھا ان کے انکار کو بھی وہابیت قرار دیتے تھے۔ (آزاد کی کہانی ص ۱۶۵)

(۳) — اسی زمانے میں علمائے مکہ نے والد مرحوم (مولانا خیر الدین) سے کہا کہ وہابی عقائد کی کتابیں اردو میں ہیں جنہیں وہ (علماء مکہ) سمجھ نہیں سکتے نیز نجدی عقائد کا بھی رد کافی طور پر نہیں ہوا ہے۔ شیخ احمد دحلان نے اس بارے میں خاص طور پر زور دیا۔ اور اس طرح والد مرحوم نے ایک کتاب نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی جو ان کی تصانیف میں سب سے بڑی ہے اس کا نام نجم الرجم الشیاطین ہے یہ دس جلدوں میں ختم ہوئی ہے۔ اور ہر جلد بہت ضخیم ہے۔ اس کی ترتیب اس طور پر ہے کہ ایک سو چودہ مسئلے ماہ النزاع منتخب کئے ہیں۔ اتنی تعداد جزئی جزئی اختلافات کے استقصار کی وجہ سے ہو گئی ہے۔ ہر مسئلے کے لئے ایک باب قائم کیا ہے اس میں پہلے قرآن سے پھر احادیث سے پھر اقوال علماء سے رد کا التزام کیا ہے اس طرح کتاب ایک سو چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ایک جلد صرف مقدمہ میں ہے۔ اور چونکہ وہ ان مسائل کے متعلق نہیں ہے اس لئے معلومات کے اعتبار سے بکار آمد ہے۔ اس میں اصولی طور پر عقائد اہل سنت پر بحث کی ہے اور ہر طرح کے اختلاف کو ختم کر کے اپنے

مسک کو بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ (آزاد کی کہانی ص ۹)

۴۔۔۔۔۔ والد مرحوم (مولانا خیرالدین) کہا کرتے تھے کہ گمراہی کی موجودہ ترتیب یوں ہے کہ پہلے وہابیت، پھر نیچریت، نیچریت کے بعد تیسری قدرتی منزل جو الحادِ قطعی کی ہے اس کا وہ ذکر نہیں کرتے تھے اس لئے کہ وہ نیچریت ہی کو الحادِ قطعی سمجھتے تھے۔ لیکن میں تسلیم کرتے ہوئے اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ تیسری منزل الحاد ہے۔ اور ٹھیک ٹھیک مجھے یہی پیش آیا سر سید احمد خان مرحوم کو بھی پہلی منزل وہابیت ہی کی پیش آئی تھی۔ (آزاد کی کہانی، ص ۳۸۱)

۵۔۔۔۔۔ بھائی مرحوم (مولانا ابو نصر) کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میرے خیالات میں وہابیت کی طرف میلان پیدا ہو چکا ہے وہ اس پر بگڑتے بھی تھے اور ایک دو بار والد مرحوم کے سامنے بھی انھوں نے اس کا اشارہ کر دیا تھا اس وقت تک والد مرحوم کو میرے عقائد و خیالات کی بابت یقین کے ساتھ کوئی بدگمانی نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس خیال کی بنیاد پڑ چکی تھی کہ اس کی دابولکلام کی، کی طبیعت ہر طرف ڈوڑنے لگی ہے۔ اور خیالات محفوظ نہیں ہیں کئی بار انھوں نے میرے متعلق فرمایا بھی تھا "مجھے اس کے دابولکلام کے آثار اچھے نظر نہیں آتے۔ بہت زیادہ ذہانت انسان کے لئے بسا اوقات گمراہی کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔ میں اس کی ذہانت سے ڈرتا ہوں۔ پھر والد مرحوم بعض اشخاص کے حالات سُناتے جو ذہانت و طباعی کی وجہ سے ہر طرف خیال دوڑانے لگے اور بالآخر دین و دنیا سے کھو گئے۔ (آزاد کی کہانی ص ۳۸۶ و ۳۸۷)

محقق ناظرین! آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی "مرتبہ عبدالرزاق ملیح آبادی سے جو پانچ والے مذکور بالا نقل کئے گئے ہیں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان پر ایک مختصر تبصرہ بھی پیش کر دیں تاکہ آزاد صاحب کے بیان کردہ مضامین کے خاص خاص گوشوں پر قارئین کی توجہ ہو جائے۔

حوالہ اول:۔۔۔۔۔ واضح ہو گیا کہ مولانا خیرالدین مکی علیہ الرحمہ

کو وہابیوں سے بہت سخت کاوش تھی مولانا موصوف کے اساتذہ وہابیت کی مخالفت میں بہت شدید اور نہایت سخت تھے۔ مولانا موصوف کا بہت زیادہ وقت وہابیوں کی مخالفت میں صرف ہوا ہے۔ عرب و ترک دونوں وہابیوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ مولانا خیر الدین صاحب کی تقریر و تحریر کا اہم موضوع رد وہابیت تھا مفتی شافیہ حضرت مولانا سید احمد زینی دحلان مکی علیہ الرحمہ نے وہابیوں کے رد میں جو کتاب ارد علی وہابیت لکھی ہے وہ مولانا خیر الدین صاحب کے خیالات کا آئینہ اور عکس ہے۔

حوالہ دوم: کی روشنی میں مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ کے ارشادات سے حسب ذیل امور واضح ہوئے اول یہ کہ تقلید ائمہ سے چڑھنے والے غیر مقلدین اور حنفیت کا دم بھرنے والے دیوبندی دونوں کے دونوں خالص ہابی ہیں دوم یہ کہ مذہبی آوارگی اور عدم تقلید کے باعث جب وہابیت مردود ہونے لگی تو اس نے تقیہ کر کے حنفیت سے صلح کر لی اور حنفی لباس پہن کر اپنے عقائد و مسائل کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول ہوئی۔ سوم یہ کہ وہابی مرد سے سنی عورت کا نکاح اور سنی مرد سے وہابی عورت کا نکاح جائز نہیں۔ چہاں کہ جو شخص سید احمد راے بریلوی مولوی اہل دہلیوں کا معتقد ہو تقویۃ الایمان صراط مستقیم وغیرہ کتب وہابیہ کو جانے وہ وہابی ہے۔ خواہ تقلید ائمہ کے نام سے اسے بخار چڑھ جاتا ہو۔ یا حنفیت کی حمایت میں وہ مرد آپس بھرتا ہو۔ یہ امر بھی حوالہ دوم سے ثابت ہو گیا کہ ابوالکلام آزاد کو یہی یاد پڑتا ہے کہ مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ وہابیوں کو یقینی طور سے کافر مانتے تھے۔

حوالہ سوم: سے واضح ہو گیا کہ مکہ معظمہ کے علماء کرام بالخصوص مولانا سید احمد زینی دحلان علیہ الرحمہ والرضوان ہندوستان کی وہابیت اور عرب کی نجدیت کے مخالف تھے۔ پھر چونکہ وہابی عقائد کی کتابیں مثلاً تقویۃ الایمان وغیرہ اردو زبان میں تھیں اس لئے حضرات علمائے مکہ نے وہابی

عقائد کا تفصیلی رد لکھنے کے لئے مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ کا انتخاب فرمایا۔ کیونکہ مولانا موصوف ہندوستان میں سکونت اختیار کرنے کی وجہ سے اردو زبان پر بھی عبور رکھتے تھے۔ چنانچہ مولانا موصوف نے نہایت تفصیل کے ساتھ دس جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب وہابی عقائد کے رد میں تصنیف فرمائی۔ جزاک اللہ تعالیٰ فی الدارین خیراً۔

حوالہ چہارم :- سے کئی اہم امور کا انکشاف ہوا۔ اول

یہ کہ ابوالکلام آزاد صاحب بھی مانتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں کوئی مذہبی مسلمان اچانک اور دفعہ بجاہ راست ملحد و دہریہ نہیں ہو جاتا بلکہ پہلے وہ وہابیت اختیار کرتا ہے بعدہ جب اس کی وہابیت پختہ اور ٹھوس ہو جاتی ہے تب وہ نیچری ہو جاتا ہے پھر جب اس کی نیچریت انتہا کو پہنچتی ہے تو وہ ملحد و دہریہ بن جاتا ہے۔ دوم یہ کہ ابوالکلام آزاد صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ وہابی گمراہ ہے اور نیچری اس سے بڑھ کر گمراہ ہے۔ رہا ملحد تو وہ آخری گمراہ ہے۔ سوم یہ کہ ابوالکلام آزاد صاحب کو ٹھیک ٹھیک یہ تینوں امور یعنی وہابیت، نیچریت اور الحاد بالترتیب پیش آئے جس کا معنی یہ ہے کہ آزاد صاحب پہلے وہابی ہوئے پھر نیچری بنے اس کے بعد ملحد ہو گئے۔ چہارم یہ کہ ابوالکلام آزاد کو یہ اعتراف ہے کہ سرسید احمد خان کی گمراہی بددینی کی پہلی منزل وہابیت تھی یعنی سرسید احمد صاحب اچانک یا بیک نیچری نہیں ہو گئے تھے بلکہ پہلے وہ وہابی ہوئے پھر ترقی کر کے نیچری ہو گئے۔

یہ حقیقت ہے کہ مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ نے اپنی بصیرت ایمانی سے اور آزاد صاحب نے اپنے مسلسل تجربہ کی روشنی میں وہابیت کو جو گمراہی و ضلالت کا پہلا زینہ قرار دیا وہ بالکل بجا اور درست ہے۔ کیونکہ مولوی اسماعیل دہلوی کے زمانے سے ابوالاعلیٰ مودودی کے زمانے تک کے واقعات و حالات گواہ ہیں کہ آج مسلم گھرانوں میں جس قدر دہریہ، لاندہب، ملحد، نیچری، قادیانی، چکرالوی

خاکساری، غیر مقلد، دیوبندی، ندوی، صالح کلی، اور ودی پیدا ہوئے
ان سب کی ذمہ دار وہا بیت ہے۔ اور صرف وہا بیت ہے۔

اس مقام پر غیر مقلدوں اور دیوبندیوں کو متوجہ کیا جاتا ہے کہ جب آپ
حضرات کے پیشوا ابوالکلام آزاد نے یہ تسلیم کر لیا کہ وہا بیت، نچریت اور الحاد یہ
تینوں گمراہی ہیں اور انھوں نے یہ بھی اعتراف کر لیا کہ میں نے پہلے وہا بیت اختیار
کی پھر ترقی کر کے میں نچری ہوا اس کے بعد ملحد ہو گیا تو سوال یہ ہے کہ آزاد
صاحب نے ان تینوں گمراہیوں یعنی وہا بیت، نچریت اور الحاد سے توبہ بھی کر لی
ہے یا نہیں؟ — ہم سنیوں کو تو یہی علم ہے کہ آزاد صاحب کو ٹھیک ٹھیک
جو مذکور بالا گمراہیاں پیش آئیں ان سے آزاد صاحب نے توبہ نہیں کی ہے لہذا
اگر آپ حضرات آزاد صاحب کی توبہ سے آگاہ کر دیں تو ہماری معلومات میں اضافہ
کا باعث ہوگا۔ اور اگر آزاد صاحب نے وہا بیت سے نہ سہی صرف نچریت و الحاد
ہی سے توبہ کر لی ہو تب بھی ذریعہ اخبارات و رسائل مطلع کریں۔

اب وہا بیت کے تمام علمبرداروں کو وہ باتوں میں سے کوئی ایک بات
ضرور کرنی ہوگی۔ یا تو وہ اپنے امام الہند ابوالکلام آزاد کے تجربے اور بیان
کے مطابق تسلیم کر لیں کہ واقعی گمراہی اور باعقیدگی کا پہلا ذمہ وہا بیت ہے
یا آزاد کی کہانی ص ۲۸۱ سے اپنے امام الہند آزاد کی ترتیب گمراہی پر
مشمول عبارت کو کھرچ ڈالیں اور میرا تو مخلصانہ مشورہ ہے کہ اگر علمبرداران
وہا بیت واقعی دل سے ابوالکلام کو امام الہند اور اپنا پیشوا مانتے ہیں تو اپنی
وہا بیت باقی رکھنے پر نظر ثانی کریں۔

حوالہ پنجم :- سے ثابت ہوا کہ ابوالکلام آزاد کا وہا بیت
کی طرف صرف میلان دیکھ کر ان کے بھائی مولانا ابونصر صاحب ان پر لگنے
تھے — اور اس زمانے میں جب کہ مولانا خیر الدین صاحب کو
ابوالکلام آزاد کے خیالات و عقائد کی خرابی کی بابت کوئی علم نہ تھا انھوں نے

محض اس گمان و خیال پر کہ ابوالکلام آزاد کی طبیعت مذہبی آزاد می جاہتی ہے بارہا پیشگوئی فرمائی تھی کہ ”مجھے اپنے لڑکے ابوالکلام آزاد کے آثار اچھے نظر نہیں آتے میں اس لڑکے کی ذہانت سے ڈرتا ہوں بہت زیادہ ذہانت انسان کے لئے بسا اوقات گمراہی کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔“

مولانا خیر الدین صاحب کی اس سچی پیشگوئی کے بعد ابوالکلام آزاد کی مذہبی زندگی میں جو انقلابات رونما ہوئے وہ شاید عدل ہیں کہ مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ نے اپنی فراست ایمانی سے آزاد صاحب کی بابت جو پیشگوئی کی تھی وہ حرف برفِ سخن نکلی اور پھر گزشتہ صفحات میں آزاد صاحب کا یہ اقرار ”کھیک کھیک مجھے یہی پیش آیا۔“ مولانا خیر الدین صاحب کی پیشگوئی کے حق ہونے پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔

ان سب حوالجات کا حاصل یہ ہے کہ مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ کی مکی اور ہندوستانی زندگی کا بیشتر حصہ وہابیت کے خلاف مورچہ قائم رکھنے میں گزرا ہے مولانا موصوف نے تحریراً تقریراً قولاً، عملاً ہر طرح سے وہابیت اور اسمعیلی عقائد کا رد و طرد فرمایا ہے، مولانا موصوف وہابیت کو کافر و مرتد سمجھتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ انھوں نے بارہا فتویٰ دیا کہ وہابی مرد سے سنی عورت کا نکاح اور یونہی سنی مرد کا وہابی عورت سے نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ وہابی جب کافر و مرتد ہیں تو ان سے نکاح منعقد ہونے کی شرعاً کوئی صورت نہیں۔

یہ حق و قیم نبی سرکارہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ اور عبدالمصطفیٰ علیہ السلام حضرت شاہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت جلیلہ ہے کہ خود غیر مقلدوں اور یو بند یوں کے پیشوا کے عظیم المرتبت جس کو وہابی حضرات اپنی جماعت کا صاحب بصیرت عالم قرآن و حدیث کا ماہر کامل دینیات کا بلند پایہ محقق، اسلامیات کا مفکر اعظم چوٹی کا سیاستدان

ہندوستان میں پھیلا دو۔۔۔ مگر اتنا یاد رکھنا کہ مولانا خیر الدین صاحب
 نہ تو اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا کے شاگرد ہیں اور نہ مرید بلکہ حسن اتفاق یا سوہر
 اتفاق سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے علمی خانوادے کے چشم و چراغ
 اور ابوالکلام آزاد کے لائق صد عزت والد گرامی ہیں۔



مولانا عبدالرحمن فاروقی سلمیٰ آسام

آپ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل یا ک سے ہیں آپ کے
 والد حضرت مولانا محمد ادریس بلاو بنگال کے حاکم مُلقَّب بہ صدر الصدور
 تھے آپ نے علم دین اپنے برادر اکبر حضرت مولانا ابو محمد عبدالقادر سے حاصل کیا
 اور انھوں نے فاضل جلیل الشان مولانا رمضان سے انھوں نے قاضی
 القضاة مولانا فضل الرحمن سے انھوں نے اپنے برادر اکبر قاضی القضاة
 مولانا غلام سبحان سے انھوں نے فاضل ذیشان مولانا معظم الدین سے
 انھوں نے ملک العلماء حضرت مولانا عبدالعلیٰ فرنگی محلی لکھنوی علیہ الرحمۃ
 والرضوان سے ملاحظہ ہو سیف الابرار مطبوعہ نظامی کانیپور و مطبوعہ مکتبہ
 الشیخ ترکی کا صفحہ ۶۵)

اس سلسلہ تلمذ سے واضح ہوا کہ حضرت علامہ عبدالرحمن فاروقی سلمیٰ
 فرنگی محلی لکھنوی کے علمی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں۔
 آپ نے ۱۲۹۸ھ ہجری مطابق ۱۸۸۱ء میں وہابیوں کے شیخ الکل

مولوی نذیر حسین دہلوی کی تصنیف "ثبوت الحق الحقیق" کی تردید میں ایک کتاب "سیف الابرار المسلمون علی الفجار" بزبان فارسی تالیف فرمائی ہے جسے محمد عبدالرحمن بن حاجی محمد روشن خان نے ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۹۱۳ء میں اپنے مطبع نظامی کانپور سے شائع کیا پھر ۱۳۹۷ھ ہجری مطابق ۱۹۷۷ء عیسوی میں مکتبہ ایشیائی سٹنبول ترکی نے اسے طبع کرنا شروع کیا ہے۔

حضرت علامہ عبدالرحمن فاروقی علیہ الرحمہ بابائے دیوبند مولوی اسماعیل دہلوی کے بارے میں اپنی تصنیف سیف الابرار میں لکھتے ہیں کہ

"اول کسیک بخلاف اہل سنت و جماعت انکار اجماع و قیاس کرد در ملک ہند و رخنہ اندازدین اسلام شد مولوی اسماعیل بود۔ یعنی ہندوستان میں سب سے پہلے جس شخص نے اہل سنت و جماعت کی مخالفت کرتے ہوئے اجماع و قیاس کا انکار کیا اور اسلامی عقائد میں توڑ پھوڑ کیا وہ مولوی اسماعیل دہلوی تھا۔ سیف الابرار مطبوعہ ترکی ص ۳۳"

پھر آپ نے اپنے رسالہ سیف الابرار کے صفحہ ۳۵ میں مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب صراطِ مستقیم کی ایک کفری عبارت نقل کر کے مولوی اسماعیل دہلوی کو بارگاہ رسالت کا گستاخ قرار دیا اور صفحہ ۳۶ میں پیشوائے دیوبند ملا اسماعیل دہلوی کے کفر و ارتداد کو آشکار کرنے کی خاطر بطور سند حضرت مولانا شاہ فضل حق فاروقی خیر آبادی علیہ الرحمہ کا یہ فتویٰ بھی نقل فرمایا کہ۔

"قائل این کلام لا طائل د مولوی اسماعیل دہلوی) از روی

شرع مبین بلاشبہ کافر و بیدین است ہرگز مومن و مسلمان نیست۔

یعنی اس نا شائستہ کلام کا قائل (ملا دہلوی) شریعتِ غرہ کے نزدیک ضرور کافر و بیدین ہے۔ ہرگز مومن و مسلمان نہیں۔ (سیف الابرار مطبوعہ ترکی)

دیوبندیوں دیوبندیوں کے مستند مورخ حکیم عبدالحی رائے بریلوی اپنی عربی تصنیف نزہۃ الخواطر جلد ہشتم ص ۲۳۶ مطبوعہ حیدرآباد میں حضرت

علامہ عبدالرحمن سلہٹی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ۔ الشیخ العالم الفقیہ عبد الرحمن بن محمد اد ریس بن محمد کلیم العمری الحنفی السلہٹی احد العلماء المشہورین بارض بنگالہ۔ یعنی استاذ فاضل فقیہ عبدالرحمن بن محمد اد ریس فاروقی حنفی سلہٹی صوبہ بنگال کے مشہور عالم دین۔

پھر رائے بریلوی حکیم صاحب علامہ موصوف کی کتاب سیف الابرار کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

۔۔۔ "رسالة بالفارسية وهي في الرد على ثبوت الحق الحقيق اثبت فيها وجوب

تقليد الشخص المعلن على الناس و شنع فيها تشييعاً بالغاً على السيد المحدث نذير حسين الدهلوي صاحب ثبوت الحق الحقيق وعلى الشيخ الشهيد المجاهد الغازی في سبيل الله اسمعيل بن عبد الغني الدهلوي صاحب تقوية الايمان وكفر الشيخ الشهيد" یعنی سیف الابرار فارسی زبان میں ایک رسالہ ہے جو نذیر حسین دہلوی محدث و ہابیہ کی کتاب (ثبوت الحق الحقیق کی تردید میں ہے) علامہ عبدالرحمن فاروقی نے اس رسالہ میں ثابت کیا ہے کہ (امہ مجتہدین میں سے) کسی معین امام کی تقلید مسلمانوں پر واجب ہے۔ نیز علامہ موصوف نے اس رسالہ میں سید محدث نذیر حسین دہلوی مصنف ثبوت الحق اور شیخ شہید مجاہد غازی فی سبیل اللہ اسمعیل بن عبد الغنی دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کی خوب مذمت کی ہے۔ اور شیخ شہید (اسمعیل دہلوی) کو کافر کہا ہے۔

(نزہۃ الخواطر جلد ہشتم ص ۲۴۶)

یہ سب پوست برکنندہ تاریخی حقائق صاف صاف گواہی دے رہے ہیں۔ کہ خود خاندان حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرزند مولانا مخصوص اللہ محدث دہلوی، مولانا شاہ محمد موسیٰ دہلوی نے نیز حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فاضل یگانہ تلامذہ مولانا فضل حق خیر آبادی مولانا شاہ احمد سعید مجددی دہلوی

مولانا مفتی صدرالدین دہلوی، مولانا رشید الدین دہلوی، مولانا منور الدین دہلوی نے سب سے پہلے ملا اسماعیل دہلوی اور ان کی وہابیت کا رد و ابطال کیا ہے۔

علمائے ہندوستان میں سب سے پہلے مولانا فضل حق خیر آبادی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی پیدائش سے بیس سال پیشتر ملائے وہابیا اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ لایمان کی تردید میں ایک جلیل الشان کتاب تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ تصنیف فرمائی جس میں ملا اسماعیل دہلوی کو کافر، مرتد، بے دین قرار دیتے ہوئے ان کے قتل و تکفیر کا فتوئے شرعی صادر کیا حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے صاحبزادگان مولانا شاہ مخصوص اللہ اور مولانا شاہ محمد موسیٰ نے اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مشاہیر زمانہ شاگردان مولانا شاہ احمد سعید مجددی، مفتی صدرالدین دہلوی، مولانا کریم اللہ دہلوی، مولانا رشید الدین دہلوی، مولانا محبوب علی دہلوی وغیرہ سترہ علمائے دہلی نے اس حقیقی نورانی فتویٰ کی تصدیق کرتے ہوئے اس پر مہر توثیق ثبت فرمائی۔ پھر وہابیت اور بابائے وہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی کے رد و ابطال میں استاذ مشاہیر علمائے ہند حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی نے وہ خد جلیلہ انجام دی جو سیف الجبار، المعتقد المنتقد کی شکل میں آج بھی زندہ ہے یوں ہی خانوادہ علمی فرنگی محل لکھنؤ کے نجم تاقب مولانا عبدالرحمن فاروقی سلطی نے رسالہ سیف الابرار تصنیف فرمایا اور بنگال و آسام میں ملائے وہابیہ اسماعیل دہلوی کا کفر و ارتداد آشکارا کر کے وہابیت کی مٹی پلید کر دی۔ پھر ملا اسماعیل دہلوی کی تردید میں ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین مکی ثم کلکتوی نے اتنا سرگرم حصہ لیا جس سے کلکتہ سے عرب تک کی زمینیں اسماعیل دہلوی کے کفر و بے دینی پر گواہ بن گئی۔

پھر ان سب مشاہیر علماء، فقہاء، محدثین، متکلمین کے بعد روڈ ہا بیت
 کے میدان میں شہنشاہ علم و فن مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی
 کی آمد ہوئی ہے۔

۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ ہجری مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۴ء عیسوی کو حضرت
 مولانا محمد فضل المجید فاروقی بدایونی نے شہر بدایوں سے اعلیٰ حضرت کی خدمت بابرکت
 میں ایک تحریری سوال بھیجا کہ ہمارے فقہائے کرام پیشوایان مذہب کے نزدیک
 وہابیوں کے پیشوایان سمعیل دہلوی پر حکم کفر لازم ہے یا نہیں؟ اعلیٰ حضرت نے
 تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، یکر و زکی وغیرہ کتابوں سے مولوی سمعیل دہلوی
 کے ستر لکھے ہوئے کفریات شمار کر کے جمہور فقہاء کے مسلک پر فتویٰ دیا کہ

• — ماہ نیم ماہ دہر نیم روز کی طرح ظاہر و باہر کہ اس فرقہ متفرقہ یعنی
 وہابیہ سمعیلیہ اور اس کے امام نافر جام (سمعیل دہلوی) پر جزاً قطعاً جماعاً جوہ
 کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جمہور فقہائے کرام و اصحاب فتویٰ اکابر و اعلام
 کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد، کافر باجماعاً ائمہ ان سب پر اپنے
 تمام کفریات ملعونہ سے بالتصریح توہور جوہ اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھنا فرض
 و واجب — (الکوئتہ الشہابیہ ص ۷۵)

اس فتویٰ پر تمام وہابی دیوبندی چیخ پڑے اور بوکھلا کر اعلیٰ حضرت کو گالیاں
 دینے لگے چنانچہ المہند جوہند وستان بھر کے وہابی دیوبندیوں کی متفقہ
 کتاب ہے اس میں علمائے دیوبند لکھتے ہیں کہ۔

• — (مولانا احمد رضا) خاں صاحب کے خاندان میں چونکہ
 بدعت کی تخم ریزی پہلے ہی سے ہو چکی ہے اس وجہ سے سب کے پھلے پھوڑ
 خاں صاحب احمد رضا خاں برعکس نام نہند زنگی کافور درحقیقت احمد خفا خاں
 صاحب نے تمام ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ فراماتہ
 و معجزۃ من معجزات سید المرسلین علیہ التبیۃ والتسلیم کے خاندان کو چنا اور حضرت مولانا

سمعیل صاحب شہید مرحوم و مغفور مظلوم اہل بدعت پر بوجہ بعض کلمات کے جو سخت اور غالی اہل بدعت کے جن کی بدعتات شرک کی حد تک پہنچ گئیں تھیں مقابلہ میں لکھے گئے تھے تمام قرائن حالیہ اور غیر حالیہ سے قطع نظر کر کے اتہامات لگائے اور ان پر ستر کیا بلکہ غیر متناہیہ وجوہ سے کفر لازم کیا اور ان کا کفر اجماعی قطعی قرار دے کر فقہاء کرام کا فتویٰ تکفیر چھاپ دیا۔ (المہند ص ۲۷۲، ۲۷۳)

بد زبان دریدہ و ہن گستاخ علماء و ہا یہ جن کا دین و مذہب بارگاہ رسا کی عظمت و جلالت کے خلاف گالیاں بکنا اور لکھنا ہے۔ اگر وہ سرکار اعظم پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے وارث اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو بھٹیاریوں کی زبان میں رات دن گالیاں دیتے رہیں تو اس پر ہمیں کوئی تعجب نہیں کیونکہ جو شخص اپنے مذہب کا پابند ہے وہ مذہب کے احکام پر ضرور عمل کرے گا۔ ہاں اس گھٹا لوپ اندھیر اور سنگین دھاندلی پر ہمیں ضرور حیرت ہے کہ جس اسمعیل دہلوی کو خود حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے مولانا مخصوص اللہ اور مولانا محمد موسیٰ نے کافر و مرتد قرار دے کر لاق گردن زدنی ٹھہرایا جس اسمعیل دہلوی کے متعلق حضرت استاذ المحدثین شاہ عبدالعزیز کے شاہیر روزگار تلامذہ مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا احمد سعید مجددی مولانا منقہ صدر الدین دہلوی، مولانا رشید الدین دہلوی وغیرہ اکابر علماء نے کافر و ہیدین و قابل قتل ہونے کا فتویٰ صادر کیا جس اسمعیل دہلوی کی تردید میں مولانا منور الدین دہلوی نے متعدد کتابیں تحریر کیں اور مکہ شریف مدینہ شریف سے فتویٰ منگوایا۔ جس اسمعیل دہلوی کا کفر و ارتداد مولانا فضل رسول بدایونی مولانا عبدالرحمن فاروقی سلہٹی نے اپنی اپنی تصنیفات کے ذریعہ یوپی سے بنگال اور آسام تک آشکار کیا۔ جس اسمعیل دہلوی کے رد و ابطال کو ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین نے اپنی تحریر و تقریر کا سب سے بڑا موضوع بنایا اسی اسمعیل دہلوی کے بارے میں جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

بریلوی نے ۱۲۱۲ھ ہجری میں کفر و ارتداد کا فتوایے فقہی صادر فرمایا تو علمائے دیوبند کی سر جوڑ پنچایت کو بگڑا ہوا میعاد دی بخار چڑھا آیا تو جس نے سرسائی کیفیت پیدا کر دی اور وہ بھٹیاریوں کی زبان میں ہندیان بکتے لگے۔ پھر ان کی متفقہ سر جوڑ کمیٹی نے تیرہویں صدی ہجری کے تاریخی حقائق پر دین پروردہ وال کر چودہویں صدی ہجری کی نئی نسل کے عام مسلمانوں کو یہ پُر فریب باطل اور جھوٹا تاثر دیا کہ۔

لوگو! ہمارے مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی پیشوا اے دین و ہادی اسلام ہیں پورے ہندوستان میں شاہ اسماعیل دہلوی کا کوئی عالم دین مخالف نہیں ہندوستان کے کسی مفتی شرع نے ہمارے شاہ اسماعیل کو کافر و بیدین قرار نہیں دیا بس شہر بریلی کے تنہا مولانا احمد رضا ہیں جو خاندان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے شدید ترین دشمن ہیں جنہوں نے ہمارے پیشوا شاہ اسماعیل دہلوی پر کفر و ارتداد کا فتویٰ جاری کیا ہے۔ لیکن جب تیرہویں صدی سے چودہویں صدی تک کے سارے علمائے ہندوستان شاہ اسماعیل دہلوی کے موافق ہیں۔ ہمارے مولانا اسماعیل کا ان میں کوئی مخالف نہیں تو ایک اکیلے مولانا احمد رضا کے تنہا فتویٰ کا کیا اعتبار ہے لہذا عام مسلمانوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ وہ مولانا احمد رضا کے فتویٰ کو ذمہ نہ پر محمول کر کے اسے غلط سمجھیں اور شاہ اسماعیل دہلوی کی اسی طرح پرستش کریں جس طرح عام نیچری، دیوبندی، غیر مقلدین مولانا شاہ اسماعیل دہلوی کی پرستش کرتے آ رہے ہیں۔

(تاثر ماخوذ از المہند ص ۳۷۲)

لیکن اب جبکہ حقائق کو بالکل ننگا بے پردہ کر دیا گیا تو عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ایک وفادار مسلمان بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سرغدار منافی سے پوچھ سکتا ہے کہ خاندان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے عاصی اذکار مولانا شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی اور مولانا شاہ محمد موسیٰ دہلوی نے اپنے چچا ملا اسماعیل دہلوی کو تکفیر کا نشانہ کیوں بنایا۔ حضرت مولانا

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فاضل یگانہ تلامذہ مولانا شاہ فضل حق، مولانا صدر الدین، مولانا رشید الدین، مولانا کریم اللہ، مولانا محبوب علی وغیرہ علمائے دہلی نے ملا اسماعیل دہلوی کو کافر و مرتد، بے دین قابل گردن زدنی کیوں قرار دیا، نقشبندیوں مجددیوں، صوفیوں و ریشیوں کے شیخ طریقت مولانا شاہ احمد سعید مجددی نے پیشوائے وہابیہ مولوی اسماعیل کو کافر و مرتد، بے دین کیوں ٹھہرایا، مشاہیر علمائے ہند مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، مولانا منصور الدین دہلوی، مولانا عبدالرحمن فاروقی سلہٹی، مولانا خیر الدین کلکتوی نے مولوی اسماعیل دہلوی کے کفر و ارتداد کی اشاعت کیوں کی، علامہ بدایونی اور علامہ فاروقی کے سوا باقی سب ہی علماء حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے علمی گھرانے ہی کے فرزند ہیں۔ تو پھر ان حضرات نے اسماعیل دہلوی کی شدید مخالفت کیوں کی؟

اصل حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت سے پہلے کے علمائے اسلام کے زمانے میں چونکہ وہابیت کا ابتدائی دور تھا اور خود وہابیت بھی تنہا تھی اس کا ساتھ دینے والا کوئی دوسرا مذہب نہ تھا اس لئے ان حضرات علماء نے تنہا وہابیت کا مقابلہ کر کے اس کو لپٹا کیا اور اپنے فرائض منصبی کو پورا کر کے سبکدوش ہو گئے لیکن اعلیٰ حضرت کے دور میں وہابیت شباب پر تھی اور وہ اپنے پیٹ سے کئی نئے مذاہب کو جنم دے چکی تھی، دیوبندیت، نچریت، قادیانیت، چکرٹالویت، دہریت، ندویت، صلح کلیت وغیرہ مذاہب وہابیت کے پیٹ سے پیدا ہو چکے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے جو مکھی لڑائی لڑ کر ان سب کے دانت کھٹے کر دیے باطل پرستوں کے ایک حملے کا ایسا دندان شکن جواب دیا کہ پھر وہ اپنی کمر سیدھی نہ کر سکے۔ سابق علمائے اسلام نے وہابیت کے سلسلے میں تحریر سے زیادہ تقریر سے کام لیا تھا جس سے صرف حاضرین خوب فیضان ہوئے لیکن اعلیٰ حضرت نے تقریر کے ساتھ تحریری رد کے انبار لگا دیے اور وہابیت کے کلیات و جزئیات سب کا ابطال فرمایا۔ پھر اعلیٰ حضرت نے پیارے مصطفیٰ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دئی ہوئی حق بین نگاہوں سے دیکھ لیا تھا کہ وہابیت کو صرف موجودہ فتنوں کے پیدا کرنے پر چین نہ آئے گا بلکہ آگے چل کر وہ نئے نئے فتنوں کو بھی جنم دے گی تا وقتیکہ آخری فتنہ و مجال سے مل نہ جائے اس لئے آپ نے ایک طرف احقاق حق و ابطال باطل کی خاطر اپنے دور کے تمام فتنوں کی سرکوبی فرمائی اور دوسری طرف حق کو بلند کرنے اور باطل کے دبانے کے لئے عام سنیوں کو بھی دلائل و براہین کے ہتھیاروں سے مسلح فرما دیا۔ اور سنیوں کی آئندہ نسل کے لئے سامان جنگ کا ذخیرہ اتنا کافی جمع کر دیا کہ جب بھی حق کے مقابلے میں بے دین فرقی بالخصوص وہابی دیوبندی سرابھاریں تو انھیں کچل کر رکھ دیا جائے چنانچہ جب اعلیٰ حضرت کے بعد وہابیت کے پیٹ سے مودودی مذہب اور الیاسی مذہب نئے نئے ساز و سامان لے کر پیدا ہوئے تو غلامان احمد رضا نے دونوں کے نیچے ادھیڑ کر رکھ دیے۔ اعلیٰ حضرت اپنے انھیں خصوصی کارناموں کے باعث علماء، صوفیاء مشائخ اور عام مسلمانوں کی عقیدت و محبت کے مرکز بن گئے مسلمانوں نے اپنا دین و ایمان بچانے کے لئے اعلیٰ حضرت کی ہدایات، تحریرات اور تصنیفات کو حزر جان اور پناہ ایمان بنالیا ان حالات کو دیکھتے ہوئے دیوبندیوں کو اچھی طرح اندازہ ہو گیا کہ مسلمان جب تک امام احمد رضا کے دامن پاک سے وابستہ رہیں گے ان کو بڑی سے بڑی طاقت بھی اسلام و سنیت سے برگشتہ نہیں کر سکتی اس لئے انھوں نے تاریخی حقائق کو کھلتے ہوئے یہ باور کرانے کی پوری کوشش کی کہ صرف احمد رضا ہی وہ تنہا عالم ہیں جنہوں نے وہابی مذہب کو باطل اور اسمعیل دہلوی کو گمراہ بددین قرار دیا باقی دوسرے علمائے اسلام وہابی مذہب کو درست و حق سمجھتے رہے اور مولوی اسمعیل دہلوی کو پیشوائے اسلام مانتے رہے تاکہ سادہ لوح ناواقف مسلمان رد وہابیت کے میدان میں اعلیٰ حضرت کو تنہا سمجھ کر آپ سے بدگمان ہو جائیں اور آپ کی تبلیغ و ہدایت پر اپنا اعتماد قائم کر سکیں اور اس طرح اسلام و سنیت کی دولت گرانمایہ

سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ حاصل گفتگو یہ ہے کہ دیوبندیوں نے سوچا کہ روہابیت
 وابطال اسمعیلیت کے سلسلے میں اگر شاہ ولی اللہ کے پوتے مولانا شاہ مخصوص
 اور مولانا محمد موسیٰ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے تلامذہ میں مولانا فضل حق، مولانا
 مفتی صدر الدین، مولانا رشید الدین، مولانا کریم اللہ، مولانا منصور الدین و
 مولانا خیر الدین وغیرہ مشاہیر پر کینچڑ اچھالا گیا تو خود وہابیت کا شیش محل ہی
 سفوف بن جائے گا۔ اور سنیت کا زور ٹوٹنے کی بجائے وہابیت پسپا ہوگی
 اس لئے انھوں نے روہابیت کا انتقام لینے کے لئے صرف اعلیٰ حضرت کی ذات
 گرامی کو منتخب کیا اور اعلیٰ حضرت کے خلاف افتراء و بہتان کے جھگڑنے بند
 وہ پھینک سکتے تھے اس میں کوئی کسر اٹھانہ رہی۔

فتنہ وہابیت کی بیخ کنی اور سرکوبی پر کوشش ملنے کی وجہ

یوں تو عام طور پر اعلیٰ حضرت نے اسلام و سنیت کی جملہ مخالف پارٹیوں
 کا رد فرمایا۔ لیکن وہابیت اور دیوبندیت کی سرکوبی اور پیشواپان وہابیہ
 کے عقائد باطلہ کی بیخ کنی پر آپ نے زیادہ توجہ فرمائی اس کی وجہ یہ ہے
 کہ کھلے کفار و مشرکین۔ مثلاً فلاسفہ، آریہ، یہود، نصاریٰ، مجوس اور ہنود کے
 پہچاننے میں عام مسلمانوں کو کوئی دشواری نہ تھی اور چونکہ روافض کی
 مسجد و عید گاہ اور دیگر مذہبی چیزیں پہلے ہی سے الگ ہو چکی تھیں قادیانی

حضرات مرزا غلام احمد قادیانی کو بنی بنا کر مسلمانوں سے جدا ہو گئے تھے۔ اس لئے ان دونوں فرقوں کا پہچاننا مسلمانوں کے بس سے باہر نہ تھا اب رہے وہابی دیوبندی تو چونکہ یہ لوگ اپنے کو سنی کہلاتے ہیں حنفی ہونے کا دم بھرتے ہیں قرآن و حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں عقائد و فقہ کی کتابوں کے ماننے کا اظہار کرتے ہیں سنی مسلمانوں جیسی نماز پڑھتے روزہ رکھتے اور حج ادا کرتے ہیں۔ قادری حشمتی نقشبندی اور سہروردی جتنے ہیں علمائے سلف و خلف کی تصنیفات کا اعتراف کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث اور دینی کتابوں کے درس و تدریس کا شغل رکھتے ہیں اس لئے ان کی پہچان عوام مسلمین کے بس سے باہر تھی۔ اہل سنت سے ان کا امتیاز کرنا ان کے اقوال کفر و ضلال کا پہچاننا ان کے خیالات فاسدہ و عقائد باطلہ سے واقف ہونا۔ عامۃ المسلمین کے لئے سخت دشوار کام تھا ان حالات کے پیش نظر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیوبندی مذہب کی کھال اُدھیرنے وہابی دھرم کی دجی بکھیرنے میں کوشش بلیغ فرمائی پیشوایان وہابیہ کے ایک ایک فریب کا پردہ چاک کیا ان کے طرح طرح کے دجل و مکر کو بے نقاب فرمایا۔ جب وہابیوں نے تقویۃ الایمانی تعلیمات کے مطابق شور مچایا کہ درود تاج کا پڑھنا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنا شرک و بدعت ہے تو حضرت مولانا شاہ کرامت اللہ خاں صاحب نے ۲۱ جمادی الاخرہ ۱۳۱۱ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۸۹۳ء عیسوی کو دہلی سے اعلیٰ حضرت کی خدمت بابرکت میں استفتاء بھیجا آپ نے ان کے استفتاء کا جواب دیتے ہوئے رسالہ مبارک "الامن والعلیٰ" تحریر کیا جس میں آیات و احادیث سے چمکتے ہوئے موتیوں کی طرح مندرجہ ذیل باتیں روشن طور پر ثابت فرمائیں۔

اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دولت مند کر دیا اللہ و رسول نگہبان ہیں اللہ و رسول بے والیوں کے والی ہیں۔ اللہ و

رسول مالوں کے مالک ہیں، اللہ ورسول زمین کے مالک ہیں۔ اللہ ورسول کی طرف توبہ اللہ ورسول کی دہائی اللہ ورسول دینے والے ہیں۔ اللہ ورسول سے دینے کی توقع اللہ ورسول نے نعمت دی اللہ ورسول نے عزت بخشی (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حافظ و نگہبان ہیں حضور کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں حضور کے آگے سب گڑ گڑا رہے ہیں۔ حضور ساری زمین کے مالک ہیں۔ حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں حضور تمام امتوں کے مالک ہیں۔ دنیا کی ساری مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے مدد کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ جنت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ آخرت میں عزت دنیا حضور کے ہاتھ ہے قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ ہے حضور مصیبتوں کے دور فرمانے والے حضور سختیوں کے ٹالنے والے ابو بکر صدیق اور عمر فاروق حضور کے بندے حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں۔ حضور کے خادم بلائیں ہٹاتے ہیں حضور کے خادم بلندی مرتبہ دیتے ہیں۔ حضور کے خادم تمام کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔ اولیاء کے سبب بلا دور ہوتی ہے اولیاء کے سبب روزی ملتی ہے۔ اولیاء کے سبب مدد ملتی ہے اولیاء کے سبب بارش ہوتی ہے۔ اولیاء کے سبب زمین قائم ہے۔

یہ اور ان سب جیسی بیسیوں باتیں آپ نے قرآن و حدیث سے لکھی ہیں چونکہ یہ سب باتیں کتاب و سنت سے ثابت ہوئی ہیں۔ لہذا وہابی دیوبندی ان باتوں کو شرک قرار دینے سے پہلے اللہ ورسول کی جناب میں لڑائی کے لئے تیار ہو جائیں۔ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ

جب عام وہابیہ اور مولوی رشید احمد گنگوہی نے مولوی اسمعیل دہلوی کی پیروی میں اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ بولنا ممکن قرار دیتے ہوئے امکان

کذب الہی کا فتنہ کھڑا کیا تو شہر میرٹھ سے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں سوال آیا آپ نے اس کے جواب میں مقدس کتاب سبحن السبوح ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۸۸۹ء میں تصنیف فرمائی جو ۱۳۰۸ھ میں شائع ہوئی اس نورانی کتاب میں آپ نے سچے خدا کو جھوٹ کا عیب لگانے والے تمام وہابیہ دیوبندیہ وغیرہ مقلدین کے عقیدہ خبیثہ امکان کذب پر دوسو کوڑوں کی ایسی ضرب شدید لگائی جس سے قلوہ وہابیت کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ سبحن السبوح نے دیوبندیوں کے ہوش اڑا دیے چھکے چھڑا دیے ان کے دانت کھٹے کر دیئے اسمعیل دہلوی اور مولوی گنگوہی کے ایک ایک جملے ایک ایک کلمے حرف حرف کے ایسے منہ توڑ جواب دیے کہ اس کے بعد سے دیوبندیوں نے مسد امکان کذب باری کی بحث کو اپنے لئے موت کا خوفناک جنگل سمجھ لیا۔ ۱۳۰۸ھ سے اعلان عام ہے کہ کسی وہابی کسی دیوبندی کسی گنگوہی میں اگر دم ہے تو سبحن السبوح کے دلائل قاسرہ کا علمی تحقیقی جواب لکھے اس کے دوسو سنگین اعتراضوں کی ضرب کاری سے مولوی اسمعیل دہلوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی کھوپڑی کو بچا لے۔ مگر آج ۱۳۰۳ھ ہجری مطابق ۱۹۱۴ء کا دور گزر رہا ہے اب تک کسی دیوبندی کو جرأت نہ ہو سکی کہ سبحن السبوح کی کسی ایک دلیل کا جواب لکھنا اس چھپا نو ۹۶ برس کی طویل خاموشی ڈنکے کی چوٹ اعلان کر رہی ہے۔ کہ دیوبندیوں کا اہانت آلود دامن علمی دلائل سے بالکل خالی ہے ہاں گالی گلوچ سب و شتم مکر و فریب شیر باد ہے۔ مدرسہ دیوبند کے صدر المدرسین جناب حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے ایک گالی نامہ بنام الشہاب الثاقب تحریر کیا ہے جس میں انھوں نے علمائے اہل سنت اور اعلیٰ حضرت کو بے شمار گالیاں دی ہیں۔ مولانا شاہ محمد اہل سنبھلی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب رد شہاب الثاقب میں ٹانڈوی صاحب کی صرف موٹی موٹی گالیوں کا شمار کیا تو وہ چھ سو چالیس تک پہنچ گئیں۔ فاضل دیوبند مولوی عامر صاحب

• ————— دارنی مولانا (حسین احمد صاحب) مدنی نے اس کتاب (شہاب ثاقب) میں جس طرح کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں انھیں موتی موتی گالیاں نہ سہی مہذب گالیاں کہنا ضرور حق بجانب ہے ۔۔۔۔۔

(تجلی فروری و مارچ ۱۹۵۹ء ۷۹ کالم ڈو۔)

ٹانڈوی صاحب سبحن السبوح کے براہین قاہرہ دلائل باہرہ سے چکا چونڈھو کر یوں رقمطراز ہیں کہ

• ————— مجدداً لتفصیل صاحب نے خیال کیا کہ ہم بھی خون لگا کر شہیدوں میں داخل ہو جائیں چٹ ایک رسالہ مسیحی سبحن السبوح لکھ کر پھینچ مارا اس کو دیکھا گیا تو سوائے گالی گلوچ اور خرافات و بازاری باتوں کے اور کوئی مضمون علمی ایسا نہیں تھا کہ جس کی طرف توجہ کی جاوے علاوہ ازیں کبھی کسی عالم نے ان کو اہل علم سے شمار ہی نہ کیا اور نہ کچھ علمی باتیں تھیں بازاریوں کی سی گفتگو تھی اس لئے ان کے رسالے کے رد کی طرف توجہ کرنا محض بے سود بلکہ

خلاف شان و ہتک عزت شمار کیا گیا ۔۔۔۔۔ (الشہاب الثاقب ص ۱۱۱)
دیوبندی علماء جو بارگاہ رسالت میں گالیاں دینے کے عادی رہ چکے ہیں وہ اگر اعلیٰ حضرت کو مجدداً لتفصیل کہہ کر گالیاں دیں تو اس پر ہمیں کوئی حیرت نہیں لیکن اس بات پر ہمیں اور ہر انصاف پسند کو سخت حیرت ہے کہ جس سبحن السبوح میں اعلیٰ حضرت نے امکان کذب کے باطل ہونے پر تیس نصوص پیش کئے اور تیس فولادی دلائل اور سب حجتیں قائم فرمائیں وہ ٹانڈوی صاحب کے نزدیک صرف گالی گلوچ، خرافات اور بازاری باتوں کا مجموعہ ہے۔ اور پھر یہ بات اور بھی زیادہ قابل غور ہے کہ جس سبحن السبوح میں کثیر آیات قرآنیہ کے روشن موتی پروئے گئے ہوں۔ اور تفسیر کبیر، تفسیر بیضاوی، تفسیر مدارک، تفسیر ابی سعید، تفسیر

سے بحوالہ نمون کے آئندہ اول ص ۱۱۱۔

روح البیان، تفسیر عزیز، فقہ اکبر، شرح السنوی، موافق، شرح موافق، عقائد
 شرح عقائد، شرح مقاصد، مسامرہ، مسامرہ، حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ،
 کنز الفوائد، طواع الاوار، شرح طواع، شرح معقائد جلالی، مسلم الثبوت فواح الرحمت،
 مفاتیح الغیب، ارشاد العقل، منح الروض، شفاۃ قاضی عیاض، نسیم الریاض،
 شرح مقاصد الطالبین، رد المحتار، حلیہ، المتقد المنتقد سے کثیر حوالے نقل
 کیے گئے ہوں ایسی تحقیقی کتاب میں صدر المدرسین جناب ٹانڈوی صاحب کو کوئی
 بھی علمی بات نہ ملی۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ اس مقام پر خود ٹانڈوی صاحب
 نے اپنے علم و دانش کا بھانڈا پھوڑ دیا جو لوگ نہیں جانتے تھے اب وہ بھی جان
 گئے کہ دیگر فاضلان دیوبند کی طرح جناب صدر المدرسین حسین احمد صاحب
 ٹانڈوی بھی سبحن السبوح کے علمی دلائل و براہین کے جواب سے نہ صرف عاجز
 تھے بلکہ سمجھنے سے بھی قاصر ہی رہے۔ رہا اعلیٰ حضرت کی کتابوں کا رد اور
 جواب لکھنا تو یہ کام مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی اشرف علی
 صاحب تھانوی جیسے بڑوں سے تو ہو ہی نہ سکا جو علماء دیوبند
 کے اُستاد، مخدوم اکمل اور حکیم الامت تھے ٹانڈوی صاحب تو بہر حال
 ان سے چھوٹے ہی ہیں۔

جانا جس نے جانا اور جس نے نہ جانا وہ اب جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل
 اور اس کے پیارے رسول سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرم سے
 اعلیٰ حضرت نہ صرف یہ کہ علوم دینیہ کے صاحب بصیرت عالم تھے بلکہ اپنے معاصرین
 فقہاء و محدثین کے امام اور ارباب منطق و فلسفہ کے استاد تھے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ
 کے اکابر علمائے اسلام نے آپ کے علم و فضل کا مشاہدہ کر کے تحریری گواہی دی کہ
 شیخ احمد رضا بریلوی

علامہ کامل، استاد ماہر، یکتائے زمانہ امام یگانہ، علماء مشاہیر کے سردار،
 نادر روزگار، دریائے زخار، عالم کثیر العلم، فاضل سریع الفہم ہیں۔

ملاحظہ ہو حسام الحرمین ص ۵۲ تا ص ۵۷

مکہ شریف کے فقیہ جلیل حضرت مولانا سید اسماعیل علیہ الرحمہ بن مولانا سید خلیل
علیہ الرحمہ نے آپ کے فتاویٰ کے صرف چند اوراق ملاحظہ فرما کر یہاں تک لکھ دیا کہ
واللہ اقول والحق اقول انه لورأها ابو حنیفة النعمان رضی اللہ تعالیٰ
عنه لا قرأت عينه ولجعل مولفها من
جملة اصحاب

(رسائل رضویہ ص ۲۵۱ مطبوعہ لاہور، الاجازات المتینہ، مطبوعہ بریلی ص ۶)
یعنی بخدا میں کہتا ہوں کہ اور سچ کہتا ہوں کہ اگر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه (علیہ السلام) کے اس فتویٰ کو ملاحظہ فرماتے تو حضرت امام اعظم کی آنکھیں ٹھنڈی
ہوتیں اور فتویٰ لکھنے والے (علیہ السلام) کو اپنے شاگردوں (امام ابو یوسف،
امام محمد، امام زفر وغیرہ کے طبقہ میں) شامل کرتے۔

استاذ علم المیراث سراج الفقہاء حضرت مولانا سراج احمد علیہ الرحمہ ساکن
نصیب مکھن بید نسل رحیم یار خاں ریاست بھاول پور پاکستان سے ایک وہابی
فاضل ملا نظام الدین احمد پوری کی ملاقات ہوئی یہ وہابی فاضل اپنے
زمانے کے علمائے دیوبند میں کسی کو علم فقہ میں اپنا ہمسر نہیں سمجھتا تھا اب
آگے کا واقعہ حضرت سراج الفقہاء کے زبان قلم سے سینے حضرت موصوف
تحریر فرماتے ہیں۔

۔۔۔ مولوی نظام الدین فقیہ احمد پوری وہابی جو تفقہ میں اپنے
ہمعصر علمائے دیوبند وغیرہ میں اپنے آپ جیسا کسی کو فائق نہیں جانتا تھا۔
فتاویٰ رشیدیہ (مصنف مولوی رشید احمد گنگوہی) کے اس فتویٰ پر کہ
حدیث صحیح کے مقابل قول فقہاء پر عمل نہ کرنا چاہئے، اس کے سامنے
میں نے رسالہ الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی
مصنف علیہ السلام رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ابتدائی اوراق، منازل حدیث

کے سنا کے تو اس (دوہابی فاضل) نے بصد حیرت کہا یہ سب منازل فہم حدیث مولانا احمد رضا کو حاصل تھے۔ افسوس کہ میں مولانا (احمد رضا) کے زمانے میں رہ کر بے خبر بے فہم رہا۔

پھر میں (سراج احمد) نے اس دوہابی عالم کو رسائل رضویہ سے چند مسائل فقہ کے جوابات سنائے تو کہنے لگا کہ علامہ شامی اور صاحب فتح القدر، مولانا احمد رضا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں۔

دسواں سراج الفقہاء مطبوعہ مرکزی مجلس رضالہ پورہ ص ۳۴
ہندوستان کے مشہور فلسفی ڈاکٹر محمد اقبال صاحب اعلیٰ حضرت کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ۔

• — ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع و ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔ میں نے ان کے فتاویٰ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت، جودت طبع کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عدل ہیں۔

(فاضل بریلوی اور ترک مولات ص ۱۶ مصنفہ پروفیسر مسعود احمد ایم۔ اے۔ پی ایچ

ڈی مطبوعہ لاہور)

فاضل اہل حدیث ڈاکٹر محی الدین الوانی پروفیسر از سر یونیورسٹی مصر کا ایک مقالہ جریدہ صوت الشرق قاہرہ مصر شمارہ فروری ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا ہے پروفیسر صاحب اپنے مقالہ مذکور میں لکھتے ہیں کہ۔

یعد مولانا احمد رضا خاں بریلوی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ مِنْ طَلِيغَةِ
عِلْمِ الْهِنْدِ الْمُسْلِمِينَ الَّذِينَ سَاهَمُوا مَسَاهِمَةً فَعَالَةً فِي
خِدْمَةِ الْعِلْمِ وَالْدِينِ وَاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ

(بحوالہ المیزان امام احمد رضا نمبر بمبئی شمارہ اپریل مئی جون ۱۹۶۶ء ص ۵۵۰۔

یعنی بن علمائے ہند نے علوم دینیہ و عربیہ کی خدمات پر ان کی قسم خاصہ لیا ہے

ان میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔
 وہابیوں کی تحریک جماعت اسلامی کے پیشوا مسٹر ابوالاعلیٰ مودودی اپنے مکتوب بنام
 ایڈیٹر ترجمان اہلسنت کراچی میں تحریر کرتے ہیں۔

_____ میری نگاہ میں مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم و مغفور دینی علم و بصیرت
 کے حامل اور مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ کے قابل احترام مقتدا تھے۔ اگرچہ ان کے بعض فتاویٰ
 و آراء سے مجھے اختلاف ہے لیکن میں ان کی دینی خدمت کا بھی معترف ہوں۔

_____ (بحوالہ المیزان ممبئی امام احمد رضا نمبر شمارہ اپریل مئی جون ۱۹۷۶ء ص ۱۶)
 ندویوں کے پیشوا مولوی حکیم عبدالحی رائے بریلوی اور دیوبندیوں کے زعمیم اکبر ابوالحسن
 علی ندوی رائے بریلوی منزهة الخواطر ص ۳۸ جلد ہشتم مطبوعہ حیدرآباد دکن میں
 لکھتے ہیں کہ

_____ الشیخ العالم المفتی احمد رضا بن نقی علی بن رضا
 علی الافغانی الحنفی البریلوی المشہور بعبد المصطفیٰ ولد یوم الاثنين عاشر
 شوال سنة اثنین و سبعین و مائتین بعد الالف ببلد تہ بریلی و اشتغل بالعلم علی
 والدہ و لازمہ مدة طویلة حتی برع فی العلم وفاق اقرانہ فی کثیر
 من الفنون لا سیما الفقه و الاصول _____

یعنی استاذ کمال، عالم، مفتی احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی افغانی حنفی
 بریلوی عرف بعبد المصطفیٰ، ۱۲۷۲ھ صبحی کو دو شنبہ کے دن شہر
 بریلی میں پیدا ہوئے اور عرصہ دراز تک اپنے والد سے تعلیم حاصل
 کرنے میں لگے رہے یہاں تک کہ علم میں غالب ہوئے اور کثیر فنون خصوصاً فقہ و اصول فقہ

عہ و هو غلط بل یوم السبت - ۱۲

عہ دو شنبہ کا دن غلط ہے۔ یوم پیدائش سینچر کا دن ہے - ۱۲

میں اپنے معاصرین (علماء) پر فوقیت لے گئے۔

اعلیٰ حضرت کے علم کامل کا شہرہ عالم گیر اور خدماتِ دینیہ کا چرچا جہاں تک تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی بارگاہِ عالی میں اضلاع ہندوستان، بنگال، پنجاب، گجرات، دکن، گوا، برہما، ارکان، چین، غزنی، افریقہ، امریکا، مکہ شریف، مدینہ منورہ سے بے شمار استفتاء آتے اور ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے۔ آپ کے ذمہ کارِ فتویٰ اس درجہ وافر و کثیر تھا جسے دس مفتی انجام نہ دے سکتے تھے مگر آپ کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے صاحبِ قلم سیال مفتی، نادر روزگار فقیہ، یکتائے زمانہ امام بنایا تھا۔ اس لیے تنہا آپ نے اتنی وسیع و عریض خدمتِ دینی لو جہ اللہ تعالیٰ انجام دی۔

فالحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين
واله الطيبين وصحبه الطاهرين۔

حضرات ناظرین! ایک طرف تو عرب و عجم کے مشاہیر اہل علم کی تحریری گواہیاں ہیں کہ شیخ احمد رضا بریلوی بے مثل فقیہ اسلام، نادر روزگار عالم دین، علوم و فنون کے یکتا امام ہیں لیکن دوسری طرف مدرسہ دیوبند کے محدث، وہابیوں کے شیخ الاسلام جناب حسین احمد ٹانڈوی صاحب کا بیان ہے کہ (مولانا) احمد رضا بریلوی کو کسی عالم نے کبھی صاحبِ علم مانا ہی نہیں۔ ٹانڈوی صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

• — کبھی کسی عالم نے ان کو اہل علم سے شمار ہی نہ کیا — •

(شہابِ ثاقب ص ۱۱ مصنفہ حسین احمد ٹانڈوی)

سُبْحَانَ اللَّهِ الْقَهَّارِ مُقَلِّبِ الْقُلُوبِ وَالْأَبْصَارِ افسوس افسوس

کہ ایسا صریح، سفید، ننگا بے پردہ جھوٹ لکھنے والے قلم کو پسینہ نہ آیا، حیا نہ آئی شرم محسوس نہ ہوئی لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ ط کا تازیانہ یاد نہ پڑا۔ ٹانڈوی صاحب اپنے دستخط میں اپنے کوننگ اسلاف لکھا کرتے تھے۔

واقعی وہ اپنے کوننگ اسلاف قرار دینے میں بالکل حق بجانب تھے۔
 یہ پوسٹ برکنڈہ حقیقت ہے کہ دنیا میں وہابی ایک ایسی قوم ہے جس کے
 مذہب میں وہابیت کی حمایت و تائید کی خاطر جھوٹ بولنا، جھوٹ لکھنا صرف
 جائز و حلال ہی نہیں بلکہ کارِ ثواب عملِ صالح اور خدمتِ دین ہے تو چونکہ
 شہاب ثاقب کا مصنف نہ صرف یہ کہ خود وہابی ہے بلکہ وہابیوں کا شیخ الاسلام
 محدث کبیر، پیشوا اور پیر بھی ہے اس لئے دروغ گوئی اور دروغ نویسی میں
 اس نے اپنی پیشوائی کا لوہا منواتے ہوئے شہاب ثاقب میں ایک سوچسپس سے
 زیادہ جھوٹ تحریر کئے ہیں۔ حد یہ کہ اپنے عقیدہ کفری کی تائید میں اپنے جی
 سے دو فرضی کتابیں بھی گڑھ لیں۔ پھر ان فرضی کتابوں کو حوالہ میں پیش کرتے
 ہوئے لکھتا ہے کہ۔

۱۔ — دیکھئے جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم خزینہ الاولیاء
 مطبوعہ کانپور صفحہ ۱۵ میں ارقام فرماتے ہیں۔ (شہاب ثاقب ص ۱۲۱)
 ۲۔ مولوی رضا علیخان صاحب ہدایت الاسلام مطبوعہ صبح صادق سینا پور
 صفحہ تیس میں فرماتے ہیں کہ۔ (شہاب ثاقب ص ۱۲۲)

ہر خاص و عام کو معلوم ہونا چاہئے کہ نہ تو اعلیٰ حضرت کے دادا پر حضور سیدنا
 سید حمزہ مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خزینہ الاولیاء نام کی کوئی کتاب تحریر
 فرمائی اور نہ اعلیٰ حضرت کے جدِ مجدد حضرت مولانا رضا علی خان بریلوی رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ نے ہدایت الاسلام نام کی کوئی کتاب تصنیف کی ان دونوں
 محول کتابوں کا دنیا بھر میں کہیں نام و نشان نہیں یہ صرف دیوبندی شیخ الحدیث
 ٹانڈوی صاحب کے اختراعی و باغی کی پیداوار ہے۔ کہ انھوں نے ان دو
 خیالی کتابوں کا نام گڑھا۔ ان کے مصنفین کا نام گڑھا ان کا پرنس کانپور اور

۳۔ شمار کذب کے لئے ملاحظہ ہو رد شہاب ثاقب ص ۹ تا ۵۸۱

سیتا پور گڑھا ان مذکور بالا فرضی کتابوں کا صفحہ ۱۱۵ اور صفحہ ۳۰ گڑھا پھر فرضی
 ۱۵۔ اذری جلی صفحہ ۳۰ کی عبارتیں گڑھیں پھر انی ان منگڑھت عبارتوں کو حوالہ میں پیش کیا۔
 تو اگر جلی فرضی جھوٹی کاروائیاں وہابی مذہب کے نزدیک ناجائز و
 حرام ہوں تو ان کو وہ شخص کیسے انجام دے سکتا تھا جو وہابی قوم کا شیخ
 الاسلام مدرسہ دیوبند کا محدث کبیر اور دیوبندیوں کا پیر طریقت رہا ہے
 لیکن چونکہ حقیقت وہی ہے جو میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ وہابیت کی تائید و حمایت
 کی خاطر جھوٹ بولنا جھوٹ لکھنا عمل صالح اور فرضی حوالے دینا کاروائی
 نیز جلی عبارتیں گڑھنا خدمت دین ہے اس لئے دیوبندی محدث ٹانڈوئی
 صاحب نے بلا کسی ہچکچاہٹ کے ان اعمال صالحہ کو انجام دیا اور اس
 کے صلے میں علمائے دیوبند و پیشوا پان و ہابیہ سے شیخ الاسلام کا خطاب پایا۔
 حضرت مولانا شاہ محمد اہل سنبھلی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی تصنیف رد شہاب
 ناقب مطبوعہ کراچی پاکستان ص ۱ میں علمائے وہابیہ کے دجل و فریب، بہتان
 و افتراء، دروغ گوئی و دروغ نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔
 • — اس فرقہ وہابیہ میں نہ شرم و حیا ہے، نہ ان کے نزدیک جھوٹ
 بولنا جرم و خطا ہے۔ نہ افتراء و بہتان باندھنا فعل حرام ہے نہ دجل و فریب دینا
 برا کام ہے۔ اور ہونہی کس طرح کہ جب جھوٹ جیسے عیب کو اپنے دم و ہوم، خدا
 کی صفت ثابت کریں۔ اور اس کے لئے غلط گوئی اور مکر جیسے نقص کو روا
 رکھیں تو پھر ایسے کاذب بالفعل اور مکار خدا کے پیاروں کو جیتا جھوٹ بولتے
 افتراء و بہتان کرتے کیوں خوف و ہراس ہو اور منگڑھت کتابیں اور عبارتیں اپنے
 دل سے تراشتے ہوئے، صفحات و مطالع گڑھتے ہوئے کس کا لحاظ و پاس ہو؟

انبیائے عظام سے استعانت کرنا اولیائے کرام سے مدد مانگنا مصیبتوں میں
 یا رسول اللہ، یا علی مشکل کشا یا غوث پکارنا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر
 محبوبان الہی کو بچھڑانے کا متصرف و کار ساز سمجھنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرات
 انبیاء کے لئے بچھڑانے کا علم غیب ثابت کرنا میلاد شریف کی مجلس منعقد کرنا ذکر
 ولادت کے وقت قیام لعظیمی کرنا، دفن کے بعد قبر پر اذان دینا، اپنی اولاد
 کا نام عبد اللہ، عبدالرسول، غلام معین الدین، حسین بخش امام بخش رکھنا، حضور
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے کو چومنا وغیرہ کثیر مسائل کو وہابیہ
 دیوبندیہ نے محض اپنے گمراہ ذہن کے زور سے شرک، کفر اور بدعت قرار
 دے رکھا تھا اور اپنی دھاندلی کے بل پر امور مذکورہ کے ماننے والے
 مسلمانوں کو کافر و مشرک بنا رکھا تھا سنی حنفی حشمتی بن کر مسلمانوں میں خوب
 گمراہی و بدعت پھیلا رکھا تھا اعلیٰ حضرت نے قرآن و حدیث کے دلائل قاسرہ
 اور ائمہ دین کے اقوال باہرہ سے امور مذکورہ بالا کا جائز و صحیح ہونا ثابت
 فرمایا۔ وہابیوں کے من گڑھت فتاویٰ کفر و شرک کو باطل قرار دیا اور ان کی
 بناوٹی سنیت، مصنوعی حنفیت، خود ساختہ چشتیت کی نقاب نوچ کر پھینک
 دی اور چمکتے سورج کی طرح واضح کر دیا کہ وہابی دیوبندی ہرگز خادم دین
 نہیں بلکہ ہادم دین ہیں۔

وہابی دیوبندیوں کے ہتھکنڈوں سے بچنے اور ان کے
 وحل و فریب سے آگاہ ہونے نیز ان کی بددینی گمراہی پر مطلع ہونے اور اپنے
 عقائد دینیہ و مسائل شرعیہ سے واقف ہونے کے لئے اعلیٰ حضرت کی مندرجہ ذیل
 کتابوں کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔

فتاویٰ افریقہ، احکام شریعت، الدولۃ المکیہ، نفی اللفی، خالص الاعتقاد
 انبیا المصطفیٰ، الکوکبۃ الشہابیہ، اقامۃ الیقیمہ، منیر العین، نہج السلام،
 ابرالمقال، سبل الاصفیاء، تمہید ایمان صفا للبحین، اہلاک الوہابیین اتیان الادواح

افضل المؤمنین، صلوات الصفا، الامن والعلی، ازالة العار، النحن الاکید، بریق
المنار بشموغ المزار، الاستمداد علی اقبال الارتراد، اعجب العقاب علی
الناهی الکذاب، نشاط السکین، القلوب بید المحبوب، تجلی الیقین، نسیم الصبار،
الحج الفایح، اسماع الاربعین، مجموعہ فتاوی حسام الحرمین، فتاوی الحرمین،
الانتباه فی حل ندایار سول اللہ، انہار الانوار فی یم صلوة الاسرار، سجن السبوح
منبہ المنیہ ہادی الناس، الباقوتہ الواسطہ، الزمرۃ القمریہ، برکات الامداد،
بذل الجوائز۔

جو شخص تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، ایضاح الحق، ایک روزی کی
گمراہ کن عبارات کا خصوصی رد و ابطال دیکھنا چاہے وہ الانتباہ، الامن
والعلی، الکوکبۃ الشہابیہ، سجن السبوح کا مطالعہ ضرور کرے۔



فرضیت تکفیر کا مسئلہ

کسی کلمہ گو آدمی کو کافر کہنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت سحت احتیاط فرماتے تھے اسی کمال احتیاط کے باعث مولوی اسمعیل دہلوی کے ستر کفریات لزومی شمار فرما کر بھی ان کی تکفیر سے کف لسان فرمایا۔ شدت احتیاط کا یہ عالم تھا کہ سببخن السبوح جو ۱۳۰ھ کی تصنیف ہے اس میں مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ پیشوائے وہابیہ کے عقیدہ باطلہ امکان کذب کا رد و ابطال فرماتے ہوئے ان پر اٹھتر وجہ سے لزوم کفر ثابت کرنے کے باوجود ان کے کافر و مرتد ہونے کا آپ نے فتویٰ نہیں دیا بلکہ صرف بد مذہب اور گمراہ قرار دینے پر اکتفا فرمایا چنانچہ آپ سببخن السبوح ص ۵ میں لکھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے اسمعیل دہلوی کی تکفیر کلامی سے جو کف لسان فرمایا ہے اس پر علمائے وہابیہ کفر لزومی و کفر التزامی، کفر صریح بمعنی متعین و کفر صریح بمعنی متبیین کے مابین اور یوں ہی مذہب عامہ فقہاء و مسلک محققین فقہاء و متکلمین کے درمیان فرق و امتیاز سمجھ نہ سکنے کے باعث طرح طرح کے جاہلانہ اعتراضات کرتے ہیں۔ الکو کتبہ الشہابیہ جس کی بحثیں فقہی مسلک پر ہیں اور تمہید ایمان جس کے مباحث کلامی انداز پر ہیں ان دونوں کتابوں کی عبارات میں تناقض پیدا کر کے عوام کو یوں مغالطہ دیتے ہیں کہ مولانا احمد رضا نے مولوی اسمعیل دہلوی کو اقوال کفریہ کا قائل مانتے ہوئے بھی ان کی تکفیر سے کف لسان کیا اور ان کو مسلمان لکھا جس کا معنی یہ ہے کہ ایک کافر کو مسلمان لکھ کر مولانا احمد رضا خود اپنے فتویٰ سے کافر ہو گئے۔

خالص علمی مسائل میں بھینس جیسا دماغ رکھنے والے اور عیاری و مکاری میں لومڑی جیسی چال چلنے والے علمائے وہابیہ کف لسان کے سلسلہ میں جس قدر پر فریب

حَاشَ لِلَّهِ حَاشَ لِلَّهِ هَذَا بَارِعًا شَالِبًا
میں ہرگز ان کی تکفیر دینی مولوی گنگوہی وغیرہ کو کافر کہنا، پسند
نہیں کرتا ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدیدہ مولوی گنگوہی وغیرہ،

بقیہ: حاشیہ صفحہ ۲۱۹ کا

اعتراضات کرتے ہیں ان کا تفصیل و تحقیقی جواب تو حضرات قارئین الموت الاحمر العذاب
الشدید، برق خداوندی میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں مختصر جواب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے
الکوکبۃ الشہابیہ میں اسمعیل دہلوی کے کثیر اقوال کفریہ لزومیہ کے سبب ان کی تکفیر فقہی کی ہے
یعنی عامہ فقہاء کے مسلک پر ان کو کافر و مرتد قرار دیا اور خود مسلک محققین فقہاء و تکلمین اختیار
کرتے ہوئے شبہ فی الکلام و شبہ فی المسکلم کے باعث احتیاط کے پیش نظر ان کی تکفیر کلامی
سے کف لسان فرمایا ہے لیکن ان کو مسلمان بھی نہیں لکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے نزدیک اسمعیل
دہلوی کا معاملہ بیزید پلیدی کے مثل ہے کہ جس طرح گذشتہ علماء محتاطین نے بیزید کی تکفیر
سے کف لسان کو مناسب جانا۔ یوں ہی اعلیٰ حضرت وغیرہ علماء اسلام نے اسمعیل دہلوی کی تکفیر
سے سکوت پسند کیا جس کا معنی یہ ہے کہ بیزید کی طرح اسمعیل دہلوی کو بھی کافر نہ کہا جائے۔
کیونکہ کہا جاتا ہے کہ مولوی اسمعیل نے اپنے اقوال کفریہ سے توبہ کر لی تھی اور ان کو مسلمان
بھی نہ کہا جائے اس لئے کہ ان کی شہرت توبہ کا ثبوت شرعی نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ
ان حالات کے پیش نظر اسمعیل دہلوی کے بارے میں توقف ہی مناسب ہے ہاں ان کے
اقوال کفریہ مندرجہ تقویۃ الایمان و صراط مستقیم وغیرہ کے اقوال کفریہ ہی کہا جائیگا اور
اور جب اعلیٰ حضرت نے اسمعیل دہلوی کو مسلمان لکھا ہی نہیں تو پھر یہ کہنا کہ ”مولینا احمد رضا
(معاذ اللہ تعالیٰ) خود اپنے فتویٰ سے کافر ہو گئے“ صرف اپنی کوردماغی اور سیاہ قلبی
کا ثبوت دینا ہے اور بس :: :: :: :: :: :: :: :: :: :: :: :: :: :: ::

کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت
و ضلالت یعنی ان کے بد مذہب و گمراہ ہونے میں شک
نہیں۔

لیکن جب اس کے بعد پیشوا بیان و ہابیہ مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی
خلیل احمد بلہی مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی اشرف علی تھانوی کی جانب
سے ضروریات دین کا انکار اور بارگاہِ حدیث و سرکار رسالت میں صریح متغیبات
الترامی گالیوں کا اظہار انھیں کی مطبوعہ کتابوں اور تحریروں کے ذریعہ شائع
ہوا تو اب احتیاط کا تقاضا یہی تھا کہ ان منکرین ضروریات دین کو کافر و مرتد
کہا جائے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب *المعتمد المستند* میں
پیشوا بیان و ہابیہ کی عبارات کفریہ قطعیہ الترامیہ پر تفصیلی بحث تحریر کی اور اپنا نیز عوام
مسلمین کا ایمان بچانے کے لئے بحکم شریعت اسلامیہ مولوی رشید، مولوی خلیل
احمد مولوی قاسم اور مولوی اشرف علی کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا جو ۱۳۲۱ھ میں پٹنہ سے
چھپ کر شائع ہوا۔

کن وجوہ و اسباب کی بنیاد پر تکفیر فرض قطعی ہوتی ہے، اس سلسلہ میں
خود پیشوائے و ہابیہ مولوی مرتضیٰ حسن در کھنگوی صاحب ناظم تعلیمات مدرسہ دیوبند
نے اپنی کتاب *اشد العذاب* میں نہایت بسط و تفصیل سے گفتگو کی ہے
ہم ذیل میں و ہابیوں پر اتمام حجت کے لئے مولوی در کھنگی صاحب کی تصنیف
اشد العذاب سے چار عبارتیں نقل کرتے ہیں جن کا مسئلہ تکفیر کی فرضیت سے
بڑا گہرا تعلق ہے۔

(۱) جب ایک شخص نے قطعاً یقیناً ایک ضروری دین کا انکار کیا اور وہ انکار
محقق ہو گیا تو اب اس کو کافر نہ کہنا خود بے احتیاطی سے کافر و مرتد ہونا ہے

۔ دَأْتِدُ الْعَذَابِ ص ۹

(۲) جیسے کسی مسلمان کو اقرار توحید و رسالت وغیرہ عقائد اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بنایا اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ اس نے کفر کو اسلام بنایا حالانکہ کفر کفر ہے اور اسلام اسلام ہے۔ اس مسئلہ کو مسلمان خوب اچھی طرح سے سمجھ لیں۔ اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ جو منکر ضروری دین ہو اسے کافر کہا جائے کیا منافقین توحید و رسالت کا اقرار نہ کرتے تھے پانچوں وقت قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھتے تھے مُسَلِّمٌ کَذَابٌ وَغَيْرُهُ دَعِيَانِ نَبُوتِ اٰہْلِ قَبْلِنَا تَعْتَبُ (کیا) کھنیں بھی مسلمان کہو گے؟ اہل قبلہ کے یہی معنی ہیں کہ تمام ضروریات دین کو تسلیم کرتا ہو ورنہ پھر دیا نہ سرتی اور شر دھانند جی اور گاندھی جی نے کیا قصور کیا ہے۔ دَأْتِدُ الْعَذَابِ ص ۹

(۳) جو نماز اور روزہ بھی ادا کرتا ہے اور تبلیغ اسلام میں ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ تمام یورپ کی خاک بھی چھانتا ہو بلکہ فرض کرو کہ اس کی سعی اور کوشش سے تمام یورپ کو اللہ تعالیٰ حقیقی ایمان و اسلام بھی عنایت فرما دے مگر اس دعویٰ اسلام و ایمان اور سعی تبلیغ اور کوشش وسیع کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو گالیاں دیتا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیا بمعنی آخر الانبیاء نہ جانتا ہو اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ جھوٹا جانتا ہو..... یا اور ضروریات دین کا انکار کرے وہ قطعاً یقیناً تمام مسلمانوں کے نزدیک مرتد ہے کافر ہے اس کی مثال ایسی ہے جس کو کسی دیوانے کتے نے کاٹ لیا ہو اور اس کا زہر اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہو اور ہڑک اکھ چکی ہو وہ تمام دنیا کو چاہے سیراب کر دے تمام ہندوستان کے دریا اور نہریں اسی کے قدموں کے نیچے سے بہتی ہوں مگر اس بد نصیب

کو ایک قطرہ پانی کا نصیب نہیں ہو سکتا وہ دنیا کو سیراب کرے مگر خود تشنه کام
ہی دنیا سے رخصت ہوگا۔ اِنَّ اللّٰهَ لِيُوَدِّعَ هٰذَا الدّٰىنَ بِالرَّجُلِ
الْفٰجِرِ دِيْنَ كَمَا كَرِهَ مِنْهُ مَفْرُوْرًا هُوَ نَا جَائِيْةٌ - قابل لحاظ یہ ہے
کہ وہ خود بھی مسلمان ہے یا نہیں؟ — (اشد العذاب ص ۵)

(۳) انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریات
دین سے ہے۔ —

اشد العذاب ص ۵
دیوبندیوں کے پیشوا مولوی مرتضیٰ حسن صاحب درہنگی کی مذکور بالا
عبارتوں سے مندرجہ ذیل باتیں کھلے طور پر ثابت ہوئیں۔

(۱) — حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام
علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم ضروریات دین میں سے ہے لہذا جس جاہل،
عالم، مفتی، محدث، قاسم العلوم، حکیم الامت، واعظ، مبلغ نے حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی اور توہین کی وہ ضروری
دین کا منکر ہو کر کافر و مرتد ہے۔

(۲) اہل قبلہ سے مراد صرف وہی لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین کو تسلیم کرتے
ہوں۔ لہذا جو شخص کسی ایک ضروری دین کا منکر ہو جائے وہ پانچوں وقت کعبہ
کی طرف نماز پڑھنے کے باوجود شرعی معیار کے مطابق اہل قبلہ سے نہیں بلکہ
کافر و مرتد ہے۔

(۳) — جو شخص صرف ایک ضروری دین کا منکر ہو تو احتیاطاً اسی بات
میں ہے کہ اس کو کافر و مرتد کہا جائے۔

(۴) — جس شخص کے متعلق واقعی طور پر ثابت ہو گیا کہ وہ کسی ضروری
دین کا منکر ہے تو اب اس کو کافر نہ کہنا بے احتیاطی سے خود کافر و مرتد ہونا ہے۔

(۵) — جو عالم قاسم العلوم و الخیرات ہو اور حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کو خاتم النبیین بھی جانتا ہو لیکن حضور کو آخری نبی نہ مانتا ہو وہ تمام

مسلمانوں کے نزدیک کافر و مرتد ہے۔

(۶) جس عالم کی تبلیغ و ہدایت کی بدولت اللہ تعالیٰ ہندوستان والوں کو حقیقی ایمان و اسلام عطا فرما دے وہ بھی تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر و مرتد ہے جب کہ کسی ضروری دین کا منکر ہو۔

(۷) ————— جو شخص خواہ بڑے سے بڑا محدث اور مفتی کیوں نہ ہو اگر وہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹ بولنے والا جانتا ہے تو وہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر و مرتد ہے۔

(۸) ————— جو عالم قرآن و حدیث پھیلا کر پورے ہندوستان والوں کو علوم دینیہ سے آراستہ و مزین کر چکا ہو اگر وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں توہین و گستاخی کرنے کا مرتکب رہا تو وہ خود دنیا سے بے دین ہی ہو کر جائے گا۔

(۹) ————— ضروری دین کا منکر اگر ہندوستان کے گوشے گوشے میں اسلام کی تبلیغ کرے قرآن و حدیث کی اشاعت کرے تعلیمات اسلامیہ کو پھیلائے تو یہ سب باتیں اس کو کافر و مرتد ہونے سے ہرگز نہیں بچا سکتیں اگر وہ بلا تو بہ مر گیا تو دنیا سے بیدین ہو کر رخصت ہوگا۔

اب آئیے اور پیشوایان و ہابہ کی عبارتوں کو پڑھئے اور خود ہی فیصلہ کیجئے کہ ان عبارتوں کے نکلنے والے مولوی حضرات ضروریات دین کے منکر ہیں یا نہیں؟ اور ان کو کافر و مرتد کہنا فرض ہے یا نہیں؟



دیوبندیت کے بانی اوّل خاتم نبوت سے انکار

○ — مولوی قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب تحذیر الناس میں خاتم الانبیاء بمعنی آخر الانبیاء کا صریح کھلم کھلا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
۔ — بعد حمد و صلوة کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اوّل معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ وقت نہ ہو سو عوامہذا سمجھ لوگوں کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہ ماننا نبیائے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم سمجھ دار لوگوں پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔
(تحذیر الناس ص ۳)

مولوی قاسم صاحب نانوتوی کی اس عبارت کا صاف و صریح واضح مطلب یہی ہے کہ خاتم النبیین کا یہ معنی سمجھنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے نبی ہیں یہ تو نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے سمجھ دار لوگوں کے نزدیک یہ معنی غلط ہیں کیونکہ زمانے کے لحاظ سے سب سے پہلے یا سب سے پہلے ہونا اپنی

عہ صلعم لکھنا حرام ہے ہم مسلمان اس کے بجائے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھتے ہیں ۱۲

ذات کے اندر کوئی خوبی اور فضیلت کی بات نہیں۔

ساڑھے تیرہ سو برس سے بھی زیادہ پیشتر سے اب تک تمام اگلے پچھلے اولیاء و علماء و عوام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ آیت کریمہ میں خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں یہی معنی تمام ائمہ اسلام صوفیاء، عظام، متکلمین، فحام، فقہاء، اعلام، مفسرین عالی مقام نے بتائے یہی معنی صحابہ کرام نے تابعین کو سمجھائے بلکہ یہی معنی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیکڑوں حدیثوں میں ارشاد فرمائے۔ علامہ ابن نجیم الاشباہ و النظائر میں تحریر کرتے ہیں۔

اذا لم يعرف ان محمداً صلى الله تعالى عليه وسلم اخر الانبياء
فليس بمسلم لانه من الضروريات

یعنی کوئی شخص جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ جانے تو وہ مسلمان نہیں۔ کیونکہ حضور کو آخری نبی یا تناظر و ریات دین میں سے ہے۔ (الاشباہ والنظائر مع جموی ص ۲۶)

خود مفتی دیوبند مولوی محمد شفیع دیوبندی اپنے رسالہ ہدیۃ المہدیین میں لکھتے ہیں کہ۔

ان اللغة العربیة حاکمہ بان معنی خاتم النبیین فی الایۃ

ہو آخر لا غیر۔

بے شک عربی زبان کا اٹل فیصلہ ہے کہ آیت کریمہ کے اندر خاتم النبیین کا معنی صرف
آخر الانبیاء ہے دوسرا کوئی معنی نہیں

یہی مفتی دیوبند دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ اجمعت علیہا الامت فیکفر

مدعی خلافہ ویقتل ان امر

امت محمدیہ کا خاتم الانبیاء کے اس معنی پر اجماع و اتفاق ہے لہذا خاتم الانبیاء کا دوسرا
معنی گڑھنے والا کافر قرار پائے گا اور اپنے گڑھے ہوئے معنی پر اصرار کرے وہ قتل کیا جائے گا۔

عہ ہدیۃ المہدیین کے حوالے رد شہابِ تاقب سے منقول ہیں۔

والجاء مذکور بالانے آفتاب کی طرح روشن کر دیا کہ خاتم النبیین کا معنی صرف
 آخر الانبیاء ہے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے
 کے بعد ہے اور حضور سب میں آخری نبی ہیں۔ اور یہ معنی ضروریات دین میں سے
 ہے۔ نیز جو شخص اس معنی کے علاوہ کوئی دوسرا نیا معنی بتائے وہ کافر و مرتد ہے۔
 مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے اس اجماعی اتفافی و نبی معنی کا انکار کرتے
 ہوئے قرآن مجید، حدیث شریف اور لغت عربی کے خلاف خاتم النبیین کا ایک
 نیا معنی خاتم ذاتی گڑھا ہے اور تحذیر الناس میں سارا زور اسی نئے معنی
 کو ثابت کرنے کے لئے خرچ کیا چنانچہ ایک مقام پر وہ لکھتے ہیں کہ۔

• ————— بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا
 ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر الناس ص ۲۸)
 تحذیر الناس کی اس عبارت نے صاف فیصلہ ہی کر دیا کہ اگر مولوی قاسم
 کے نزدیک خاتمیت محمدی کا یہ معنی ہوتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی
 ہیں حضور کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا تو کس طرح وہ جائز مانتے کہ حضور کے
 بعد نیا نبی پیدا ہونے سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ظاہر بات ہے کہ
 اگر فرض کر لیا جائے کہ حضور کے بعد بھی دوسرا نبی پیدا ہو سکتا ہے تو پھر حضور
 آخر الانبیاء کیسے قرار پائیں گے حضور کے بعد بھی نئے نبی کے پیدا ہونے کو
 فرض کرنا کھلے طور پر بتا رہا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے نزدیک خاتمیت
 محمدی کا معنی ختم زمانی نہیں بلکہ ختم ذاتی ہے۔ لہذا ان حقائق سے ثابت ہو گیا
 کہ مولوی قاسم صاحب خاتم الانبیاء بمعنی آخر الانبیاء کا انکار کر کے ایک ضروری
 دین کے منکر ہوئے۔ اور حکم شریعت اسلامیہ و بشہادت مولوی رضی حسن در کھنکی
 اور بہ فتویٰ مولوی شفیع دیوبندی کافر و مرتد ہوئے۔ مولوی قاسم کا عالم و محدث
 ہونا قاسم العلوم و الخیرات کہلانا، مدرسہ دیوبند کا بانی ہونا تبلیغ اسلام میں
 کوشش کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت شریف میں لمیے چوڑے قصائد لکھنا

ان کو کافر و مرتد ہونے سے ہرگز ہرگز بچا نہیں سکتا۔

دیوبندیوں کے صدر المدرسین جناب حسین احمد ٹانڈوی تحذیر الناس کی لکھی زلفیں سنوارنے اور منکر ضروری دین مولوی قاسم کو مسلمان ظاہر کرنے کے لئے یوں تحریر کرتے ہیں کہ۔

• حضرت مولانا (قاسم نانوتوی) صاحب صاف طور پر تحریر فرما رہے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے کا منکر ہو اور یہ کہے کہ آپ کا زمانہ سب انبیاء کے زمانے کے بعد نہیں بلکہ آپ کے بعد اور کوئی نبی آ سکتا ہے تو وہ کافر ہے۔ (شہاب ثاقب ص ۸۹) ٹانڈوی شیخ دیوبند نے عبارت مذکورہ لکھ کر عام قارئین کو یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ جب ہمارے مولانا نانوتوی صاحب اہل حق کی موافقت کرتے ہوئے خود ہی فتویٰ دے رہے ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت زمانی کا منکر کافر ہے تو پھر مولانا نانوتوی کو اس عقیدہ دینہ کا منکر قرار دینا کیونکر درست ہوگا یہ فتویٰ تو اس امر پر شاہد عدل ہے کہ مولانا نانوتوی صاحب عقیدہ ختم نبوت زمانی کا صاف اقرار کرتے ہیں تو پھر ایسی صورت میں مولانا قاسم نانوتوی صاحب کو منکر ختم نبوت قرار دیکر ان پر کفر و ارتداد کا فتویٰ دینا بالکل غلط ہے۔ لیکن ملائے ٹانڈوی صاحب کو جوشس حمایت میں یہ ہوش نہ رہ گیا کہ جس عبارت کو انھوں نے اپنے پیشوا نانوتوی کی صفائی میں پیش کی ہے اس نے ملا قاسم نانوتوی کی مٹی اور پلید کر دی تفصیل ہم سے سنیے۔ قرآن حکیم میں اللہ رب العزۃ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے اِذَا جَاءَكَ الْمُنْفِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُولُهُ ط وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اَنَّ الْمُنْفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (پارہ ۲۹ سورہ منافقون)

یعنی (اے پیارے مصطفیٰ) جب منافقین تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے

کہ واقعی تم اس کے رسول ہو۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین ضرور جھوٹے ہیں صاف صاف و اشکاف لفظوں میں اقرار رسالت کے باوجود منافقین کو قرآن پاک نے قطعی جھوٹا قرار دیا اور ان کے کاذب ہونے کا اعلان کیا۔ قابل غور امر یہ ہے کہ سچا، کھرا، حق کلمہ بولنے والے منافقین کو دروغ گو، کاذب جھوٹا ٹھہرایا گیا۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ منافقین منکر رسالت تھے سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کو مانتے نہ تھے دھوکا دینے کے لئے عقیدہ رسالت کا صرف زبانی اقرار کرتے تھے تو جس طرح عقیدہ رسالت کے اقرار میں منافقین قطعی کاذب تھے۔ یوں ہی منکرین ختم نبوت کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی صاحب عقیدہ ختم نبوت زبانی کے اقرار میں ضرور جھوٹے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ ملا نانوتوی صاحب عقیدہ ختم نبوت زبانی کے منکر ہیں سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء نہیں مانتے اور رہا نانوتوی صاحب کا بحوالہ شہاب ثاقب یہ فتویٰ کہ۔

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے کا منکر ہو وہ کافر ہے۔

تو فتویٰ یقیناً حق ہے لیکن فتویٰ دینے والے ملا نانوتوی صاحب قطعاً جھوٹے ہیں اس لئے کہ اگر نانوتوی صاحب کا یہ اعتقاد ہوتا کہ سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں سرکار کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا تو وہ تحذیر الناس کتاب کیوں تصنیف کرتے؟ خاتم النبیین کا نیا معنی کیوں گڑھتے تحذیر الناس صفحہ ۳ میں عقیدہ دینہ ضروریہ ختم نبوت زبانی کو عوام جاہلون کا خیال کیوں قرار دیتے؟ تحذیر الناس صفحہ ۲۸ میں حضور اقدس تاجدار ختم نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نیا نبی پیدا ہونے کو جائز کیوں مانتے؟۔ ان سب امور سے کانٹے کی تول ثابت ہو گیا کہ ملا نانوتوی صاحب نے اہل حق کی موافقت کر کے خود اپنی ذات پر کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا ہے۔

لہذا نانو تووی صاحب کو کافر و مرتد ثابت کرنے کے سلسلے میں ہمیں کسی دوسری دلیل اور حوالہ پیش کرنے کی ضرورت نہ رہ گئی شہاب ثاقب ص ۸۹ کی عبارت کا صرف حوالہ دے دیدینا۔

یہ اطمینان حاصل کرنے کے لئے کہ ملا نانو تووی صاحب نے عقیدہ ختم نبوت زمانی کا انکار کرنے اور خاتم النبیین کا نیا معنی گڑھنے کی خاطر کتاب تحذیر الناس تصنیف کی ہے ناظرین حضرات ذیل کا حوالہ ملاحظہ کریں۔

دیوبندیوں کے حکیم الامت پیشوا اے و ہا بیت مولوی اشرف علی صاحب فرماتے ہیں کہ۔

۔۔۔ جس وقت مولانا قاسم نانو تووی نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولانا عبدالحی کے۔۔۔ الافاضات ایومیہ حصہ چہارم ص ۵۸ زیر ملاحظہ ص ۹۲

تھانوی صاحب کی صاف صاف بے پھیر بھاری گواہی نے ثابت کر دیا کہ مولوی نانو تووی صاحب نے اپنی تصنیف تحذیر الناس میں عقیدہ دینہ ختم نبوت زمانی کا ایسا کھلا انکار کیا تھا جس کے باعث ان کے زمانے کے علمائے دیوبند بھی ان کے صریح کفر کی موافقت نہ کر سکے۔ لیکن بعد میں شخصیت پرستی کے جذبہ باطل نے مولوی حسین احمد ٹانڈوی منظور احمد بھلی، تفسی حن درنگی اور خود مولوی اشرف علی تھانوی نیز بقیہ سارے علمائے دیوبند کو تحذیر الناس کی موافقت پر مجبور کر دیا ہے۔



دیوبندیت کے بانی دوم

اور وقوع کذب کا عقیدہ باطل

۵۔ — مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال ہوا کہ ایک شخص وقوع کذب باری کا قائل ہے یعنی معاذ اللہ وہ کہتا ہے کہ خدائے تعالیٰ جھوٹ بولا تو ایسا شخص مسلمان ہے یا کافر اور مسلمان ہے تو بد مذہب گمراہ یا وقوع کذب باری تعالیٰ تسلیم کرنے کے باوجود سنی ہے بینوا تو جروا — مولوی رشید احمد نے جواب دیتے ہوئے فتویٰ دیا کہ۔

• — اگرچہ اس شخص نے تاویل آیات میں خطا کی مگر تاہم اس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال (بد مذہب گمراہ) کہنا نہیں چاہیے کیونکہ وقوع خلف و وعید کو جماعت کثیرہ علمائے سلف کی قبول کرتی ہے۔ خلف و وعید خاص ہے اور کذب عام ہے۔ کیونکہ کذب بولتے ہیں قول خلاف واقع کو سو وہ گاہ و وعید ہوتا ہے گاہ و وعدہ گاہ خیر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا وجود جنس کو مستلزم ہے انسان اگر ہوگا تو حیوان بالضرور موجود ہووے گا لہذا وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے اگرچہ بعض من کسی فرد کے ہو پس بناؤ علیہ اس شخص کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہئے۔ (ماخوذ از فتویٰ مہری دستخطی گنگوہی بحوالہ روشہاب ثاقب ص ۲۸۶)

اس فتویٰ کا صاف صریح مطلب یہی ہے کہ جو شخص کہے کہ خدا جھوٹ بولا خدا جھوٹا ہے (معاذ اللہ) وہ مولوی رشید احمد کے نزدیک سنی مسلمان ہے اس کو کوئی سخت بات نہ کہنی چاہئے پھر مولوی رشید احمد صاحب نے اپنی ایک دلیل باطل سے مان بھی لیا کہ وقوع کذب باری تعالیٰ کے معنی درست ہو گئے یعنی یہ بات ٹھیک ہو گئی کہ خدا جھوٹا ہے — (معاذ اللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ کو وجوبی طور پر سچا اور صادق ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔ لہذا مولوی رشید احمد اس ضروری دین کے منکر ہو کر حکم شریعت اسلامیہ کا فرد مرتد ہوئے مولوی رشید احمد صاحب کا مفتی و محدث ہونا ان کا مخدوم النکل اور مطاع العالم بننا اسلام کی اشاعت کے لئے کتابیں لکھنا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کا خلیفہ کہلانا ان کو کافر و مرتد ہونے سے ہرگز بری نہیں کر سکتا واضح ہو کہ مولوی گنگوہی صاحب کا یہ فتویٰ جب ماہ ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں میرٹھ سے چھپ کر شائع ہوا تو ملک میں اس کے خلاف بڑی ہچل مچی اس پر ہر طرف سے اعتراضات شروع ہوئے مولانا نذیر احمد خاں صاحب رامپوری ثم احمد آبادی نے وقوع کذب باری تعالیٰ ماننے کے سبب مولوی رشید احمد پر کفر کا فتویٰ دیا جو ۱۳۰۹ھ میں مطبع خیر المطابع میرٹھ سے چھپ کر شائع ہوا۔ مولوی رشید احمد کے اس ایمان سوز فتویٰ کے رد میں ایک رسالہ "صیانتہ الناس" مطبع حدیقہ العلوم میرٹھ سے چھپ کر شائع ہوا۔ پھر ان کا یہی فتویٰ مع رد بلوغ ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسنی بمبئی سے چھپ کر شائع ہوا۔ پھر یہی فتویٰ مع رد قاہرہ ۱۳۲۰ھ میں مطبع تحفہ حنفیہ پٹنہ سے چھپ کر شائع ہوا۔ مسلسل پندرہ برس تک مولوی گنگوہی صاحب اپنے کافر و مرتد ہونے کا اعلان خاموشی کے ساتھ سنتے رہے اور پھر ۱۳۲۳ھ میں مر بھی گئے۔ ان کی زندگی میں ان کے مریدین، معتقدین تلامذہ اور خلفاء بھی چپ چاپ گونگے بہرے بنے رہے۔ بس گنگوہی صاحب کا مرنا تھا کہ مرید شاگرد خلیفہ سب کے منہ میں زبان پیدا ہو گئی۔ اور سب صاحب قلم ہو گئے اور کہہ دیا کہ یہ فتویٰ ہمارے حضرت گنگوہی کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ لیکن چھوٹے بڑے

عہد شہاب ناقتی مصنفہ حضرت مولانا شاہ محمد علی علیہ الرحمہ ص ۲۹۳ عہد حیات
 ایلی حضرت ص ۶۲ عہد شہاب ناقتی ص ۲۹۳ عہد شہاب ناقتی ص ۲۹۲۔
 عہد شہاب ناقتی ص ۲۹۳

ہر وہابی کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس فتویٰ سے انکار کا حق صرف مولوی گنگوہی کو تھا جب انہوں نے انکار نہیں کیا اور ان کی زندگی میں ان کے معتقدوں نے بھی انکار نہیں کیا تو کیا گنگوہی صاحب کے مر جانے کے بعد ٹانڈوی سنہلی اور ڈرنگی وغیرہ کسی وہابی کو اب نہ تو انکار کا حق ہے اور انکار صحیح مانا جائے گا۔

مولوی رشید احمد و مولوی خلیل احمد

کی بارگاہ رسالت کے خلاف شدید ترین گستاخی

۵۔ مولوی رشید احمد گنگوہی اور ان کے شاگرد مولوی خلیل احمد براہین قاطعہ ص ۵ میں شیطان اور ملک الموت کے مقابلے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی وسعت کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو خلاف نصوص قطعہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص قرآن و حدیث سے ثابت ہوئی فخر عالم (علیہ السلام)

۶۔ یہ زبان دانی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اردو زبان سکھانے کا حوصلہ و تعویذ باللہ تعالیٰ منہ اگر قیاس فاسدہ کی ترکیب درست ہے تو مولوی فاضل کی ترکیب بھی فضلائے دیوبند کے نزدیک درست ہونی چاہیے ۱۲

کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رو کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

براہین قاطعہ کی اس کفری عبارت کا کھلا ہوا اور واضح مطلب صرف یہی ہے کہ شیطان کے لئے اور فرشتہ موت کے لئے علم کا زیادہ ہونا قرآن و حدیث کے کھلے ہوئے ارشادوں سے ثابت ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کا زیادہ ہونا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں جو شخص فرشتہ موت کیلئے اور شیطان لعین کیلئے وسیع اور زائد علم مانے وہ تو مومن مسلمان ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو وسیع اور زائد ماننے والا مشرک بے ایمان ہے۔ مولوی رشید احمد اور خلیل احمد نے اپنے ان الفاظ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو ملک الموت اور شیطان کے علم سے بھی کم بتا کر حضور کی سخت شدید گستاخی و توہین کی ہے۔

مُبلِّغٌ وَبَابِئِيتِ مَوْلٰوِيْ اَشْرَفِ عَلِيٍّ تَهَانَوِيْ کی بارگاہِ نبوت میں سخت ترین گالی

۵۔۔۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کل علم غیب کا انکار کرتے ہوئے صرف بعض علم غیب کو حضور کے لئے ثابت کیا اور اس کے ساتھ لکھ دیا کہ۔

۶۔۔۔ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی (بجیہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے (حفظ الایمان)

تھانوی صاحب کی اس کفری عبارت کا صریح معنی یہی ہے کہ جو بعض

علم غیب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے اس میں حضور کی کچھ خصوصیت نہیں ایسا علم غیب تو کلو، بدھونتھو کو بلکہ ہر ایک بچے ہر ایک پاگل کو بلکہ ہر ایک جانور ہر ایک چوپائے کو بھی حاصل ہے مولوی تھانوی نے حضور کے مقدس علم غیب کو ہر خاص و عام شخص ہر ایک بچے اور پاگل ہر ایک جانور اور چوپائے کے علم غیب سے مشابہت و بیکر حضور کی شان میں کھلی ہوئی گالی دی ہے۔

اب جب کہ پیشوایان و ہابیہ مولوی گنگوہی، نانوتوی، ابیہٹی اور تھانوی کی مستند تحریروں سے ثابت و محقق ہو گیا کہ واقعی ان حضرات نے ضروریات دین کا انکار کیا عقیدہ دینیہ ضروریہ مسئلہ ختم نبوت کو جھٹلایا اللہ تعالیٰ سلوٰح قدوس کے حق میں جھوٹا جیسے گندہ عیب کو ثابت کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں شدید اور سخت گالی کا استعمال کیا تو ایسی حالت میں ان مولویوں کو کافر و مرتد کہنا بے احتیاطی سے خود کافر و مرتد ہونا تھا جیسا کہ فاضل دیوبند نمائندہ و ہابیہ مولوی مرتضیٰ حسن نے تحریر کیا ہے کہ۔

۔۔۔ جب ایک شخص نے قطعاً یقیناً ایک ضروری دین کا انکار کیا اور وہ انکار محقق ہو گیا تو اب اس کو کافر نہ کہنا خود بے احتیاطی سے کافر و مرتد ہونا ہے۔۔۔ (اشد العذاب ص ۹)

۔۔۔ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریات دین سے ہے۔۔۔ (اشد العذاب ص ۹)

اس لئے احتیاط ہی کے پیش نظر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے المعتمد المستند جو ۱۳۲۱ھ میں مطبع تحفہ حنفیہ پٹنہ سے شائع ہوئی اس میں فتوے شرعیہ صا و فرمایا کہ مولوی تھانوی، مولوی گنگوہی، مولوی نانوتوی اور مولوی ابیہٹی اپنی عبارتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی تکذیب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور عقیدہ دینیہ ضروریہ ختم نبوت کا انکار کرنے کے سبب حکم شریعت اسلامیہ قطعاً یقیناً کافر و مرتد ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت تحذیر الناس، فتویٰ دستخطی

مہری گنگوہی، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی عبارات کفریہ التزامیہ پر اسلامی نقطہ نظر سے بحث مکمل کر لینے کے بعد لکھتے ہیں کہ

• — هُوَ لَاءِ الطَّوَائِفِ كُلِّهِمْ كَفَّارٌ مَرْتَدٌ وَنَ خَارِجُونَ
 عن الاسلام باجماع المسلمين وقد قال في البرازية والدر والفرار
 والفتاوى الخيرية وجميع الا نهر والدر المختار وغيرها من
 معتدلات الاسفار في مثل هولا الكفار من شك في كفره وعذابه فقد كفر -
 یعنی یہ طائفے (مولوی نانوتوی، مولوی گنگوہی، ایبھی، تھانوی اور
 ان کے ہم عقیدہ چیلے) سب کے سب کافر و مرتد ہیں باتفاق امت اسلام سے
 خارج ہیں اور بے شک برازیہ، در، غرہ، فتاویٰ خیرہ، مجمع الانہر اور
 در مختار وغیرہ معتبر کتابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا کہ جو شخص ان
 کے کفری عقائد سے آگاہ ہو کر ان کے کافر ہونے اور عذاب پانے میں شک
 کرے تو وہ بھی کافر ہے۔ — (حسام الحرمین ص ۱۰۸ المعتمد المستند ص ۲۵)

حسام الحرمین

اعلیٰ حضرت نے المعتمد المستند کی وہ ساری بحثیں جو پیشوایان و ہادیہ اور مرتد
 غلام احمد قادیانی کی عبارتوں کے بارے میں تھیں اور اپنا فیصلہ شرعیہ ان سب
 کو رسالہ مبارکہ حسام الحرمین میں لکھ کر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے اکابر علمائے
 اسلام کے سامنے جب تصدیق کے لئے پیش کیا تو ان حضرات نے متفق علیہ
 اجماعی فتاویٰ صادر فرمائے کہ ایسی گندہ کفری عبارتیں لکھنے کے سبب مرتد
 غلام احمد قادیانی، مولوی قاسم، مولوی رشید احمد، مولوی خلیل احمد اور

مولوی اشرف علی بحکم شریعت اسلامیہ بلاشک و شبہ کافر و مرتد بیدین ہیں پھر ان
 علمائے اسلام نے اعلیٰ حضرت کے فتوائے مقدسہ کی تصدیق و توثیق ہی پر بس نہ کیا بلکہ
 ساتھ ہی ساتھ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عظیم و جلیل فضائل سے یاد کرتے ہوئے
 اپنا سردار و پیشوا تسلیم کیا۔ اب ذیل میں ان علماء اسلام کے نام لکھے جاتے ہیں جنہوں
 نے اپنی مہر و دستخط سے مجموعہ فتاویٰ حسام الحرمین کو مزین فرمایا۔

اسمائے گرامی علماء مکہ معظمہ

- ① استاذ العلماء مفتی شافعیہ مولانا شیخ محمد سعید بابصیل مکی ② شیخ
 الائمہ مولانا شیخ احمد ابوالخیر میر داؤد مدرس و امام مسجد حرام ③ امام العلماء
 مفتی حنفیہ علامہ شیخ صالح کمال مکی مدرس حرم شریف ④ علامہ محقق مولانا
 شیخ علی بن صدیق کمال مکی ⑤ عالم کبیر فاضل شہیر مولانا شیخ عبدالحق الہ آبادی
 مہاجر مکی مصنف اکلیل ⑥ غیظ المنا فقین محافظ کتب خانہ حرم شریف حضرت مولانا
 سید اسمعیل خلیل مکی ⑦ مولانا سید مرزوقی ابو حسین مکی مدرس حرم شریف
 ⑧ فاضل کامل مولانا شیخ عمر بن ابوبکر باجنید مکی ⑨ مقدم العلماء مفتی مالکیہ
 مولانا شیخ عابد بن حسین مکی مدرس حرم شریف ⑩ فاضل ماہر علامہ محمد علی بن حسین
 مکی مدرس حرم شریف ⑪ مولانا علامہ جمال بن محمد بن حسین مکی مدرس حرم شریف
 ⑫ جامع اصول و فروع مولانا شیخ اسعد بن احمد وہان مکی مدرس حرم شریف
 ⑬ فاضل ادیب علامہ شیخ عبدالرحمن وہان مکی ⑭ مولانا شیخ محمد یوسف افغانی
 ثم مکی مدرس مدرسہ صولتیہ ⑮ مولانا شیخ احمد مکی مدرس حرم شریف اجل خلیفہ
 حاجی شاہ امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی ⑯ فاضل کامل مولانا محمد یوسف

خیاط مکی ①۷ پیشوائے جلیل القدر مولانا شیخ محمد صالح بن محمد بافضل مکی ①۸
فاضل کامل مولانا شیخ عبدالکریم ناجی داغستانی مکی مدرس حرم شریف ①۹ فاضل
کامل مولانا شیخ محمد سعید بن محمد بیانی مکی مدرس حرم شریف ②۰ فاضل کامل
مولانا شیخ حامد احمد محمد جداوی مکی۔

اسمائے گرامی علمائے مدینہ طیبہ

① تاج العلماء مفتی حنفیہ مولانا تاج الدین الیاس مدنی ② فاضل ربانی
مولانا عثمان بن عبدالسلام داغستانی سابق مفتی مدینہ منورہ ③ شیخ المالکیہ
مولانا سید احمد جزائری مدنی ④ کبیر العلماء مولانا شیخ خلیل بن ابراہیم خربوتی مدنی
⑤ شیخ الدلائل مولانا سید محمد سعید بن سید محمد مغربی صاحب الدلائل ⑥ فاضل
جلیل مولانا محمد بن احمد عسری مدنی ⑦ شیخ الدلائل علامہ سید عباس مدنی
بن سید جلسی محمد رضوان مدرس حرم نبوی ⑧ فاضل کامل مولانا عمر بن حمدان
محرسی مدنی مدرس حرم نبوی ⑨ فاضل کامل علامہ سید محمد بن مدنی ویداوی
⑩ فاضل ربانی مولانا شیخ محمد بن محمد سوسی خیاری مدرس حرم نبوی ⑪ جامع
علوم نقلیہ حاوی فنون عقلیہ مفتی ثنائیہ مولانا سید شریف احمد برزنجی مدنی ⑫
فاضل شہیر مولانا محمد عزیز وزیر اندسی تونسسی مدنی ⑬ شیخ فاضل علامہ عبدالقادر
توفیق شہلی مدرس حرم نبوی۔



الصّواریم الہندیۃ

اوریشیا ورتا بنگال کے دو سوار سٹھ پشوا کے اسلام



یہ اعلیٰ حضرت کی انتہائی دیانتدار مئی اور کمال احتیاط تھی کہ آپ نے فتوائے تکفیر سے پہلے تخذیر الناس، حفظ الایمان، براہین قاطعہ و فتویٰ مہرئی دستخطی گنگوہی کی کفری عبارتوں کی بڑی چھان پھٹک کی۔ ان کے ہر گوشوں کی خوب جا پخ پڑتال کی ان کے ایک ایک جوڑ و بند کی اچھی طرح دیکھ بھان کی ان کے ظاہری اور باطنی معنی کی ایک حاذق ماہر حکیم کی طرح تشخیص و تیسق فرمائی ان کے قریب و بعید تمام پہلوؤں کو خوب ٹولا تاکہ کوئی سا بھی پہلو اگر اسلامی معنی کا حامل ہو تو ان عبارتوں کے لکھنے والوں کی تکفیر نہ کی جائے لیکن جب ہر طرح کی جا پخ پڑتال اور تیسق و تحقیق کے بعد یقینی طور پر متعین ہو گیا کہ عبارتوں کے یہ مردہ جسم روح اسلامی کے معنی اور حیات ایمانی کے مفہوم سے بالکل ہی خالی ہیں۔ ان عبارتوں کا کوئی بھی پہلو ایمان و اسلام سے موافقت کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں تیب آپ نے فتویٰ دیا کہ یہ عبارتیں قطعی یقینی کفری ہیں اور ان کے لکھنے والے یقینی طور پر کافر و مرتد ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی اسی چھان پھٹک کا نتیجہ ہے کہ جب آپ کا فتوائے مقدس حسام الحرمین مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے حکمائے اسلام و علمائے کرام کے سامنے پیش ہوا تو کسی بھی مفتی شرع نے آپ کے فتویٰ میں کوئی خامی نہ پائی اس لئے سب نے بالاتفاق

اپنی مبارک تصدیقات سے حُسام الحرمین کی حقانیت کو آفتاب کی طرح روشن
 و تابناک کر دیا اور اعلیٰ حضرت کے علم و دانش فضل و کمال کا کھلے طور پر اعتراف
 فرمایا۔ پھر جب اعلیٰ حضرت کا یہ حقانی فتویٰ غیر منقسم ہندوستان کے مشیوٹے اسلام
 کے سامنے تصدیق کے لئے پیش کیا گیا تو سرکار ہارسہ مطہرہ آستانہ کچھوچھہ
 مقدسہ، جبل پور، دربار علی پور سیدان (پنجاب)، سرکار اعظم اجمیر مقدس،
 دارالافتاء منظر اسلام بریلی، دارالافتاء مراد آباد، مرکزی اجمین حزب
 الاحناف لاہور، آرہ، بانگی پور پٹنہ، سینٹا پور، ریاست جلال آباد، ضلع فیروز
 پور پنجاب، پوکھریرا ضلع مظفر پور، ریاست بھاو پور پنجاب، گڈھی اختیار
 خاں بھاو پور، کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ پنجاب، کھروٹہ سیدان ضلع
 سیالکوٹ، چتوڑہ اچوتانہ، لودھیانہ پنجاب، دہلی، مرنگ، لاہور، سہاوردہ ضلع
 ایبہ، مدراس، بھین ضلع جھلم، سنہل ضلع مراد آباد، دادوں ضلع علیگڑھ شاہجہاں
 پور، نکودر ضلع جالندھر، موٹو ضلع اعظمگڑھ، معسکر بنگلور، امرتسر ضلع مراد آباد،
 کھنورہ ضلع ہوشیار پور پنجاب، وزیر آباد، رامپور، کانپور، آنولہ ضلع بریلی،
 ہلدوانی ضلع نینی تال، مان بھوم، حیدر آباد دکن، سورت، بھڑوچ گجرات،
 بدایوں، بھیمڑی ضلع تمھانہ، جام جوڈھپور کاٹھیاواڑ، دھوراجی کاٹھیاواڑ،
 پسی بھیت آگرہ، پیسی ضلع پشاور، فرنگی محل لکھنؤ، سراج گنج بنگال، پارہ
 ضلع اعظمگڑھ، کرمبا ضلع بلیا، فتح پور مسوہ، جاوردہ، ننگل ضلع حصار،
 گونڈول کاٹھیاواڑ، جوناگڑھ کاٹھیاواڑ، جلال پور جٹان پنجاب، بڑوردہ، سلطان
 کوٹ سندھ، گڈھی یاسین ضلع سکھ سندھ، ڈیرہ غازی خان پنجاب، ماتر ضلع کھیرا
 گجرات کے ۲۶۸ مفسرین کرام، فقہائے عظام، محدثین عالی مقام
 مفتیان فحام، علمائے اسلام و مشائخ اعلام نے الصوادم الہندیہ مطبوعہ
 برقی پریس مراد آباد کے اندر تحریری طور پر فتویٰ حُسام الحرمین کی تصدیق کی اور
 اس کے بیان کردہ احکام شرعیہ سے اتفاق فرمایا ہم طوالت کے خوف سے

ان حضرات کے اسمائے گرامی اور ان کے ایمان افزہ شیطان سوز مضامین عالیہ یہاں نقل کرنے سے قاصر ہیں۔

نمائندہ وہابیہ ناظم تعلیمات دیوبند

مولوی مرتضیٰ حسن دہلوی کا

فیصلہ کن بیان

سنی مسلمانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے تو صرف اعلیٰ حضرت احمد رضا مکرّم، مدینہ طیبہ کے اکابر پیشوا اے اسلام اور بنگال تالپناور کے مشاہیر، علمائے کرام کے مقدس فتاویٰ ہی کافی اور روانی ہیں لیکن یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ اور اعلیٰ حضرت کی کرامت جلیلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شک و شبہ میں گرفتار مذہب حضرات کی ہدایت کا سامان پیدا فرماتے ہوئے نمایندہ وہابیہ کے قلم سے بھی حق لکھوا دیا اور حسام الحرمین کی تصدیق کراوی چنانچہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب تحریر کرتے ہیں کہ۔

• اگر مولانا احمد رضا، خانصاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی خلیل احمد بیٹھی) واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انھوں نے انھیں سمجھا تو (مولانا احمد رضا) خانصاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے جیسے علمائے

اسلام نے جب مرزا غلام احمد صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لئے۔ اور وہ قطعاً ثابت ہو گئے تو اب علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر و مرتد کہنا فرض ہو گیا۔ اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں۔ چاہے وہ لاہوری ہوں یا قدنی وغیرہ وغیرہ تو وہ خود کافر ہو جائیں گے۔ کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔

د اشد العذاب مولوی تفتیٰ حسن صاحب

یہ بیان کسی سنی عالم کا نہیں بلکہ ناظم تعلیمات دیوبند کا فرمان والا نشان ہے لہذا وہابی دیوبندی حضرات ضد، ہٹ اور تعصب سے بے پروا ہو کر اس کو غور سے پڑھیں اور خوب سمجھ لیں کہ ان کے مولانا مرزا تفتیٰ حسن صاحب کے نزدیک۔

۔ اگر اعلیٰ حضرت احمد رضا مولوی گنگوہی، نانوتوی وغیرہ پیشوایان وہابیہ کو کافر و مرتد نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے اور جس طرح علمائے اسلام پر مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر و مرتد کہنا فرض تھا ٹھیک اسی طرح اعلیٰ حضرت پر ان مولویوں کو کافر کہنا فرض تھا۔

فیض آبادیوپی کا تاریخی مفقداور

پیشکار، مختار وکیل، سیر، مجسریط

حج وغیرہ کے جملکے میں حسام الحرمین کا اعلان حق

حسام الحرمین کا مقدس فتویٰ ابھی تک صرف علمائے اسلام سے اپنی حق گوئی اور باطل سوزی کی سند حاصل کر سکا تھا لیکن غیرت سے ایسا سامان

پیدا ہوا کہ کچہری اور کورٹ کے مجسٹریٹ نیز جج صاحبان سے بھی اس نے اپنی حقانیت و صداقت کا لوہا منوالیا اس کا واقعہ یوں ہے کہ حضرت شیر بشیہ سنت علامہ حشمت علی خاں لکھنوی علیہ الرحمہ والرضوان نے ضلع فیض آباد کے علاقہ قصبہ بھدر سہ اور اس کے قریب جوار میں ۲۲ مئی ۱۹۳۶ء تا ۲۶ جون ۱۹۳۶ء مسلسل تقریریں فرمائیں جن میں آپ مذہب اہلسنت کی تبلیغ اور سنی مسلمانوں کی توجیہ و تہذیب کی نصیحت و ہدایت کے لئے حسام الحرمین اور انصوارم الہندیہ کے مضامین پڑھ کر سناتے رہے۔ وہابیوں کے عقائد کفریہ سے آگاہ کرنے کے لئے تخریر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان اور مختصر سیرت نبویہ کی عبارات کفریہ کتاب کھول کھول کر لوگوں کو دکھلاتے رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے وہابی دیوبندی جو بیچارے اپنے پیشواؤں کے عقائد کفریہ سے آگاہ نہ تھے تو بہ کر کے سنی مسلمان ہو گئے جب گھاگ وہابیوں نے دیکھا کہ علامہ لکھنوی کے ہاتھوں وہابیت کی مٹی پلید ہوتی جا رہی ہے تو انھوں نے اپنے علماء سے سازش کر کے علامہ لکھنوی کے خلاف مہا بے پر شاہد اگر وال مجسٹریٹ درجہ اول شہر فیض آباد کے اجلاس میں استغاثہ دائر کر دیا جس میں یہ الزام قائم کیا کہ۔

• ملزم (مولانا حشمت علی) نے بتاریخ ۸ جون ۱۹۳۶ء بوقت ۹ بجے شب لغایت ۱۲ بجے شب ایک تقریر کی جس کے دوران میں ملزم نے مدعیان کے مذہبی عقائد مجروح کرنے کی نیر فرقہ دارانہ فساد برپا کرنے کی غرض سے مجمع عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی خلیل احمد بیٹھلی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی عبدالشکور کاکوروی لکھنوی کا فرو مرتد بیدین ہیں ملزم کی تقریر مذکور سے مدعیان اور ان کے علمائے دین کی سخت توہین اور دل آزاری ہوئی۔

عالی جاہ! ملزم نہایت ہی مفسد آدمی ہے اور جرم و فعات ۲۹۸

۵۰۰، ۱۵۳ الف کا مرتکب ہے۔ لہذا تدارک ملزم حسب و فعات

بالا فرمایا جائے۔

عرضی :- فدویان عبدالحمد خاں و سراج الحق خاں و حبیب اللہ
مدعیان ساکنان قصبہ بھدرہ ضلع فیض آباد مولدہ ۱۲ جون ۱۹۲۶ء۔
کاروائی استغاثہ کے مطابق حضرت شیربیشہ سنت علامہ لکھنوی جب کورٹ میں
تہنچے تو مجسٹریٹ نے استغاثہ کے متعلق جواب طلب کیا آپ نے اجلاس میں تہذیب الناس
براہین قاطعہ، حفظ الایمان، نوٹو فتویٰ مہری دستخطی گنگوہی اور مختصر سیرت نبویہ
مصنفہ عبدالشکور کاکوروی پیش کیا اور ان کی عبارات کفریہ سے مجسٹریٹ کو آگاہ فرمایا
اور اس کے ساتھ ہی آپ نے مجسٹریٹ پر یہ بھی واضح کر دیا کہ دنیا کے سنیت کے
عظیم و جلیل پیشوا شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
مولوی تھانوی، مولوی نانوتوی، مولوی گنگوہی مولوی امبیٹھی پر ان کے
عقائد کفریہ یقینیہ کے سبب بحکم شریعت اسلامیہ کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا ہے۔
جو مقدس کتاب حسام الحرمین میں چھپ کر پورے ہندوستان میں شائع ہو چکا
ہے اور اس فتویٰ کی تصدیق عرب شریف کے اکابر پیشوا کے عظام اور ہندوستان
کے دو سواڑ سٹھ علماء اسلام اپنی مہر اور دستخط کے ساتھ کر چکے ہیں حسام الحرمین
کے فتویٰ میں ایک حکم شرعی یہ بھی ہے کہ جو شخص مولویان مذکورین ابالا کے
عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو کافر نہ کہے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے
تو بحکم قانون شرع وہ بھی کافر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مبلغ و ہابہ کی زاری میں
ہندوستان کے چورالوے علماء اسلام نے شرعی فتویٰ دیا کہ مولوی عبدالشکور
کاکوروی نے اپنی کتاب نصرت آسمانی ص ۱۵، ص ۲، ص ۳، ص ۴
میں مولوی تھانوی اور امبیٹھی کی کفری عباراتوں کی حمایت و طرفداری کی
ہے۔ لہذا مولوی عبدالشکور کاکوروی ایڈیٹر انجم بھی بحکم شریعت اسلامیہ
کافر و مرتد بیدین ہیں۔

پھر علامہ لکھنوی علیہ الرحمہ نے اپنے بیان کی تصدیق نیز مجسٹریٹ کے اطمینان

کے لئے اجلاس میں حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ وغیرہ کتابیں پیش فرمائیں اور ان کے ساتھ اپنا ایک طویل تحریری بیان بھی پیش کیا جس میں آپ نے عبارات حفظ الایمان ص ۱، براہین قاطعہ ص ۵، و فوٹو فتویٰ گنگوہی وغیرہ کی ہندی کی چندی کر کے ان کو اتنا عام فہم بنا دیا کہ انگریزی و انگریز مسلمان مجسٹریٹ بھی پوری طرح سمجھ گیا کہ مولوی تھانوی، مولوی گنگوہی وغیرہ نے ضرور پینغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کھلی گستاخی اور بے ادبی کی ہے اور یہ لوگ یقینی طور پر حسام الحرمین کے فتویٰ کے مطابق کافر و مرتد ہو چکے ہیں۔

اس مقام پر وہابی حضرات ہرگز یہ خیال نہ فرمائیں گے کہ کسی نے مجسٹریٹ کے سامنے الہند کا مضمون نہیں سنایا اور نہ کسی نے اجلاس میں پیشوایان وہابیہ تھانوی وغیرہ کا مسلمان ہونا ثابت کیا اس لئے کہ اس تاریخی مقدمہ میں وہابیوں کے مشہور عالم چرب زبان مقرر مولوی ابوالوفار صاحب شاہجہاں پوری وہابیت کے اکسپرٹ عالم کی حیثیت سے پیش کئے گئے اور برسر اجلاس مجسٹریٹ کے سامنے حضرت شیربیتہ سنت علامہ لکھنوی اور مولوی ابوالوفا کے درمیان ایک طویل و عریض مناظرہ ہوا جس میں پیشوایان وہابیہ کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے دیوبندی میگزین کے نئے اور پرانے جتنے بھی ہتھیار تھے وہابیت کے اس اکسپرٹ عالم نے وہ سب استعمال کر ڈالے لیکن احمد رضا کے شیر حشمت علی نے حرمین کی حسام براہ سے کفر و ارتداد کے قلب و جگر کو کاٹ کر پھینک دیا اور بارگاہ رسالت کے گستاخ باغیوں کے طرف دار مولوی کو لوہے کے چنے چبوا دیے اور دلائل شرعیہ کے کانٹے پر پیشوایان وہابیہ مولوی تھانوی گنگوہی وغیرہ کا کافر و مرتد ہونا ایسا بے نقاب فرمایا کہ مولوی ابوالوفا جیسا گھاگ ہوشیار مشاق عالم بھی مجسٹریٹ کے سامنے دیوبندی کفریات پر پردہ ڈالنے میں ہر طرح ناکام رہا اور پیشوایان وہابیہ کا مسلمان ہونا ثابت نہ کر سکا اب ہم مجسٹریٹ کے فیصلہ کی طویل بحث کا وہ حصہ یہاں نقل کرتے جو اس کے فیصلے کی روح ہے۔

محضر ط کا فیصلہ

• ملزم کہتا ہے کہ اس نے ۸ جون ۱۹۳۶ء کو کوئی تقریر بھدر سے میں نہیں کی اور نہ اس نے کبھی بھی ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو مستغنیان نے حلفاً بیان کئے ہیں نہ کبھی وہ اس طرح ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے وہ قطعی طور پر کہتا ہے کہ اس نے ۷ جون کے پہلے کچھ تقریریں کی تھیں جن میں اس نے مختلف کتابوں (یعنی حسام الحرمین، الصوارم الہندیہ، مبلغ و ہابیہ کی زاری) سے کچھ عبارتیں پڑھیں تھیں ان کتابوں میں یہ مولویان (اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، خلیل احمد نابھٹی اور عبدالشکور کاکوروی) اسلامی فتویٰ سے بیدین کافر متد اور دیو کے بندے کہے گئے ہیں۔

اب ہم دیکھیں گے کہ تقریر میں کیا کہا گیا۔ مستغنیان نے تحریر میں کچھ بھی نہیں دیا کہ ملزم نے کیا کہا۔ صرف مستغنیان اور دو گواہوں کا بیان ہے کہ ملزم نے اوپر کے لکھے ہوئے الفاظ یعنی مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی خلیل احمد نابھٹی، مولوی عبدالشکور کاکوروی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کافر متد اور بیدین ہیں استعمال کئے ہیں ملزم یہ مانتا ہے کہ اس نے ان مولویوں کے حق میں اوپر کے لکھے ہوئے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مگر وہ عبارت دوسری تھی۔ گواہ نمبر (۱) کہتا ہے کہ (ملزم کی) تقریر کو کسی نے بھی نوٹ نہیں کیا۔ اور نہ خود اس (گواہ) نے نوٹ کیا۔ ملزم نے جو الفاظ کہے ہیں وہ اس کو زبانی یاد ہیں اور کچھ مختصر مفہوم تقریر کا بھی یاد ہے۔ اس (گواہ نمبر (۱)) کے بیان کے مطابق ملزم تقریر کے وقت کتابیں اپنے ہاتھ میں لیتا تھا۔ اس بیان سے ملزم کی بات کو تقویت ملتی ہے۔ ملزم اقرار کرتا ہے کہ اس نے ان مولویوں کے حق میں اوپر کے لکھے ہوئے الفاظ استعمال کئے ہیں لیکن عبارت دوسری ہے اور اس نے وہ الفاظ چند کتابوں کی تحریر کی مدد سے لئے تھے۔ میرا خیال ہے کہ ملزم کا فعل بالکل درست تھا کہ وہ کتاب سے پڑھ رہا تھا اور ملزم یہ بات نیک نیتی سے سبک کی آگاہی کے لئے کر رہا تھا تاکہ وہ مذہبی بات

سمجھ لیں۔ اسلئے ملزم کا فعل دفعہ ۵ تعزیرات ہند میں نہیں آتا ملزم کی تقریر سے پبلک کے اشتعال جھگڑے کے احتمال کے متعلق کچھ گواہوں نے یہ بیان کیا کہ ملزم کی تقریر سن کر بہت سے (روہانی) لوگ اس کی باتیں سمجھ کر ملزم کے ہم مذہب (سنی) ہو گئے اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ملزم کا وعظ بہت دلچسپ تھا۔

اس مقدمہ میں ایک اکیسٹ مولانا ابوالوفار پیش کیا گیا ملزم نے مذہبی امور میں خود بڑی لمبی جرح اس پر کی مولانا ابوالوفار کی گواہی کو مقدمہ کی گواہی کہنے کی بجائے مذہبی مناظرہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔

میرا خیال ہے جیسا کہ میں نے اوپر بحث کی ہے کہ ۸ جون ۱۹۳۶ء کا واقعہ سراسر گڑھی ہوئی بات ہے اور ایسا کوئی واقعہ نہ ہونے پایا ملزم کی وہ انگلی تقریریں تھیں جن سے (روہانی) مستغیثوں کی دل آزاری ہوئی کیونکہ فوق ثانی (سنی مسلمانوں) کے عقائد پر قبضہ جمار ہے تھے اس لئے مستغیثوں نے بغیر سیاق و سباق کا تعلق دیکھتے ہوئے تقریر کے چند الفاظ لے کر ملزم کے خلاف جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا۔ میرے خیال میں ملزم کو اس کی جماعت میں صرف بدنام کرنے کے لئے یہ مقدمہ دائر کیا گیا ہے کیونکہ وہ مذہبی مبلغ ہے اور اچھی مقدار میں مریدین رکھتا ہے جیسا کہ دوران مقدمہ میں دیکھا گیا۔

میں ملزم (مولانا) حشمت علی کو تعزیرات ہند کی دفعات ۵۰، ۱۵۳ سے ۲۹۸ کے الزام اس پر لگایا گیا ہے اور اس پر مقدمہ چلایا گیا ہے بے قصور قرار دیتا ہوں اور اس کو زیر دفعہ ۲۵۸ ضابطہ فوجداری آزاد کرتا ہوں۔

دستخط:- مہا پر پر شاد اگر وال مجسٹریٹ درجہ اول

فیض آباد

۲۵ ستمبر ۱۹۳۸ء

شکست و ذلت کا فیصلہ

۲۱ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ بمطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۴۸ء کے اس تاریخی فیصلے نے دنیا کے وہاں بہت سے تہلکہ مچا دیے اور یوں بندوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی ان کے سارے فتنے پرور منصوبے خاک میں مل گئے حق و باطل کے اس معرکہ میں میدان حسام الحرمین کے ہاتھ رہا اور بارگاہ رسالت کے باغیوں کے گلے میں شکست و ذلت کا طوق پڑا۔ پھر وہابیوں نے سوچا کہ اس فیصلے نے تو غضب ہی ڈھا دیا کہ مجسٹریٹ نے شیر رضا کو جیل خانہ کے پنجرہ میں بند کر دینے کی بجائے اس کو باعزت طور پر آزاد کر دیا اور حسام الحرمین کی حقانیت و صداقت کا لوہا بھی مان لیا اس لئے مجسٹریٹ کے اس فیصلے کو توڑ دینا بہت ضروری ہے چنانچہ اپنی ناکامی کو کامیابی سے بدلنے کے لئے ایک بار پھر انھوں نے زور باندھا اور مجسٹریٹ کے فیصلہ کے خلاف شکست و ذلت جج یعقوب علی کے اجلاس میں اپیل دائر کر دی جسٹیشن کورٹ کے فاضل جج نے اپیل پر بحث کرتے ہوئے فیصلہ لکھا جس کا اقتباس ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

۔۔۔ ملزم نے بیان کیا کہ ۷ جون ۱۹۴۶ء کے قبل اس نے چند تقریریں بھدر سے میں کیں جن میں اس نے (حسام الحرمین الصوارم الہندیہ وغیرہ) کتابوں سے چند عبارتیں پیش کیں اور ان عبارتوں میں مولوی تھانوی مولوی گنگوہی، مولوی ناتو ٹوٹی وغیرہ) علماء جو کہ استغاثہ میں درج ہیں بذریعہ فتویٰ کافر متدبے دین دیو کے بندے اور وہابی قرار دیے گئے تھے۔

۷ جون ۱۹۴۶ء سے قبل تقریریں جو کہ ملزم نے بھدر سے میں کی تھیں

ان کا مضمون کچھری میں خود ملزم نے پیش کیا جس پر E x.D7 پڑا ہے۔
 فریقین کی طرف سے ثبوت پہنچنے کے بعد لائق مجسٹریٹ نے اولاً فیصلہ کیا کہ ملزم
 نے ۸ جون ۱۹۴۶ء کو کوئی تقریر نہیں کی جس کی مستغیثان شکایت کرتے ہیں اور یہ صرف ایک
 بنایا ہوا قصہ تھا دوسرا فیصلہ مجسٹریٹ نے یہ کیا کہ یہ الفاظ ملزم نے گذشتہ دوسری تقریروں
 میں استعمال کئے تھے جن سے ان کے جذبات کو صدمہ پہنچا
 تھا کیوں کہ انہوں نے ان الفاظ کا سیاق و سباق سے تعلق دیکھے بغیر
 غلط مطلب نکال لیا اور یہ غلط مقدمہ ملزم کے خلاف دائر کیا۔ اس پر لائق مجسٹریٹ
 نے مقدمہ خارج کر دیا اور یہ اعتراض کیا کہ ملزم چونکہ مذہبی مبلغ ہے اور اس
 کے بہت کافی مسرید اور معتقد ہیں اس لئے پبلک میں اس کی بے عزتی کرنے
 کو یہ مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔ ملزم اس وجہ سے بری کر دیا گیا تھا۔

اور اسی بریت کے خلاف مستغیثان نے نگرانی کی درخواست دی ہے اور
 وہ اس حکم کے خلاف ہیں۔ فریقین کے لائق وکلاء کی طویل بحثوں اور فریقین کے
 پیش کردہ زبانی اور تحریری ثبوت کو بہت غور سے پڑھنے اور سننے کے بعد میں اس
 نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ درخواست نگرانی کچھ دم نہیں رکھتی۔

لائق مجسٹریٹ کی تجویز سے مجھ کو پتہ چلتا ہے کہ لائق مجسٹریٹ نے ثبوت زبانی
 و تحریری کو بغور دھیان دیا اور ملاحظہ کیا اور یہ صحیح فیصلہ کیا کہ ملزم نیک
 بلتی کے ساتھ کتابوں کی عبارتیں پڑھنے میں صحیح راستے پر تھا۔

لائق مجسٹریٹ کا فیصلہ جس میں اس نے ملزم کو بری کر دیا فریقین کے
 پیش کردہ ثبوتوں کی بنا پر بالکل صحیح اور درست ہے۔ مستغیثان میرے سامنے
 لائق مجسٹریٹ کے فیصلے میں کوئی قانونی غلطی یا اور کوئی غلطی نہ بتا سکے۔ درحقیقت
 اس اپیل میں کوئی جان نہیں ہے اس کو خارج کرنا ہوں۔

دستخط: یعقوب علی شمشن جج فیض آباد

۲۸ اپریل ۱۹۴۶ء

واضح ہو کہ وہابیوں کا دائرہ کردہ مقدمہ دو برس تین ماہ تیرہ دن جاری رہ کر
 ۲۵ ستمبر ۱۹۳۸ء کو ختم ہوا پھر ان کی اپیل کا فیصلہ ۲۸ اپریل ۱۹۳۹ء کو ہوا۔ فرحت
 افزا فتح مبین میں وہابیوں کے استغاثے کا پورا مضمون مستفیضان و بعض گواہوں
 کا بیان ظہری پھر برسر اجلاس حضرت مولانا حسنت علیٰ خاں علیہ الرحمہ کا زبانی مختصر
 بیان اور تحریری طویل بیان پھر مجسٹریٹ اور جج کانگریزی میں فیصلہ اور اس کا
 اردو ترجمہ چھپ کر ہندوستان بھر میں شائع ہو چکا ہے۔ جو صاحب اس
 تاریخی مقدمہ کی کارروائی اور حضرت شیربیشہ سنت علیہ الرحمہ کا مکمل تحریری
 بیان اور مجسٹریٹ و جج کا مکمل فیصلہ دیکھنا چاہیں وہ فرحت افزا فتح مبین کا
 مطالعہ فرمائیں ہم نے مجسٹریٹ کا فیصلہ اسی کتاب فرحت افزا کے صفحہ ۳۳ تا صفحہ ۳۷ سے
 اور جج کا فیصلہ ص ۵۱ تا ص ۵۴ سے نقل کیا ہے۔

مجسٹریٹ اور جج کے فیصلوں کا

اصل انگریزی متن

”سوانح اعلیٰ حضرت“ کی سابقہ اشاعتوں میں مجسٹریٹ اور جج کے انگریزی فیصلوں
 کے اقتباس کا صرف اردو ترجمہ پیش کیا گیا تھا لیکن زیر نظر کتاب میں کالج،
 یونیورسٹی، کورٹ کے انگریزی داں حضرات ماسٹروں، پروفیسروں، برٹروں
 اور وکیلوں کے مزید اطمینان کی خاطر مجسٹریٹ اور جج کے مکمل فیصلوں
 کا اصل انگریزی متن بھی شامل اشاعت کیا جا رہا ہے اب انگریزی داں
 حضرات آنے والے صفحات میں اصل فیصلہ ملاحظہ کریں۔

(۲۲۳)

۷۸۶
۹۲

وہابیوں پر سنیوں کی
فخ عظیم

GREAT VICTORY
Of
SUNNIES AGAINST WAHABIES

Publishers:- Rashid Hasankhan Kadri
Mohalla Bhoorekhan Pilibhit.

CHOUHAN PRINTING PRESS, GONDAL.

(۲۲۲)

Copy of a judgement dated 25-9-1948
passed by M.P. Agarwal Magistrate
I Class Faizabad in case No.1/84 u/s
298/500/153 I.P.C. Abdul Hamid Khan
and others v/s Hashmat Ali P.S. Pura
Qalandar (SEAL) 1359/Ibrar Husain
Abdul Hamid Khan and others..Versus
Hashmat Ali u/s 500/298/153 I.P.C.
Abdul Hamidkhan Sirajul Haq Khan and
Habibullah of Qasba Bhadersa have fil-
-ed this complaint against one Hashma-
-at Ali of Pilibhit on the following
allegations:-

That the complainants are Hanfi Musal-
-mans and the accused is a resident
of Pilibhit and poses himself to be
an Alim of Barelvi ideas. The accused
wants that there should be dissension
in different seets of MuslimCommunity
and uses filthy language against those

(۲۴۵)

Muslims who are not of his ideas. He is staying in Qasba Bhadresa for about a month and during the course of his stay he is trying to propagate -te his ideas by every possible means. During the course of his stay he with the help of the people of his ideas delivered several lectures and during the course of his speech he used insulting language against the complainants and their Ulmas whom they respect. The complainants tried that the accused should stop this method of insult but to no use. On the 2th June '46 between 9 and 12 at night the accused delivered a speech in which he told certain matter which was insulting and leading to dissensions between different sects. The words were "MOLVI ASHFAQ ALI THANWI, MOLVI MOHAMED QASIM

NANOTVI, MOLVI KHALIL AHMED AMEETHAVI
 MOLVI ABDUL SHAKOOR KAKORVI, MOLVI
 ABDUL RASHID GANGOHI' are kafir,
 Murtad, and Bedin. Further, he said
 'Misammian Abdul Haid Khan, Habibullah
 Mohamed Sharif Khan, Molvi Sirajulhaq
 Mohamed Aurif residents of Bhadaresa
 are Wahabi, Murtad, Kafir, Bedin and
 Deo-ke-Bande. In addition to this the
 accused is also trying that the people
 of his ideas should not mix with the
 people of other ideas, nor there shou-
 -ld be marriages between them in
 other words there should be social
 boycott of the people of other ideas.
 The accused is propagating feeling of
 hatred between one Muslim and another
 This speech of the accused has harmed
 the reputation of the complainants
 and their Ulmas, and is defamatory to
 them. The accused also intended to
 create religious hatred between one

sect and another of Muslim community. The complainant Abdul Hamid Khan had made F.I.R. st police also to this effect. The accused Hashmatali has charged U/s 500/298/153 I.P.C. to which he pleads not guilty, and alleges that he delivered no speech at Bhadarsa on 8th June'46 nor he used these words as alleged by the complainants nor he ever uses words in this manner. He alleges that before 7th June'46 he delivered certain lectures wherein he quoted certain passages from different books. In these books these Maulanas have been declared by Fatwas to be Kafirs, Murtad bedin, Deo-ke-Bande and Wahabis. He did not tell them so on his own initiative. He did not even recognise the complainants the being of the views of these Maulanas might have taken it.

(PMA)

for themselves. On 7th June '46 there was an agreement between the two parties not to have any religious discussion of 15 days in Qasba Bhadarsa without the order of district Magistrate. A note of the lectures by the accused before the 7th June '46 at different places has been filed.

Here in, we have to see if the accused delivered any lecture on the 8th June, '46 alleged by the prosecution, and secondly if it was defamatory with respect to the complainants and the accused malignantly and want only by doing an illegal act gave provocation so as to cause the offence of rioting.

As regards the date of lecture which is alleged to have been delivered on the 8th June, '46, it is alleged that

Abdul Fawid Khan made an F.I.R. is not coming on record nor it has been proved by any witness. This goes against the prosecution that no F.I.R. was made. The complaint has been filed on 12th June, '46, there is no explanation for the delay in the absence of any F.I.R. PW 1 Sirajulhaq has deposed that on the 7th June, '46 police came in the Mauza and the police and the Chairman Town Area proclaimed that there should be no religious discussion in Bhadarsa without previous sanction nor any public meeting should be held whereby there may be danger of breach of peace. It is not possible that after this proclamation there could be any public speech inspite of this proclamation. Sirajulhaq has deposed in cross examination that the complaint was filed

some seven or eight days after the occurrence. We find the complaint dated 12th June '46, which means that the occurrence took place some time on 4th or 5th June '46. Abdul Hamid Khan, the complainant deposes that discussion was to take place on 7th June, '46 but on the report of Mohamed Akbar police arrived and the witness and others made an agreement that there should be no such discourse wherein the feelings may be injured. This was on the evening of the 7th June, '46 and the same night the complainant delivered lecture and Abdul Hamid Khan made F. I. R. on the morning of the 8th June at P. S. This finishes the date of occurrence 8th June, '46.

The statement of two of the complainants shows that the lecture could not have been delivered on the 8th

June, '46 but it was before that date. Now, we have to see the matter of speech. There is nothing in writing on behalf of prosecution about the subject of the speech. There is the evidence of the three complainants and two more witnesses that the accused uttered the words given above. The accused admits to have told these words with reference to those Maulanas, but the content was a different one.

P.W.1 deposes that nobody noted the speech nor he had noted it. He remembers only so many words uttered by the accused and gist of the lecture he could say. The accused according to him was taking books in hand at the time of speech. This supports defence version. None of the witnesses nor any other person noted the lecture; the accused has filed the subject matter of lecture in writing and it is presumed to be correct in the absence any other writing. These witnesses have denied certain portions read over to them from his writing, but oral denial is nothing. The accused admits to have

told these words with respect to these Maulanas but the context is different and he told it with the help of certain books in writing. In my opinion -n he was quite justified in reading from books, and the accused told it in good faith to warn the public regarding religious matter, and he comes under exceptions of section 500 I.P.C. As regards provocation to the public and thereby causing riots, some of the witnesses have deposed that by the lecture of the accused most of the persons went over to the belief of Maulana, which means accused's version was convincing. Abdul Hamid Khan complainant deposes that there was danger of breach of peace due to discussion and not due to lecture, and Abdul Hamid Khan was the person to give open challenge for Manazra (discussion) so it was not due to the accused but rather the complainants were responsible for it.

One Abdul Wafa an expert Maulana has been produced in the case, who has been cross examined at a very great

length by the accused himself on religious matter. His evidence was mostly a religious discussion (Manaz-ra) so to say than evidence regarding the case. In religious discussion there is never defeat or success as it always happens that different meanings are put to quotations in books of every religion and people take their own meaning fitting to their own ideas and thereby the whole matter ends. No body tries to look to the real sense and the subjects of the the writer and the circumstances under which, those scriptures were prepared. The complainants belong to one sect of ideology and the accused belongs to another sect. It is apparent from the evidence of Abdul Hamid Khan that certain letters passed between him and Ashraf And Akhtar on the other side. These persons were signing authorities and the Ulmas of one side gave the subject matter and the other side replied as mouth piece of their Ulmas Abdul Hamid Khan has used the same words for the

(۱۵۴)

accused which he deposes to be in reply to Ashraf and Akhtar's letters.

From the evidence on record it appears to my mind that Abdul Hamid Khan is a religious fanatic of his sect, and he left aggrieved by the lectures of the accused on May '46 and he challenged his followers for Manazra, which was to take place on June, '46. He had called one Maulana Noor Mohammed for it. He has deposed that he wanted police arrangement for it, as there was danger of breach of peace in it. This fact was reported to the police and Manazra was stopped. The complainant Abdul Hamid Khan left aggrieved all the more as the accused had his stay in the Mousa and people heard him and understood his ideans which he wanted to refute by this Manazra. He joined two more persons of his ideas and took opportunity of fixing up the occurrence of 8th June, '46, which never took place as discussed above, and filed this false and frivolous complaint against the accused which

he could not substantiate. What possibly could be the reason that he could not find respectable people of Bhadarsa to support him, if really the accused delivered speech on 8th June, '46 which tend to create religious feelings of hatred between one sect of Muslims and another sect. Only three complainants have been adduced, one Tajammul Husain has been produced who alleges himself to be a Hakim at Bhadarsa and lives at Sahbadi at 2½ miles. He did not go home that day and went to the lecture. He has deposed that Maulana Hashmat Ali has said that Maulanas have written so in their books and so they have become Kafirs. This statement supports defence theory. One Qayamali resident of one mile has

been produced. He deposes that Maula-
-na had said, do not act on the ways
told by Deoband Maulanas. I was act-
-ing on their way and I told him that
if I were to be convicted how their
ways are bad, I would change myself.
There was milad and I went away.

Excepting these two witnesses of ano-
-ther Mausaz no other witness of fact
has been produced. In my opinion as
I have remarked above, the occurrence
of the 8th June '46, is all got up
storey, and no such occurrence took
place. It was on the previous lecture
of the accused, which injured the
feelings of the complainants as the
other sect. ideas were gaining ground
that they took certain words of the
speech without the reference and
context and started this false case

(۲۵۷)

against the accused.

In my opinion this case has been filed simply to put to race the accused in the community as he is a religious preacher and has got good following as appeared during the course of trial.

P.W.7 has been produced to prove some case against the accused in Bur-
-ma which is of no avail.

I told the accused Hashmat ali not guilty of the offences U/s 500/153/298/298/ I.P.C for which he has been charged and tried and acquit him U/s 258 Cr. P.C.

Sd./M.P. Agarwal

Magistrate I Class
Faizabad. 25-9-48

True copy: Sd/Illegible
Head Copyist,
Collectorate Faizabad

Copies by Jay Randa
Compared by: Not legible

Words about 2016

(५०१)

Words about

1800

IN THE COURT OF THE SESSION JUDGE

F Y Z A B A D

.....

Copy of order dated 28th April, 1949

passed by Shri Y. A. Rizvi

Session Judge,

FYZABAD

Fyzabad Criminal Revision No.

58 of 1948

(S E A L)

11 / 30-4-1949

Sri Kaniya Prasad

1) Sirajul Haq 30 years son of
Mohammed Zahoor Khan.

2) Habibullah 44 years son of
Jumman, Resident of village
Bhadarsa, Police Station,
Pura Qalandar, District-

F Y Z A B A D

Applicants

Versus

Rex through Hashmat ali son of
Nawab Ali Khan of Mohalla Bhoorkhan
Distt. Pilibhit ... OPPOSITE PARTY
Revision under section 435 CR.

P.C. against the judgement and
order dated 25th September, 1948
by Shri Mahabir Prasad Agarwal,
Special Magistrate 1st class,
Fyzabad, acquitting the accused

opposite party from the charges
under section 298, 500 and 153
I.P.C.

.....

Fyzabad Criminal Revision No. 58
of 1948 Sirajul Haq and Another

V/S

Hashmat Ali

O R D E R

This is a revision application
against the order dated 25th Sept.
1948, passed by Shri Mahabir Prasad
Agarwal, Special Magistrate First
Class, Fyzabad, acquitting the
accused, Hashmat Ali of the offence
under section 298, 500 and 153
I.P.C.

On June 12, 1946, applicants
Abdul Hamid Khan, Sirajul Haq and
Habibullah, residents of Qasba

Bhadrasa, Police Station, Pura Qalandar, who are Hanfi Musalmans filed a complaint for offences under sections 298, 500 and 153 A, against the opposite party (accused Hashmat Ali, a resident of Pilibhit on the allegations that he posed as an Alim and a follower of Barelvi ideas, that in order to create dissensions among different sects in the Muslim community in the town of Bhadrassa, he used filthy language against those Muslims who do not follow him, that he had been staying in Bhadrassa for about a month during which period he had been propagating his ideas by delivering lectures and making speeches in which, he used insulting

language against the complainants and Ulmas they follow and respect, and that on the 8th June, 1946, between 9 and 12 o'clock at night, the accused delivered a speech during which, in order to injure the religious feelings of the complainants, he used insulting and abusive language in a public gathering by saying :-

"That Molvi Ashraf Ali, Molvi Mohammed, Molvi Khalil Ahmad, Molvi Abdul Shakoor, and Molvi Abdul Rashid were Kafirs, Murtads and Bedin (Apostates), that he also said during the same speech that the complainants and one Mohammed Arif, residents of Bhadrasa, were

wahabis, Murtads, Kafirs, Bedeen and Deo-ke-Bande, that in addition to this speech, the accused had been trying that his followers should not mix up with people, holding different ideas, that there should be no inter marriages between them and that his followers should specially boycott the people who do not follow him, that this speech of the accused had harmed the reputation of the complainants and their Ulmas and was defamatory and that, Abdul Hamid Khan, one of the complainants, had already made a report (First Information Report) at Police Station, Pura Qalandar, against the accused.

The accused pleaded not guilty and denied to have delivered any such speech at Bhadrasa on the 8th June, 1946, as alleged by the complainants. He also denied to have used the words, objected to, by the complainants. He stated that before 7th June, 1946, he had delivered a few lectures at Bhadrasa, which he had quoted various passages from different books in which, the Alims named in the complaint, had been declared by Fatwas to be Kafir, Murtad, Bedeen, Deo-ke-Bande, and Wahabis, that what he told the audience, were not his own words, that he did not even recognise the complainants who were not known to him, and that, on 7th June, 1946,

there was an agreement between the two parties of Muslims, holding different views in religious matter nor have any religious discussions for 15 days within Qasba Bhadrasa without the previous sanction of the District Magistrate.

Notes of the lectures, delivered by the accused before 7th June, 1946 at different places in the town of Bhadrasa, have been filed by the accused himself (Ex-D7).

On the evidence, produced before him by the parties, the learned Magistrate, firstly held that the accused did not deliver any lecture on the 8th June, 1946, which was the cause of action for the complainants

and the allegations of the complainants about it, were only a got up story. Secondly, he held it was in the previous lecture of the accused that the feelings of the complainants, were injured, because they took certain words of his speech without its context and that the complainants had started a false case against the accused. He, therefore, dismissed the complaint with the remarks that it had been filed to put to disgrace the the accused in the community, because he was a religious preacher and had a good following. The accused was, therefore, acquitted and it is this acquittal which the

Complainants now challenge, as applicants, by means of this revision application.

Having heard the learned counsel of the parties at some length, and having carefully gone through the oral and documentary evidence by the parties, I have come to the conclusion that this revision application, has no force.

The objectionable speech according to the complainants, was delivered by the accused on the 8th June, 1946, with regards to which, it was further alleged that one of the complainants, named Abdul Hamid Khan had already lodged a report at Police Station, Pura-

-Qalandar. But no such report was, either summoned or proved. Further, the complaint was filed on 12th June, 1946, that is, after four days the objectionable speech was made, no explanation of this delay, was given. If the speech complained of, was so inflammatory and insulting to the complainants, as they alleged, they should have lost no time in filing the complaint. According to the other complainant, named Sirajul Haq, the Police and the Chairman of the Town Area of Bhadras having come to the town on 7th June, 1946, had proclaimed that there should be no religious discussions in Bhadrasa without previous sanction of the Magistrate and that

no public meeting may be held there endangering public peace. The learned Magistrate has rightly held that in view of this proclamation, it was not possible for the accused to address any public meeting on the 8th June, 1946, as alleged by the complainants. Further, this very witness, Sirajul Haq has stated that it was 7 or 8 days after the objectionable lecture was delivered by the accused that the complaint which is dated 12th June, 1946, had been filed. Thus the lecture objected to, could not have been delivered by the accused after the 4th or 5th June, 1946. Again, Abdul Hameed Khan, complainant (P.W.2), admitted that

discussion (Manazra), was to take place on 7th June, 1946, but the Police arrived that day and brought an agreement between the parties that there should be no such discourses, where-by the feelings of others may be injured. As stated by this witness, this happened in the evening of the 7th June, 1946, and same night the accused delivered the questionable lecture and next day that is, on the 8th June, 1946, this witness deposed, he lodged the First Information Report in the morning. If this is true, the lecture objected to by the complainants if delivered by the accused at all, was delivered in the night between 7th and 8th June, 1946

With regards to the allegation in the complaint that the accused tried to create sectarian riots, the learned Magistrate after going through the evidence held that it was not due to the accused but rather the complainants themselves were responsible for it because Abdul Hamid Khan, one of the complainants (P.W.2) had himself deposed that there was danger of breach of peace due to discussions (Manazra) and not due to the lecture of the accused. An open challenge for such a religious discourse, had been given by Abdul Hamid Khan himself by a written poster, published on his behalf as well as on behalf of others (Ex. D.1).

(۲۴)

Having given by most careful consideration to the evidence and probabilities, I am constrained to agree with the trial Magistrate that the occurrence as alleged in the complaint did not take place on 8th June, 1946 and that the prosecution case was entirely a got-up story brought about by the religious fanatic like Abdul Hamid Khan complainant and others. The findings of the learned Magistrate resulting in the acquittal of the accused are correct and justified on the evidence adduced by the parties. On behalf of the applicants on illegality or impropriety of the finding given by the Magistrate or

(۲۶۲)
any irregularity of any proceedings during the trial of the case, were pointed out to me.

In fact, this application which was argued just like an appeal on behalf of the applicants, is without any force and is dismissed.

(Sd/-) Y. A. R I Z V I

Session Judge,

28- 4- 1949

TRUE COPY

Sd/-

Head Copyist

District and Session Judge's

Court, FAIZABAD.

Dated: 5th May, 1949.

اہل بصیرت کے نزدیک وہ باہیوں کا یہ استغاثہ حقیقت میں حسام الحرمین کے خلاف ایک خطرناک منصوبہ تھا انھوں نے پوری کوشش کے ساتھ حسام الحرمین پر ایسی ضرب کاری لگانا چاہی تھی جس سے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کچل کر رہ جائے۔ اور قانون حکومت کا آہنی پنجہ دنیا کے سنیت کے شیرِ حشمت علی کو اپنی گرفت میں لے لے۔ تاکہ دین کے ڈاکو دن و ہاڑے مسلمانوں کا ایمان و اسلام بے خوف و خطر ہو کر لوٹتے پھریں لیکن دین اسلام کے محافظ حقیقی اللہ تعالیٰ نے نہ صرف وہ باہیوں کے خطرناک منصوبے کو ناکام بنا یا بلکہ ایسا کھلا ہوا کرم فرمایا کہ دنیا کے سنیت کا شیر قانون کے چنگل میں پھنسنے سے بال بال بچا اور حسام الحرمین کے اعلانِ حق سے کورٹ اور کچہری کے در و دیوار گونج اٹھے۔ اور اردلی، نقل نویس، پیشکار، وکیل، منجھتا، بیرسٹر، مجسٹریٹ، جج اور دیگر عوام و خواص حاضرین اجلاس بھی اچھی طرح واقف ہو گئے کہ پیشوایان وہابیہ مولوی تھانوی مولوی گنگوسی وغیرہ اسلامی فتویٰ سے کافر و مرتد بے دین قرار پا چکے ہیں اعلیٰ حضرت کا فتوائے مقدس حسام الحرمین دنیا کے سنیت کی گردنوں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے احسانِ عظیم ہے۔ اسی مقدس فتویٰ نے وہابیوں کے باطل استغاثے کی جڑ کاٹ کر پھینک دی۔

تو جس طرح دن دوپہر میں سورج کے ہونے کو جھٹلایا نہیں جاسکتا یونہی اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام شاہ احمد رضا کے فتوائے مقدسہ علمائے مکہ و مدینہ کی تصدیقات ہند کے تمام علمائے اہلسنت کی شہادت و نمایندہ وہابیہ کے تائیدی بیانات اور مجسٹریٹ و جج کے فیصلہ جات کو بھی جھوٹا قرار نہیں دیا جاسکتا اب ان سب پر روشن حقائق کے ہوتے ہوئے حسام الحرمین کی حقانیت سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جس کا دماغ ناحق طرفداری کے دباؤ سے بوجھل وراس کا دل اندھا دھند محبت سے اوندھا ہے۔

مکفر المرتدین

خدا نے تعالیٰ کا وہ برگزیدہ بندہ جس کا نیرۃ قلم یادگار زوالفقار، جس کا ایک جمہ صولت فاروقی کا پر تو جس کے مبارک نام کی ہیئت سے بے دینوں کے کلیجے شق ہو جاتے تھے۔ جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سچا عاشق سیدنا نعتوث اعظم کا سچا نائب سلطان الہند خواجہ عرب نواز کا سچا جانشین، اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کرنے والا کفر کے قلعوں کو ڈھا دینے والا جب اس نے اپنی شمشیر خارا شکاف سے اللہ قدوس و سلوٰح کی چادر عظمت پر کذب و عیب کا دھبہ لگانے والوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں صریح گالی لکھنے والوں مسئلہ ختم نبوت کا انکار کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تو وہابیوں دیوبندیوں ندویوں وغیرہ نے اس جلیل القدر مومنین کے خلاف اقرار و بہتان کا طوفان کھڑا کر دیا۔ اور عام مسلمانوں کو بھڑکانے کے لئے کتابوں رسالوں اخباروں میں شور مچا دیا کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا مکفر المسلمین ہیں بات بات پر مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں حالانکہ اعلیٰ حضرت نے کسی بھی مسلمان کو کافر نہیں بنایا بلکہ جو بھوٹے مکار مرتد اپنے کو مسلمان کہلو اتے رہے ایسے مسلمان کہلانے والوں کو کافر بتایا اعلیٰ حضرت کے خلاف یہ شور و منگامہ اس لئے برپا کیا گیا تاکہ پیشوا پان دہا بیہ کے صریح کفریات قطعیہ مسلمانوں کے ذہن سے اوجھل ہو جائیں اور کوئی مسلمان ان کو کافر و مرتد نہ سمجھے

بلکہ ان کے نمائشی تقویٰ و طہارت سے متاثر ہو کر ان کا معتقد بنا رہے۔ مولوی عبد الرزاق ملیح آبادی اعلیٰ حضرت کے خلاف بہتان طرازی میں اپنا زور قلم دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

۔۔۔ یاد رہے، مولانا امام احمد رضا خاں صاحب اپنے اور اپنے معتقدوں کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابو جہل و ابو لہب سے بھی بڑھ کر اکفر سمجھتے تھے۔ (ذکر آزاد ص ۱۲۱)

حالانکہ تقویۃ الایمان میں بانی و ہابیت مولوی اسماعیل دہلوی نے بات بات پر عام مسلمانوں کو کافر اور ابو جہل کے برابر مشرک لکھا تھا اس پر اعلیٰ حضرت نے الامن والعلیٰ، لکھنے والے کتبہ الشہابیہ وغیرہ کتابوں میں مولوی اسماعیل کا سخت رد فرمایا اور قرآن و حدیث سے ثابت کیا کہ جن عزیز مسلمانوں کو مولوی اسماعیل مشرک بناتے ہیں وہ ہرگز کافر و مشرک نہیں بلکہ مسلمان ہیں، ملیح آبادی کا اصل مقصد یہ ہے کہ جب عام مسلمانوں کے ذہن و دماغ میں یہ بات پیوست ہو جائے گی کہ اعلیٰ حضرت دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر سمجھتے تھے۔ تو پھر ان کے دل میں آپ ہی آپ یہ بات کھٹی خوب جم جائے گی کہ منکرین ضروریات دین پر اعلیٰ حضرت نے کفر و ارتداد کا جو فتویٰ دیا ہے وہ ہرگز قابل اعتماد نہیں۔

دیدہ بصیرت کے جن ناداروں کے خیال میں صرف مولوی گنگوہی نانوتوی، تھانوی، ایشی اور ان کے کفری عقائد کی حمایت کرنے والے ہی دنیا بھر کے مسلمان ہیں ان سے کسی بہتان کے متعلق ثبوت اور دلائل کا مطالبہ کرنا بالکل بیکار سی بات ہے۔

رئیس احمد ندوی جو روزنامہ خلافت بمبئی کے از ۱۹۳۴ء تا ۱۹۳۹ء چیف ایڈیٹر اور روزنامہ ہندوستان بمبئی کے از ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۲ء مینیجر اور ایڈیٹر اور روزنامہ زمیندار لاہور کے از ۱۹۵۲ء تا ۱۹۵۵ء چیف ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔ ناول نگاری کی دنیا میں بڑے ہونہار صاحب قلم کہلاتے ہیں اعلیٰ حضرت

کے خلاف ان کی زیرِ افشانی ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ۔

۔۔۔۔۔ مولانا احمد رضا بریلوی نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے خلاف ۷۲ وجوہ پر مشتمل کفر کا فتویٰ دیا جس میں ایک وجہ یہ تھی کہ ان کا نام عبدالباری ہے لوگ انھیں باری میاں کہتے ہیں اگر ان کا نام عبداللہ ہوتا تو لوگ انھیں اللہ میاں کہتے ہیں۔ لہذا (مولانا عبدالباری) کافر!۔۔۔۔۔

(آزادی ہند مصنفہ رئیس احمد ص ۱۸۹)

اللعنة الله على الظالمين . اس ناول نگار ندوی نے تو بہت تان

بازمی اور فرار سازی میں اپنے قلم کا لوہا منوایا۔

یہ صحیح ہے کہ جب خلافت کمیٹی اور اس کے آزاد خیال لیڈروں کی حمایت میں مولانا عبدالباری صاحب مرحوم فرنگی محلی سے قولاً و تحریراً خلاف شرع امور صادر ہوئے جن میں بعض کفر و ضلال پر اور بعض معصیت پر مشتمل تھے تو ضرور اعلیٰ حضرت نے ان مشتمل بر کفر و معصیت امور کا رد و طرفہ فرمایا اور اپنے متعدد مفاوضات عالیہ یعنی خطوط کے ذریعہ مولانا موصوف کو ان امور کی شناعت و قباحت سے آگاہ کیا اور ان سے حسب حکم شرع توبہ و رجوع کا مطالبہ فرمایا۔ چنانچہ مولانا موصوف نے اخبار ہمدوم بابت ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ ہجری یوم جمعہ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۲۱ء صفحہ تین کا لسم چہارم میں حسب ذیل توبہ نامہ بھی شائع کیا ملاحظہ ہو۔

” میں نے بہت گناہ دانستہ کئے اور بہت سے نادانستہ سب کی توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں نے امور قولاً و فعلاً و تقریراً و تحریراً بھی کئے ہیں جن کو میں سیاست و خلافت کی رو میں بہ جانے کے باعث گناہ نہیں سمجھتا تھا مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ان کو کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا ان سب سے اور ان کے مانند امور سے جن میں میرے مرشدین اور مشائخ سے میرے لئے کوئی قدوہ نہیں ہے محض مولوی صاحب موصوف پر اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں

اے اللہ! میری توبہ قبول کر — فقیر عبد الباری عینی عنہ

دیکھئے مولانا عبد الباری صاحب مرحوم سے جو امور مل بر کفر و ضلال صادر ہو گئے تھے اور خلافت کمیٹی سے گہری دلچسپی رکھنے کے باعث خود انکو احساس نہ ہو سکا تھا کہ یہ امور مل بر کفر و ضلال ہیں۔ لیکن بایں ہمہ چونکہ مولانا موصوف کو اعلیٰ حضرت کی ذات گرامی پر پختہ اعتماد تھا اس لئے انھوں نے ان سب امور سے توبہ کی اور ہمدم اخبار میں اپنا توبہ نامہ بھی چھپوا دیا۔

مولانا عبد الباری صاحب سے صادر شدہ جن امور کے متعلق اعلیٰ حضرت نے کفر و ضلال ہونے کی تصریح کی ہے اور جو "الطاری الداری" میں بالتفصیل مذکور ہیں ان میں سے کسی ایک امر کو بھی ندوی صاحب نے ہاتھ نہیں لگایا جس کا معنی یہ ہے کہ ندوی صاحب بھی خوب سمجھتے ہیں کہ جن امور کے متعلق اعلیٰ حضرت نے کفر و ضلال ہونے کی تصریح کر دی ہے وہ واقعی کفر و ضلال ہیں اور ان کو کسی طرح مطابق شریعت ثابت نہیں کیا جاسکتا لیکن چونکہ خلافت کمیٹی کے سرکاری پیشوا مولانا عبد الباری صاحب سے اعلیٰ حضرت نے توبہ لیکر خلافت والوں کی تمکنت پر ایک کاری ضرب لگائی تھی۔ اس لئے دل کے پھپھولے پھوٹنے کے لئے ناول نگار رئیس احمد صاحب نے ندویت کا بسولا ہاتھوں میں لیا اور اس سے اعلیٰ حضرت کے اس مواخذہ شرعیہ کی جو باری میاں سے متعلق تھا خوب کاٹ چھانٹ کی اور اپنے قلم سے مواخذہ مذکورہ کی ایسی تصویر کھینچ دی کہ بڑے بڑے کہنے مشق بہتان طرازوں کو بھی دیکھ کر پسینہ آجائے اور پھر اپنے قلم سے گڑھی ہوئی عبارت کو اعلیٰ حضرت کا فتویٰ ٹھہرا دیا۔

اب ہم ندوی صاحب کی بہتان طرازی کو کیفر کردار تک پہنچا دینے کے لئے ذیل میں اعلیٰ حضرت کے چہارہم مفادضہ عالیہ سے وہ عبارت من وعن نقل کرتے ہیں جس میں اعلیٰ حضرت نے باری میاں سے متعلق مواخذہ شرعیہ

فرمایا ہے تاکہ دوست و دشمن سب دیکھ لیں کہ اعلیٰ حضرت نے مولانا عبدالباری مرحوم کو کافر کہا ہے یا ان کی شرعی گرفت فرمائی ہے۔ اعلیٰ حضرت اپنے چہارہم مفاوضہ عالیہ بنام مولانا عبدالباری میں تحریر فرماتے ہیں۔

۔۔۔ لوگ جناب کو باری میاں سے تعبیر جناب کے تیجے کرتے ہیں جناب کے منہ پر کرتے ہیں جناب انکار نہیں فرماتے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ باری میاں کہہ کر لوگ جناب کو پکارتے ہیں اور آپ بولتے ہیں عبدالباری سے باری ہو گئے۔ وہ دیکھنے والے، جہاں اگر اپنے جہل کے سبب معذروں جناب تو اپنے منہ بہت بڑے مجدد مدرس ہیں آپ کے لئے سوا اپنی الوہیت تسلیم کرنے کے اور کیا محمل ہے۔ "باری" یقیناً آپ کے نام (عبدالباری) کا اختصار ہے جیسے لوگ عبدالماجد کو ماجد کہتے ہیں۔ اور آپ کے نام میں "باری" یقیناً اسمائے حسنی سے بمعنی خالق کل ہے۔ پھلے سے اسم شریف عبداللہ نہ ہو اور نہ اللہ میاں کہلواتے اور اس پر بولتے۔۔۔ (الطاری الداری حصہ سوم ص ۲۹ مطبع حسنی بریلی) ندوی صاحب مفاوضہ عالیہ کی عبارت مذکور بالا کا پہلے ایک ایک جملہ ٹول لیں پھر بتائیں کہ اعلیٰ حضرت نے کون سی سطر میں یہ فتوائے شرعی صادر فرمایا ہے کہ

"مولوی عبدالباری کا نام عبدالباری ہے لوگ انھیں باری میاں کہتے ہیں اگر ان کا نام عبداللہ ہوتا تو لوگ انھیں اللہ میاں کہتے لہذا مولوی عبدالباری کافر ہیں"

سخت تعجب ہوتا ہے کہ جو نادار مؤاخذہ شرعی اور فتوائے شرعی میں فرق و امتیاز کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے وہ اعلیٰ حضرت کی تحریرات پر تنقید کرنے کی جرات کیوں کرتے ہیں بس اب تو سب پر واضح ہو گیا کہ جس احمد صاحب ندوی نے طبع زاد کفر کذب و افتراء پر مشتمل فتویٰ لکھا کہ خلافتِ کمیٹی

کا حق نمک ادا کیا ہے۔

رئیس احمد صاحب ندوی اعلیٰ حضرت کے خلاف اور بھی قسم کے بہتان گڑھ سکتے تھے لیکن انھوں نے بوگس قسم کا یہ بہتان اس لئے ایجاد فرمایا ہے تاکہ ان کی کتاب کا پڑھنے والا ہر شخص فیصلہ کر لے کہ اعلیٰ حضرت کا قلم بالکل بے لگام تھا۔ اعلیٰ حضرت کی تحریروں میں کوئی وزن نہ تھا اور اعلیٰ حضرت واقعی بلا وجہ کفر کا فتویٰ صادر کر دیا کرتے تھے۔ معاذ اللہ منہ۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ جب اعلیٰ حضرت نے اٹل پہاڑ کی طرح جم کر دہائیوں دیوبندیوں، نیچریوں، ندویوں، غیر مقلدوں وغیرہ باطل پرستوں گمراہ گروہوں کا رد و ابطال کیا ان کی گمراہیوں، بدعتوں اور فتنوں کو بے نقاب فرمایا۔ تو ان دشمنان دین نے آپس میں سازش کی اور اپنا بخارا اتارنے کے لئے اعلیٰ حضرت کی شخصیت کو ہر طرح سے کنگھالا آپ کے چال چلن کی کڑی نگرانی کی آپ کی کتابوں کو ٹوٹا تحریروں کا ایک ایک جملہ پرکھا لیکن یہاں انھوں نے صرف یہی پایا کہ دین پاک کا یہ مجدد اگر ایک طرف تقدیس الہی کا خطبہ پڑھ رہا ہے۔ عظمت مصطفیٰ کا نغمہ سن رہا ہے۔ عزت انبیاء کا گن گار رہا ہے مذہبی ڈاکوؤں کی سرکوبی کا سامان تیار کر رہا ہے۔ تو دوسری طرف حفاظت دین کا درس دے رہا ہے حمایت اسلام کا سبق پڑھا رہا ہے۔ بدعتوں اور گمراہیوں کو مٹا رہا ہے۔ مردہ سنتوں کو زندہ کر رہا ہے بشریعت مقدسہ کے احکام کو عملی جامہ پہنا رہا ہے۔ دنیائے اسلام میں کتاب و سنت کی سچی تعلیم پھیلا رہا ہے۔

پھر جب ان لوگوں کو اعلیٰ حضرت کے خلاف کوئی واقعی مسالانہ مل سکا تو مجبور ہو کر بہتان طرازی، افتراء پر دازی اور الزام تراشی پر اتر آئے اور مشہور کر دیا کہ مولانا احمد رضا تو مکفر المسلمین تھے بلا وجہ مسلمانوں کو کافر کہتے تھے حالانکہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف مقدسہ شاید عدل ہیں کہ جو لوگ ضروریات

دین کا انکار کر کے خود ہی کافر و مرتد ہو چکے تھے لیکن اپنی منافقت کی وجہ سے اپنے کو مسلمان کہلاتے رہے ان مرتدوں کے کفر و ارتداد کو اعلیٰ حضرت نے منظر عام پر کر دیا اور حکم شریعت اسلامیہ ان کے کافر ہونے کا فتویٰ شائع کیا لہذا اعلیٰ حضرت مکفر المسلمین نہیں بلکہ مکفر المرتدین تھے۔

پھر مکفر المسلمین کون ہے؟

اب لگے ہاتھوں زبانی نہیں بلکہ ثبوت و دلائل کے کانٹے پر یہ بتا دینا بہت ضروری ہے کہ کون کون سے حضرات مکفر المسلمین گزرے ہیں جو ناحق بلا وجہ صرف اپنی تنگ نظری کے باعث بے چارے مسلمانوں کو بے دھڑک کافر و مشرک کہتے رہے۔

وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں، نیچریوں، مودودیوں اور نارویوں کے پیشوا اے اعظم محمد بن عبدالوہاب نجدی نے کتاب التوحید میں دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک بناتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

۔ فَاِنَّا نَرَىٰ عَامَةً مَّوْمِنًا هٰذَا الزَّمَانُ مَشْرُكًا

تو بے شک ہم اس زمانے کے سب مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں۔

(کتاب التوحید برسیف الجبار ص ۶۳ مطبوعہ ۱۲۹۳ھ)

باطل پرستوں کا یہ چودھری ان مسلمانوں کے متعلق جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو اپنا شفیع اور مددگار سمجھتے ہیں کہتا تھا کہ یہ لوگ نبی اور صحابہ کے پیغمبر ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ۔

فَوَاحِدٌ يَعْبُدُ النَّبِيَّ وَمَتَّبِعِيهِ حَيْثُ يَعْتَقِدُهُمْ شَفَعَانَهُ، وَادْبَاعُهُ

وَهٰذَا قَبْحُ النِّوَاعِ الشُّرُوكِ — (کتاب التوحید برسیف الجبار صفحہ ۶۳)

یعنی کوئی (مسلمان) تو نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور ان کے صحابہ کو پوجتا ہے اس طرح کہ وہ ان حضرات کو اپنا شفیع اور مددگار سمجھتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یا صحابہ کو اپنا شفیع و مددگار سمجھنا بدترین شرک ہے (معاذ اللہ) مودودیوں کا پیشوا محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتا ہے کہ۔

• — فقد ثبت بالنصوص القرآنية ان من اعتقد النبي وغيره

وَلَيْتَهُ فَهُوَ وَابُو جَهْلٍ فِي الشَّرِكِ سَوَاءٌ

بے شک قرآن کے کھلے ہوئے اشاروں سے ثابت ہو چکا ہے کہ جو (مسلمان) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسروں کو اپنا مددگار سمجھتا ہے تو وہ ابو جہل کے برابر مشرک ہے۔

• — (کتاب التوحید بحوالہ سیف الجبار ص ۶۹)

حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یوں ارشاد فرماتا ہے

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ
الزَّكَاةَ وَهُمْ سَائِكُونَ یعنی (اے مسلمانو!) تمہارا مددگار صرف اللہ اور اس کا رسول ہے اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے زکوٰۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔ یہاں صریح طور پر قرآن مجید نے سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اللہ کے نیک بندوں کو مسلمانوں کا مددگار قرار دیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے سے آج تک ائمہ عظام، اولیائے کرام اور مسلمانان عالم کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتے اور یا رسول اللہ پکارتے ہیں۔ چودھری محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتا ہے کہ۔

فمن قال يا رسول الله اسئلك الشفاعة يا محمد ادع الله في قضاء حاجتي
يا محمد اسئلك الله بك واتوجه الى الله بك وكل من ناداه فهو اشرك شركا اكبر
یعنی جس کسی مسلمان نے کہا یا رسول اللہ میں حضور کی شفاعت

مانگتا ہوں یا نبی اللہ میری حاجت پوری ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو مجھے
 یا رسول اللہ میں حضور کا واسطہ دے کر اللہ سے مانگتا ہوں اور حضور کے وسیلے سے اللہ کی
 طرف متوجہ ہوتا ہوں وہ بہت بڑا مشرک ہے اور جتنے مسلمان بھی حضور کو پکارتے
 ہوں وہ سب بہت بڑے مشرک ہیں۔ — کتاب التوحید برسیف الجبارہ ص ۹۲
 حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نابینا کو دعائے تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے۔
 اللهم اني اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد بنى الرحمة يا محمد ان
 اتوجه بك الى ربي في حاجتي هذه ليقضى لي اللهم فشفعه في۔

الہی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وسیلے سے جو مہربانی کے نبی ہیں یا رسول اللہ میں حضور
 کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری
 حاجت روا ہو۔ الہی انھیں میرا شفیع کر ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما
 ما رواه النسائي والترمذي وابن ماجه وابن خزيمة والطبراني و
 المحاكم والبيهقي عن سيدنا عثمان بن حنيف رضى الله تعالى عنه
 وقال الترمذي حسن غريب. وقال ابن ماجه والطبراني والبيهقي صحيح
 وقال المحاكم صحيح على شرط البخاري والمسلم وجعل الامام حافظ الحديث
 ذكي الدين عبد العظيم المنذري وغيره من ائمة النقد تصحيحه ثابتاً
 (الامن والعلیٰ)

نجدیت کے متوالو! ويكھ لو یا رسول اللہ پکارنے اور اپنی ذات اقدس کو
 بارگاہ الہی میں وسیلہ بنانے کا حکم خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے دیا ہے۔

ندویوں کا مقتدا لکھتا ہے کہ فكيف حال المشركين الكاذبين الذين
 يسمون ابناءهم عبد الرسول عبد النبي - ۱۲

عہ ملاحظہ ہو امام منذری کی تصنیف الترغیب والترہیب - ۱۲

تو ان جھوٹے مشرکین کا کیسا حال ہے جو اپنی اولادوں کا نام عبدالرسول
عبدالبنی رکھتے ہیں۔ کتاب التوحید برسیف الجبار صفحہ ۱۵۲

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

قُلْ يُعْبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ
اللَّهِ ۚ يَعْنِي (اے پیارے رسول) تم فرماؤ کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی
جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

اس آیت کریمہ میں صاف طور پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عبدالرسول
اور عبدالنسی قرار دیا۔ تو پھر اپنی اولاد کا نام عبدالرسول، عبدالبنی رکھنے والے
مشرک کیوں قرار پائیں گے۔ لیکن یہ بات یہ ہے کہ گمراہ قرآن فہمی کی بصیرت سے
محروم ہیں۔

ملک شام کے مشہور مفتی علامہ سید ابن عابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
شامی جلد ۲ ص ۴۷۸ میں نجدی و ہابیوں کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ
وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم المسلمون وان من خالف
اعتقادهم مشركون۔ یعنی نجدی و ہابی کہلواتے تو رہے اپنے کو حنبلی لیکن ان
کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو لوگ نجدی عقائد کے مخالف ہوں وہ مشرک ہیں۔

دیوبندیوں کے صدر المدرسین حسین احمد صاحب جھنوں نے عرب
میں نجدی و ہابیوں کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ۔

۔ محمد بن عبد الوہاب نجدی کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام
مسلمانان دینا مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان
سے چھین لینا حلال و جائز بلکہ واجب ہے۔ الشہاب ثاقب ص ۱۵۱

ان سب مستند حوالجات نے دن دوپہر کی طرح روشن کر دیا کہ وہابیوں ندویوں،
دیوبندیوں کا پیشوائے اول محمد بن عبد الوہاب دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتا تھا
لہذا پہلا مکفر المسلمین وہابیوں کا چودہری محمد بن عبد الوہاب نجدی ہے۔

دوسرا مکفر المسلمین

تمام وہابیوں و یو بندیوں، غیر مقلدوں، ندویوں اور مودودیوں کے مسلمان پیشوا
مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان ص ۱۵۱ میں لکھتے ہیں کہ۔

•۔۔۔ پھر جو کوئی کسی پر و پیغمبر کو یا بھوت پر می کو یا کسی سچی قبر کو یا جھوٹی
قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو
یا نشان کو یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا
ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے یا جانور چھڑاوے یا ایسے مکالوں میں دور دور سے
قصد کر کے جاوے یا وہاں روشنی کرے غلاف ڈالے چادر چڑھاوے ان
کے نام کی چھڑی کھڑی کرے رخصت ہوتے وقت اٹے پاؤں چلے ان کی قبر کو بوسہ
دیوے، مور پھیل جھلے اس پر شامیانہ کھڑا کرے چوکھٹ کو بوسہ دیوے ہاتھ
باندھ کر التجا کرے مراد مانگے۔ مجاور بن کر بیٹھ رہے وہاں کے گرد و پیش کے
جنگل کا ادب کرے۔ اور اس قسم کی باتیں کرے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔۔۔
تقویۃ الایمان کی عبارت مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ امام ابو ہاشم
اسماعیل دہلوی کے نزدیک۔

۱ :- جو مسلمان کسی نبی یا ولی کی سچی قبر کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو
وہ مشرک ہے۔

۲ :- جو مسلمان کسی نبی یا ولی کی سچی قبر کی زیارت کے لئے دور دور سے
سفر کر کے جائے وہ مشرک ہے۔

۳ :- جو مسلمان کسی نبی ولی کی قبر پر روشنی کرے وہ مشرک ہے۔

۴ :- جو مسلمان کسی نبی ولی کے مزار پر غلاف ڈالے وہ مشرک ہے۔

۵ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کی قبر پر چادر چڑھائے وہ مشرک ہے۔
 ۶ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کے مزار سے رخصت ہوتے وقت ادب کے لئے اٹے پاؤں چلے وہ مشرک ہے۔

۷ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کی قبر کو چوم لے وہ مشرک ہے۔
 ۸ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کی قبر کو مورچیل تھلے وہ مشرک ہے۔
 ۹ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کی قبر پر شامیانہ کھڑا کرے وہ مشرک ہے۔
 ۱۰ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کی چوکھٹ کو بوسہ دے وہ مشرک ہے۔
 ۱۱ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کی قبر پر ہاتھ باندھ کر کچھ عرض کرے وہ مشرک ہے۔

۱۲ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کی قبر پر کسی طرح کی کوئی مراد مانگے وہ مشرک ہے۔

۱۳ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کی قبر کی خدمت کے لئے مجاور بن کر رہے وہ مشرک ہے۔

۱۴ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کے مزار کے ارد گرد کے جنگل کا ادب کرے وہ مشرک ہے۔

یہ ہیں وہابیوں کے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی جنہوں نے تقویت الایمان کے خوفناک وہانے سے کفر و شرک کے گولے برسائے۔ شمار مسلمانوں کو کافر و مشرک بنایا ہے۔ لہذا مکفر المسلمین نمبر دو امام الطائفہ اسماعیل دہلوی ہیں۔



تیسرا مکفر المسلمین

یہ تو شہاب ثاقب کے حوالے سے بیان ہو چکا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار کافر و مشرک ہیں اب حسین احمد صاحب ٹانڈوی کے پیرو مرشد اور تمام دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں کہ۔

۔ — محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے۔ اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ (محمد بن عبدالوہاب) اور ان کے مقتدی (وہابی حضرات) اچھے ہیں۔ — (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۷)

ثابت ہو گیا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے نزدیک مکفر المسلمین محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد عمدہ ہیں اور چونکہ کھلم کھلا چور کی پاسداری کرنے والا بھی قانون کی نگاہ میں چور ہی قرار پاتا ہے اس لئے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد باطلہ کو عمدہ قرار دے کر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی مکفر المسلمین ہوئے لیکن تیسرے درجہ پر کیونکہ مولوی اسماعیل صاحب دیوبندی ان کے اکابر ہیں۔

یہی مولوی رشید احمد صاحب تقویت الایمان کے متعلق لکھتے ہیں کہ۔ — بندہ (رشید احمد گنگوہی) کے نزدیک سب مسائل اس کے (یعنی تقویت الایمان کے) صحیح ہیں اور تمام تقویت الایمان پر عمل کرے۔ — (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۶۲)

نور فرمائیے مولوی رشید احمد صاحب تقویت الایمان پر عمل کرنے کا حکم

دے کر دوسروں کو بھی مکفر المسلمین بننے کی ترغیب دے رہے ہیں۔

پوچھا مکفر المسلمین

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بہشتی زیور حصہ اول ص ۴۵ و ص ۴۶ پر مندرجہ ذیل امور کو کفر و شرک کی باتوں میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔
کسی کو دور سے پکارنا اور سمجھنا کہ اس کو خیر ہو گئی، کسی سے مرادیں مانگنا کسی کے سامنے جھکنا، سہرا باندھنا، علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا یوں کہنا کہ خدا اور سول اگر چاہے تو فلانا کام ہو جائے گا د کفر و شرک ہے۔

بہشتی زیور کی عبارت بالا سے ثابت ہوا کہ مولوی اشرف علی تھانوی کے نزدیک

۱ :- جس مسلمان نے کسی کو دور سے پکارا اور سمجھا کہ اس کو خیر ہو گئی وہ کافر و شرک ہے۔

۲ :- جس مسلمان نے کسی سے مراد مانگی وہ کافر و شرک ہے۔

۳ :- جو مسلمان کسی کے سامنے جھک گیا وہ کافر و شرک ہے۔

۴ :- جس مسلمان نے سہرا باندھ لیا وہ کافر و شرک ہے۔

۵ :- جس مسلمان نے علی بخش حسین بخش عبدالنبی نام رکھا وہ کافر و شرک ہے

۶ :- جس مسلمان نے یہ کہا کہ خدا اور سول اگر چاہیں تو فلاں کام ہو جائے

گا وہ کافر و شرک ہے۔

بہشتی زیور کے حوالہ نے صاف بتا دیا کہ چوتھے درجہ پر مکفر المسلمین مولوی

اشرف علی تھانوی ہیں۔ پھر اگر حقیقت و ہابیت پر غور کر لیا جائے تو بالکل واضح ہو جائے گا کہ ہر وہابی مکفر المسلمین ہے کیوں کہ وہابی وہی تو ہے جو نجدی، دہلوی، گنگوہی، تھانوی وغیرہ کی کتابوں پر ایمان لایا ہے۔

حرمین مقدس میں دوبارہ حاضری

اعلیٰ حضرت ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں حج و زیارت کے شرف سے مشرف ہو چکے تھے۔ حرمین مقدس میں آپ کی دوسری بار حاضری بالکل غیر متوقع طور پر ہوئی۔ پہلے سے کوئی تیاری نہ تھی واقعہ یوں ہے کہ ۱۲۲۳ھ مطابق ۱۹۰۶ء عیسوی میں اعلیٰ حضرت کے برادر خرد مولانا محمد رضا اور آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا مع متعلقین بارادۃ حج بریلی سے روانہ ہوئے اور اعلیٰ حضرت ان حضرات کو لکھنؤ تک پہنچا کر بریلی واپس آگئے لیکن چونکہ تقریر الہی میں اسلام و سنت کی اہم اہم خدشیں اس دفعہ کی حاضری سے متعلق تھیں اس لئے مصلحت خداوندی نے حرمین مقدس کی حاضری کے لئے آپ کے قلب و روح میں ایسا ہیجان پیدا کیا کہ آپ نے پہلے سے بغیر کسی ارادے اور تیاری کے اچانک قصد سفر فرمایا۔ اور ٹرین میں سوار ہونے سے پہلے اپنی روانگی کا ایک تار بریلی اسٹیشن سے بمبئی روانہ کیا جب جمہ کے دن صبح آٹھ بجے بمبئی اسٹیشن پہنچے تو دیکھا کہ حاجی قاسم وغیرہ احباب گاڑیاں لئے موجود ہیں سلام و مصافحہ کے بعد ان لوگوں کا پہلا لفظ یہی تھا کہ حضور اس وقت شہر کو نہ چلیں وقت کم ہے سیدھے قرنطین چلئے ابھی آپ کے اعزہ داخل نہیں ہوئے ہیں۔ کیونکہ کل بروز پچھنبہ جب ڈاکٹر حاجیوں کی آدمی جماعت کو بھپارہ

دے چکا تو دفعۃً اسے سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ اس نے کہا اب باقی لوگوں کا بھپار اکل جمو کو ہوگا۔ اس طرح حضرت مولانا حامد رضا صاحب اور آپ کے دیگر اعزہ باقی رہ گئے۔ لہذا اب سیدھے قرطبہ چلنا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت قرطبہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل کہ آپ کو کبھی جگہ اسی جہاز میں مل گئی جس میں مولانا حامد رضا وغیرہ سفر کرنے والے تھے پھر آپ بمبئی سے اپنے اعزہ ہی کے ساتھ حرمین مقدس کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور مکہ معظمہ حاضر ہو کر تمام مناسک حج کو ادا فرمایا۔

کتاب خانہ حرم اور فاضل جلیل

مولانا سید اسمعیل علیہ الرحمہ

شیخ الدلائل حضرت مولانا شاہ عبدالحق مہاجر مکی دنیائے عرب و ہند میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ ہندوستانی ہیں لیکن آپ کے علم کے انوار مکہ میں چمک رہے تھے۔ تفسیر مدارک التنزیل پر آپ نے سات ضخیم جلدوں میں حاشیہ لکھا ہے جو اکتلیل کے نام سے مشہور ہے۔ جن علمائے حرمین کو شیخ الدلائل مولانا شاہ عبدالحق کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا ان میں فاضل جلیل حضرت مولانا سید اسمعیل مکی بھی ہیں جو حضرت مولانا سید خلیل کے بڑے صاحبزادے ہیں علم و فضل کے پیش نظر آپ کو کتب خانہ حرم کی نظامت کا منصب سپرد کیا گیا اسی لئے آپ محافظ کتب خانہ حرم کے نام سے مشہور تھے۔

اعلیٰ حضرت نے ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں روندوہ میں ایک فتویٰ مرتب فرمایا جس کا نام فتاویٰ الحرمین لرُجف ندوۃ المبین ہے اس میں اٹھائیس سوالات پھر اعلیٰ حضرت کی طرف سے ان کے مدلل جوابات ہیں جب یہ فتویٰ حاجیوں کے

ذریعہ فاضل جلیل مولانا سید اسمعیل اور دیگر علمائے مکہ کی خدمت میں پیش ہوا تو ان حضرات نے اس فتویٰ کو اپنی تصدیقات و تقریبات سے مزین فرمایا اور احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے صلے میں اعلیٰ حضرت کو عظیم و جلیل کلمات سے یاد کیا یہی وہ مقدس فتویٰ ہے جس کے باعث علمائے مکہ خصوصاً مولانا سید اسمعیل فائزبان ہی اعلیٰ حضرت سے کمال عقیدت رکھتے تھے۔ اور آپ کی ملاقات کے لئے مشتاق رہا کرتے تھے۔ اس سال ۱۳۲۳ھ میں جب اعلیٰ حضرت تمام مناسک حج ادا کر کے فارغ ہو گئے تو ایک دن حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کو ساتھ لے کر کتب خانہ حرم میں پہنچے اس وقت مولانا سید اسمعیل کتب خانہ میں موجود تھے لیکن عدم تعارف کے باعث وہ جان نہ سکے کہ اس وقت ہماری عقیدت و محبت کا مرکز و نبیائے سنت کا امام احمد رضا کتب خانہ میں رونق افروز ہے۔

اعلیٰ حضرت نے مولانا اسمعیل سے کچھ کتابیں نکلوائیں اور مطالعہ میں مشغول ہو گئے حاضرین میں کسی نے مسئلہ پوچھا کہ زوال سے پہلے رمی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مولانا سید اسمعیل نے جواب دیا کہ یہاں کے علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ پھر اسی مسئلہ کے متعلق مولانا حامد رضا اور مولانا اسمعیل کے درمیان گفتگو ہونے لگی اس درمیان میں اعلیٰ حضرت سے بھی مسئلہ دریافت کیا گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ زوال سے پہلے رمی کرنا مذہبِ حنفیہ کے خلاف ہے اس پر مولانا اسمعیل نے ایک متداول کتاب کا نام لیا اور بتایا کہ اس میں جواز کو علیہ الفتویٰ لکھا ہے اعلیٰ حضرت نے فرمایا ممکن ہے روایت جواز ہو مگر علیہ الفتویٰ ہرگز نہ ہوگا۔ مولانا اسمعیل علیہ الرحمہ فوراً الماری سے وہ کتاب نکال لائے اس میں دیکھا گیا تو مسئلہ مذکورہ اسی صورت سے نکلا جو اعلیٰ حضرت نے بتایا تھا یعنی اس میں علیہ الفتویٰ کا لفظ نہ تھا مولانا سید اسمعیل نے اعلیٰ حضرت کے متعلق مولانا حامد رضا سے کان میں جھک کر پوچھا کہ یہ کون ہیں اگرچہ وہ مولانا حامد رضا کو بھی جانتے نہ تھے مگر اس

وقت گفتگو انھیں سے ہو رہی تھی۔

مولانا حامد رضا نے بتایا کہ آپ کا نام اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی ہے نام سنتے ہی مولانا اسماعیل اپنی جگہ سے بے تابانہ دوڑتے ہوئے آئے اور شدت خلوص کے باعث اعلیٰ حضرت سے لپٹ گئے پھر تو عقیدت و محبت کا رشتہ اتنا استوار ہوا کہ جب تک اعلیٰ حضرت مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے۔ مولانا سید اسماعیل تقریباً روزانہ اعلیٰ حضرت کی قیام گاہ پر تشریف لائے ان کے کمال اعتقاد کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ ۱۹۲۸ء مطابق ۱۹۱۰ء میں صرف اعلیٰ حضرت کی ملاقات کے لئے خود بریلی تشریف لائے۔

حسام الحرمین جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں آچکا ہے اس میں مکہ اور مدینہ کے تینیس علمائے کرام نے اپنی تصدیقات تحریر فرمائی ہیں انھیں میں مولانا سید اسماعیل بھی ہیں۔ میرے نزدیک ان تینیس علماء میں جو عالم سب سے زیادہ قلم کا دھنی ہے وہ مولانا سید اسماعیل مکی ہیں۔ یہ کہنا بالکل حق بجانب ہے کہ آپ کے ہاں قلم نے ذوالفقار حیدر کرار کا جلوہ پیش کرتے ہوئے بارگاہ رسالت کے بدگویوں کو کھیرے کلڑی کی طرح کاٹ کر پھینک دیا جس کو حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شمشیر آبدار کی کاٹ دینی ہوگی وہ اس ہاں قلمی فاضل کی اس باطل سوز تقریظ کا مطالعہ کرے جو حسام الحرمین میں درج ہے۔

مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری علیہ السلام

اس بار مکہ معظمہ میں اعلیٰ حضرت کی حاضری بلا قصد جس غیر متوقع طور پر ہوئی اس کا بیان سابق صفحات میں ہو چکا اس اچانک حاضری میں حکمت الہیہ کا

انکشاف وہاں پہنچ کر ہوا۔

اعلیٰ حضرت کو لوگوں نے بتایا کہ یہاں وہاں پہلے سے آئے ہوئے ہیں جن میں خلیل احمد ایچی اور ریاست ہند کے بعض وزراء و دیگر امرا بھی ہیں ان لوگوں نے شاہ حجاز شریف علی پاشا تک رسائی پیدا کی ہے شاہی دربار میں مسئلہ علم غیب پر گرما گرم بحثیں جاری ہیں۔ اور مسئلہ علم غیب کے متعلق کچھ پیش سوالات سابق قاضی مکہ رئیس العلماء مولانا صالح کمال کی خدمت میں ہوئے ہیں یہ سن کر اعلیٰ حضرت رئیس العلماء مولانا صالح کمال کے دولت خانہ پر تشریف لے گئے مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے مولانا عبدالاحد بھی ہمراہ تھے۔ رئیس العلماء سے سلام و مصافحہ ہوا پھر آپ نے فصیح و سلیس عربی میں مسئلہ علم غیب پر سلسلہ دو گھنٹے تقریر فرمائی اور اسے آیات و احادیث و اقوال ائمہ سے ثابت کیا اور اس مسئلہ میں وہاں پہ کی جانب سے پیدا کئے ہوئے شبہات و شکوک کا دندان شکن جواب دیا حضرت مولانا صالح کمال اس دو گھنٹے تک ہمہ تن گوش ہو کر اعلیٰ حضرت کے ایمان افروز زبان کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہے جب تقریر ختم ہو گئی تو مولانا صالح کمال چپکے سے اٹھے اور قریب ہی الماری سے ایک کاغذ نکال لائے جس میں مسئلہ علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے اسی میں ایک سوال حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ را میپوری کے اس قول کے متعلق تھا جو انھوں نے اپنی کتاب اعلام الاذکیاء میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں لکھا کہ ہوالاؤل والآخر والظاہر والباطن وهو بکل شیء علیہ اور چہارہ سطر کا اپنا نام تمام جواب اعلیٰ حضرت کو دکھایا اور پھر اسے چاک فرما دیا۔ اور کہنے لگے کہ مکہ معظمہ میں آپ کا آنا اللہ کی رحمت تھا ورنہ مولانا سلامت اللہ را میپوری کے کفر کا فتویٰ یہاں سے جا چکا ہوتا۔

دولتِ میکہ

۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۰ فروری ۱۹۰۶ء کو عصر کی نماز سے فارغ ہو کر
 اعلیٰ حضرت کتب خانہ حرم کی جانب تشریف لے جا رہے تھے جب دفتر کے زینے پر
 چڑھنے لگے تو پیچھے سے آہٹ معلوم ہوئی دیکھا تو رئیس العلماء مولانا صالح
 کمال ہیں سلام و مصافحہ کے بعد دونوں حضرات کتب خانہ کے دفتر میں جا کر
 بیٹھے اس وقت وہاں دیگر علماء کے علاوہ مولانا سید اسمعیل اور ان کے
 برادر گرامی مولانا سید مصطفیٰ نیز ان کے والد ماجد مولانا سید خلیل تشریف
 فرماتے تھے حضرت مولانا صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا جس پر علم
 غیب کے متعلق پانچ سوال تھے۔ یہ وہی سوالات تھے جن کا جواب مولانا
 موصوف نے شروع کیا تھا اور اعلیٰ حضرت کی تقریر سننے کے بعد چاک فرمایا
 انھوں نے وہ پرچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ سوالات وہاں
 نے سیدنا شریف علی پاشا کے ذریعہ پیش کئے ہیں۔ اور آپ سے جواب مقصود
 ہے۔ اعلیٰ حضرت جواب لکھنے کے لئے فوراً تیار ہو گئے۔ اور مولانا سید
 مصطفیٰ سے فرمایا کہ قلم دو ات دیکھئے رئیس العلماء مولانا صالح کمال مولانا
 سید اسمعیل اور مولانا سید خلیل نے فرمایا کہ ہم لوگ ایسا فوری جواب نہیں چاہتے
 جو مختصر ہو بلکہ ایسا مدلل جواب ہو کہ خبیث وہابیوں کے دانت کھٹے ہو جائیں
 اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ اس طرح کے جواب کے لئے کچھ مہلت چاہئے اس
 وقت صرف دو گھڑی دن باقی ہے اس میں کیا ہو سکتا ہے مولانا صالح
 کمال نے فرمایا کل منگل اور پیر سوں بدھ ہے ان دو روز میں آپ جواب
 مکمل فرمادیں اور ہمیں آپ کا جواب جمعرات کو مل جائے تاکہ میں سیدنا شریف

کے سامنے پیش کر دوں اعلیٰ حضرت نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عنایت پر بھر دسا کر کے وعدہ فرمایا شان الہی کہ دوسرے ہی دن بخار نے پھر عود کیا لیکن اسی حالت تپ میں آپ رسالہ مبارکہ دولتِ مکیہ تصنیف کرتے اور آپ کے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا اس کی تہیض کرتے رہے۔ مکہ معظمہ میں یہ بات گونج چکی تھی کہ وہاہی نے علم غیب پر سوالات کئے ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ان کا جواب لکھ رہے ہیں۔ ابھی دولتِ مکیہ کی قسم اول ختم ہوئی تھی جسمیں مسلکِ اہلسنت کا ثبوت ہے اور قسم دوم لکھی جا رہی تھی جس میں وہاہیہ کا رد اور ان کے سوالوں کا جواب ہے۔ کہ اسی اثناء میں حضرت شیخ الخطباء کبیر العلماء مولانا احمد ابوالخیر مرواد کا پیام پہنچا کہ میں چلنے سے معذور ہوں اور رسالہ دولتِ مکیہ سننا چاہتا ہوں اعلیٰ حضرت ان کے یہاں تشریف لے گئے اور رسالے کا جتنا حصہ لکھا جا چکا تھا ان کو سنا دیا حضرت کبیر العلماء بلے اول تا آخر سن کر بہت پسند فرمایا اور یہ خیال ظاہر کیا کہ اس رسالے میں علم خمس کی بحث نہیں آئی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ اس کے متعلق کوئی سوال نہ تھا وہ بولے میری خواہش ہے کہ اس رسالے میں علوم خمس کی بحث کا اضافہ ضرور کر دیا جائے۔ اعلیٰ حضرت نے منظور فرمایا اور رخصت ہوتے وقت تعظیماً ان کے زانوئے مبارک کو ہاتھ لگایا حضرت موصوف نے ہاں فضل و کمال و ہاں کبر سال کی عمر شریف ستر برس سے آگے تھی یہ لفظ فرمائے۔ انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم۔ میں آپ کے قدموں کو بوسہ دوں میں آپ کے جوتوں کو بوسہ دوں۔ پھر وہاں سے اعلیٰ حضرت قیام گاہ پر تشریف لائے اور شرب ہی میں بحث خمس کو بھی بڑھا دیا۔ اب دوسرا دن بدھ کا ہے جب حرم شریف سے صبح کی نماز پڑھ کر آئے تو اتنے میں مولانا سید عبدالحی بن مولانا سید عبدالبکر محدث ملک مغرب کا خادم پیام لایا کہ ہمارے مولانا آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ مولانا سید عبدالحی یہ وہ حلیل الشان فاضل تھے جن کی اس وقت تک چالیس

کتابیں علوم حدیثیہ دینیہ کی مہر میں چھپ چکی تھیں اعلیٰ حضرت نے خیال فرمایا کہ وعدہ میں آج ہی کا دن باقی ہے اور ابھی بہت کچھ لکھنا ہے۔ اس لئے آپ نے معذرت پیش کرتے ہوئے اس خادم سے فرمایا کہ تمہارے مولانا آج کے دن معافی دیں کل میں خود ملاقات کرنے کے لئے آجاؤں گا۔ خادم گنیا اور فوراً واپس آکر اس نے کہا کہ ہمارے مولانا سید عبداللہ صاحب آج ہی مدینہ طیبہ جا رہے ہیں اور ان کے قافلہ کے اونٹ شہر مکہ سے باہر جمع ہو چکے ہیں ظہر کی نماز کے بعد سوار ہو جائیں گے مجبور ہو کر اعلیٰ حضرت نے مولانا سید عبداللہ کو تشریف آوری کی اجازت دیدی چنانچہ وہ تشریف لائے اور اعلیٰ حضرت سے علوم حدیث کی اجازتیں طلب فرمائیں اور لکھو ابیں بعد علمی مذاکرے ہوتے رہے یہاں تک کہ ظہر کی اذان ہوئی بعد نماز وہ عازم مدینہ طیبہ ہو گئے آج کے دن کا زیادہ حصہ یوں خالی گزر گیا اور بخاریا ساتھ ساتھ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل خاص نے عشاء کے بعد دولتِ مکیہ کی تکمیل اور تبلیض سب پوری کرادی اور جمعرات کی صبح ہی کو یہ کتاب حضرت مولانا صالح کمال کے یہاں پہنچا دی گئی۔

رسالہ دولتِ مکیہ اعلیٰ حضرت کی زندہ جاوید کرامت ہے کہ آپ نے بخار کی شدت میں بغیر کسی کتاب کی مدد کے محض اپنی خدا دادیادداشت کے بل پر تفاسیر، احادیث اور کتبِ ائمہ کی اصل عبارتوں کے حوالجات کثیرہ نقل فرماتے ہوئے صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے کی قلیل مدت میں تصنیف فرمایا جس میں حقائق و دقائق معارف و عوارف کے بحرِ خار لہریں مار رہے ہیں اس کے دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ بانگیوں کی سرکوبی کے لئے تازہ دم شکر ہیں رسالہ مذکورہ کا طرزِ تحریر گویا معانی بدیوہ کی پاکیزہ لڑیوں میں عربی ادب کے خوشنما موتی پر وئے ہیں۔

شاہِ حجاز کا دربارِ بروقار

رئیس العلماء مولانا صالح کمال نے ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۰۶ء کو دن ہی میں دولتِ مکینہ کا کامل طور پر مُطالعہ کیا اور شام کو شریف علی پاشا کے یہاں لے کر پہنچے عشر کی نماز وہاں اَوَّل وقت میں ہو جاتی پھر بارہ بجے رات تک شریف علی پاشا کا دربار ہوتا تھا۔ حضرت رئیس العلماء نے دربار میں کتنا پیش کی اور علی الاعلان فرمایا کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا نے وہ علم ظاہر کیا جس کے انوار چمک اُٹھے ہیں اور جو ہمارے خواب میں بھی نہ تھا شریف علی پاشا نے کتاب پڑھنے کا حکم دیا۔ دربار میں دو وہابی احمد فکیہ اور عبدالرحمن اسکوبی بیٹھے تھے انھوں نے دولتِ مکینہ کے ابتدائی مضامین سن کر خوب اندازہ کر لیا کہ یہ کتاب رنگ بدل دے گی اس لیے انھوں نے چاہا کہ بحث میں الجھا کر وقت گزار دیں اور کتاب سننے نہ دیں چنانچہ کتاب پر کچھ اعتراض کیا مولانا صالح کمال نے جواب دیا اور آگے بڑھے انھوں نے پھر ایک مہمل اعتراض کیا حضرت مولانا نے اس کا جواب دے کر فرمایا کہ آپ حضرات کتاب کو سن لیجئے پوری کتاب سننے سے پہلے اعتراض بے موقع ہے ممکن ہے کہ آپ کے شبہات کا جواب کتاب ہی میں ہو اور اگر نہ ہو گا تو میں جواب کا ذمہ دار ہوں اور مجھ سے جواب نہ ہو سکا تو خود کتاب کا مصنف موجود ہے اتنا کہہ کر آگے پڑھنا شروع کیا کچھ دور پہنچے تھے کہ وہابیوں نے پھر ایک اعتراض جڑ دیا کیونکہ ان کا مقصد تو الجھانا تھا اب حضرت مولانا نے شریف علی پاشا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کا حکم ہے میں کتاب پڑھ کر سناؤں اور یہ لوگ بار بار الجھ رہے ہیں اگر آپ

حکم دیں تو میں ان کے اعتراضوں کا جواب دوں یا حکم ہو تو کتاب سناؤں شریف نے فرمایا اِقْرَأْ اَبُو کتاب پڑھئے شاہی فرمان کے بعد اب کون بول سکتا تھا وہابیوں کا منہ سب اٹھا اور حضرت مولانا کتاب سنا تے رہے اس کے دلائل قاہرہ سن کر شریف علی پاشا نے باواز بلند فرمایا۔ اللّٰهُ يُعْطِي وَهُوَ لَا يَمْنَعُونَ اللّٰهُ تَوَانِي حَبِيْبٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُو عِلْمٌ غَيْبٌ عَطَا فَرَمَاتَا هِي اُو رِيه وَا بِيه مَنَعٌ كَرْتِي هِي نَصْفٌ شَبُّ تَاكْ اُو دَهِي كِتَابُ كِي مَضَامِيْنٌ سَنَا كِي جَا حَكِي اب دَر بَار بَر خَا سَت هُو نِي كَا وُقْتٌ اَكِيَا شَرِيْف نِي حَضْرَت مَوْلَانَا صَا لِحْ كَمَا ل سِي فَرَمَا يَا كِي يِهَا ل نَشَانِي رَكْهُ دِي كَحِي اُو رِيه كِتَابُ لَغْل يِي لِي كَر بَالَا خَانِي پَر اَرَام كَرْنِي كِي لِي تَشَرِيْف لِي لِي وَه كِتَابُ بِيه اَنِي سِي كِي پَا س رِي كِي اُو رَا صِل كِتَاب سِي مَتَعَد وِي لِي مَك مَعْظِمِي كِي عِلْمَا كِي كَرَام نِي لِي كِتَاب كَا شِهْرِيه پُو رِي شِهْرِيه پِي لِي وَا بِيو پَر اُو س پُر كِي بَفَضْل تَعَالٰى اِن كِي سَب لُو هِي كُضْدِي پُر كِي مَعْلُو م هُو تَا تَحَا كِي مَنَه پَر بَارِيه نَح رِي هِي مَك مَعْظِمِي كِي بِي جِي وَا بِيو كُو دِي كَحِي تُو اِن سِي تَمَسْخَر كَرْتِي كِي تَم لُو كِ اَب نِي سِي كِي بُو لْتِي تَم هَارِي جُو ش و خَرُو ش كِيو ل رِنُو جِكْر هُو كِي پِيَارِي مَصْطَفِي اَصْلِي اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي لِي عِلُو م غَيْبٌ مَانِنِي وَا لُو كُو كَا فَر كِنَا كِي دَهْر كِيَا تَم هَارَا كِفْر و شُرْك تَم حِي سِي پَر لِيْثَا وَا بِيه جَوَاب دِي تِي كِي مَوْلَانَا اَحْمَد رَضَا نِي دَوْلَتِ مَكِي هِي سِنَطَقِي لَقْرِي رِي بِيه كَر شَرِيْف پَر جَادُو كَر دِيَا هِي ۔



خطرناک منصوبہ

شہر مکہ میں دولت مکہ کے فتح و ظفر کا ڈنکا تو بج ہی چکا تھا اب علمائے کرام نے اس پر دھوم دھامی تقریظیں اور تصدیقیں لکھنی شروع کیں حق کا غلبہ دیکھ کر وہا بیوں کا دل جلتا لیکن بس کچھ نہ چلتا غور و فکر کے بعد انھوں نے پٹے کیا کہ کسی طرح فریب کر کے تمام تقریظات برباد کر دی جائیں۔ چنانچہ وہ سب مل کر حضرت مولانا کبیر العلماء ابو الخیر مرداد کی خدمت میں پہنچے اور کہا کہ دولت مکہ پر ہم بھی تقریظ لکھنی چاہتے ہیں لہذا کتاب منگوا دیجئے وہ سیدھے مقدس بزرگ وہا بیوں کے فریب کو کیا جائیں۔ اپنے صاحبزادے مولانا عبداللہ مرداد کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیجا یہ مولانا عبداللہ حرم شریف کے امام اور اعلیٰ حضرت کے مرید تھے۔ کبیر العلماء مولانا ابو الخیر کا منگوانا اور مولانا عبداللہ کا کتاب لینے کو آنا ہی اطمینان کے لئے کافی تھا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کہ اعلیٰ حضرت اس وقت کتب خانہ حرم شریف میں تھے اور حضرت مولانا اسماعیل بھی وہاں موجود تھے۔ اعلیٰ حضرت کے کچھ بولنے سے پہلے ہی مولانا سید اسماعیل نے ہاشمی جلال کے ساتھ فرمایا کہ کتاب ہرگز نہیں دی جائے گی جو صاحب تقریظ لکھنی چاہتے ہوں وہ لکھ کر یہاں بھیجیں اعلیٰ حضرت نے مولانا سید اسماعیل سے فرمایا کہ مولانا ابو الخیر منگوار ہے ہیں اور ان کے صاحبزادے مولانا عبداللہ حرم شریف کے مرید بھی ہیں لینے آئے ہیں تو ایسی صورت میں انکار کرنا مناسب نہیں گنا بھجوا دینی چاہئے۔ غیظ المنا فقیر مولانا اسماعیل نے فرمایا کہ جو لوگ وہاں جمع

ہوئے ہیں میں انکو جانتا ہوں وہ منافقین ہیں مولانا ابوالخیر مراد کو انھوں نے
دھوکا دیا ہے اس طرح اس ہاشمی فاضل سید اسماعیل کی برکت نے کتاب کو
بفضلہ تعالیٰ وہابیوں کی دست برد سے بچا یا اور ان کے خطرناک منصوبے
کو ناکام بنا دیا۔

گورنر مکہ معظمہ احمد راتب پاشا

جب علی پاشا کے دربار میں دشمنان دین کا منہ کالا ہو گیا ساتھ ہی ان کا
خطرناک منصوبہ بھی خاک میں مل گیا تو انھوں نے اب تیسری کروٹ بدلی ایک
ناخواندہ جاہل شیخ عبدالقادر شیلی کو جو نائب الحرم کہلاتا تھا شیخ معصوم اور احمد
فکیہ وغیرہ نے دجل و فریب کی پٹی پڑھا کر اپنا موافق بنا لیا اور احمد راتب پاشا
کے پاس بھیجا جو اس زمانے میں مکہ معظمہ کے گورنر تھے احمد راتب پاشا
ناخواندہ فوجی آدمی مگر دیندار تھے روزانہ عصر کے بعد کعبہ شریف کا طواف
کرتے وہابیوں نے سوچا کہ علی پاشا ایک ذی علم آدمی تھے کتاب سن کر معتقد
ہو گئے اور یہ بے پڑھا فوجی آدمی ہمارے بھڑکانے سے بھڑک جائے گا
ایک دن کا ذکر ہے کہ جب احمد راتب پاشا طواف سے فارغ ہوئے تو
عبدالقادر نائب الحرم نے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ حضور ایک ہندوستانی
عالم (احمد رضا) نے ہندوستان میں بہت سے لوگوں کے عقیدے بگاڑ
دیئے ہیں اور اب اہل مکہ کے عقیدے خراب کرنے آیا ہے۔ پھر نائب الحرم نے سوچا
کہ گورنریہ کس طرح باور کر چکا کہ ایک ہندوستانی شخص مکہ والوں کے عقیدے بگاڑ دیگا
اس لئے مجبور ہو کر اسے اتنا اور کہنا پڑا کہ شیخ العلماء سید محمد سعید بالبصین

رئیس العلماء مولانا شیخ صالح کمال اور کبیر العلماء مولانا ابوالخیر مرداد وغیرہ اکابر اس ہندوستانی عالم کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان جو بات نائب الحرم نے مجبوراً کہی تھی وہ اس پر الٹی پڑی احمد راتب پاشا نے سخت برہم ہو کر ایک چپت اس کی گردن پر لگائی اور کہا یا خبیث ابن الخبیث یا کلب ابن کلب اذا کان هو کلاباً معدہ فہو یفسد ام یصلح۔ اے خبیث کے بیٹے خبیث اے کتے کے پلے جب یہ بڑے بڑے علمائے کرام اس ہندوستانی عالم کے ساتھ ہیں تو وہ عقیدہ خراب کرے گا باصلاح کرے گا پھر تو وہ نائب الحرم ذلت و رسوائی کے پسینہ میں شرابور ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد سے مولانا سید اسماعیل وغیرہ عبدالقادر شیبلی کو نائب الحرم احمد فگیدہ احمق سفیہ اور معصوم کو مخصوص کہا کرتے تھے۔

رئیس العلماء کی خدمت میں رشوت کی پیشکش

جب رئیس العلماء مولانا صالح کمال علی پاشا کے دربار میں دولت میکہ سنانے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ تو اسی اثنا میں آپ نے شریف علی پاشا سے خلیل احمد ندبھی کے عقائد باطلہ اور ان کی کتاب براہین قاطعہ کا بھی ذکر کر دیا تھا خلیل احمد ندبھی کو جب خبر ہوئی تو آپ کے پاس کچھ انٹرفیساں نذرانہ لے کر پہنچے اور عرض کی کہ حضرت! آپ مجھ پر کیوں ناراض ہیں حضرت مولانا نے فرمایا کیا تم خلیل احمد پوہ بولے جی ہاں میرا نام خلیل احمد ہے۔ آپ

نے فرمایا تجھ پر افسوس — تو نے براہین قاطعہ میں وہ شنیع باتیں کیسے لکھیں ہیں تو تجھے (تقدیس الوکیل میں) زندیق لکھ چکا ہوں اس سے پہلے مولانا غلام دستگیر قصوری لاہوری کتاب تقدیس الوکیل عن توهین الرشید والخلیل لکھ کر علمائے مکہ سے تقریظیں لے چکے تھے اس کتاب پر مولانا صالح کمال کی بھی تقریظ ہے اس میں آپ نے خلیل احمد بیہٹی اور رشید احمد گنگوہی کو زندیق لکھا ہے۔

مولوی ایبٹھی صاحب نے مولانا صالح کمال سے کہا کہ حضرت جو باتیں میری طرف نسبت کی گئی ہیں وہ میری کتاب میں نہیں ہیں لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہاری کتاب براہین قاطعہ چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ اور وہ میرے پاس بھی موجود ہے جب خلیل احمد نے دیکھا کہ اب بھانڈا پھوٹنے والا ہے۔ تو بول پڑے کہ کیا حضرت کفر سے تو یہ قبول نہیں ہوتی۔ حضرت مولانا نے جواب دیا ہوتی ہے پھر آپ نے چاہا کسی مترجم کو بلائیں اور ایبٹھی صاحب کو براہین قاطعہ دکھا کر ان کلمات باطلہ کا اقرار کرا کر توبہ لیں مگر ایبٹھی صاحب رات ہی میں جدہ بھاگ گئے۔ حضرت مولانا صالح کمال نے اس واقعہ کی اطلاع کا خط حضرت مولانا سید ایل کے پاس بھیجا انھوں نے مولانا صالح کمال کا اصل خط اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیج دیا صبح کو جب رئیس العلماء مولانا صالح کمال اعلیٰ حضرت کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور یہ واقعہ خود بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ خلیل احمد ایبٹھی رات ہی میں جدہ بھاگ گیا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ مولانا! آپ نے بھگا دیا۔ رئیس العلماء اظہار تعجب کرتے ہوئے بولے میں نے بھگا دیا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہاں آپ نے تو انھوں نے پوچھا یہ کیونکر؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا

یہ مکمل خط المفوظ حصہ دوم ص ۱۵۵ میں مع اردو ترجمہ منقول ہے۔

کہ جب خلیل احمد نے پوچھا کہ کیا کافر کی توبہ قبول نہیں ہوتی ہے؟ تو اس وقت آپ نے کیا جواب دیا؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے کہا ہوتی ہے! علیحضرت بولے کہ پس آپ کے اسی جملے نے اسے بھگایا۔ آپ کو توبہ جواب دینا چاہئے تھا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی اور توہین کرے اس کی توبہ نہیں قبول ہوتی! انھوں نے فرمایا: واللہ بہ بات تو مجھ سے رہ گئی۔

الانبياء :- بارگاہ رسالت میں گستاخی کرنے والے کی توبہ قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سلطان اسلام بعد توبہ بھی اس کو سزائے موت دے گا یعنی توبہ کرنے کے باعث وہ سزائے موت سے بچ نہیں سکتا لیکن اگر اس نے صدق دل سے توبہ کر لی ہے تو اس کا کفر مٹ جائے گا وہ مسلمان قرار پائے گا۔ مجمع الانہر اور مختار میں ہے: واللفظ له الكافر بسبب نبی من الانبياء لا تقبل توبته مطلقاً۔ جو شخص کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہوا اس کی توبہ کسی طرح قبول نہیں۔ فقہائے کرام کے اس ارشاد کا معنی یہی ہے کہ عدم قبول توبہ صرف حاکم اسلام کے یہاں ہے۔

مولانا عبدالرشید صدیق مفتی حنفیہ

مکہ شریف میں علیحضرت کا قیام متواتر علالت شدیدہ کے باعث ۲۳ صفر ۱۳۲۳ھ تک رہا، علیحضرت کے علم و فضل کا چرچا ہر طرف پھیل چکا تھا زمانہ قیام میں علمائے مکہ نے بکثرت علیحضرت کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں ہر دعوت میں علماء کا مجمع ہوتا علمی مذاکرے ہوتے رہتے علمائے کرام آپ سے سندیں

اور اجازتیں لکھواتے آپ کی قیام گاہ پر صبح سے بارہ بجے رات تک ملاقات
وزیارت کرنے والے علماء وغیرہ کا ہجوم رہتا۔

خود اعلیٰ حضرت دعوتوں کے علاوہ صرف چار حضرات تھے: ^{تیس} العلماء مولانا
صالح کمال، شیخ العلماء مولانا سید محمد سعید بابصیل، شیخ الدلائل مولانا
عبداللہ حق مہاجر مکی اور کتب خانہ میں مولانا سید اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے
پاس تشریف لے جایا کرتے باقی دوسرے علمائے کرام اور یہ حضرات مولانا
صالح کمال، مولانا محمد سعید، مولانا اسماعیل اعلیٰ حضرت کی فرودگاہ پر تشریف
لے آتے۔ شیخ الدلائل مولانا شاہ عبداللہ حق علیہ الرحمہ جن کو مکہ شریف میں
سکونت اختیار کئے ہوئے چالیس سال سے زائد ہو چکے تھے اس عرصہ
دراز میں کبھی تشریف مکہ کے یہاں بھی تشریف نہ لے گئے لیکن بائیس سال
قبض و کمال آپ اعلیٰ حضرت کی قیام گاہ پر دو مرتبہ تشریف لائے الغرض حضرت
مولانا عبداللہ بن صدیق جو اس وقت مفتی حنفیہ تھے ان کے علاوہ پورے
شہر مکہ میں ایسا کوئی عالم نہ تھا جو اعلیٰ حضرت کی ملاقات و زیارت کو نہ آیا ہو۔
مفتی حنفیہ کو ان کے جلیل القدر منصب نے اعلیٰ حضرت کی قیام گاہ پر تشریف
لانے سے روکا۔ کیونکہ وہاں مفتی حنفیہ کا منصب شاہ حجاز شریف سے دوسرے
درجہ پر سمجھا جاتا تھا لیکن اعلیٰ حضرت کے علمی کمالات کو سن سن کر ان کا
اشتیاق مذاقات بڑھتا ہی رہا۔ یہاں تک کہ ایک دن انھوں نے اپنے
ایک شاگرد خاص کو بھیجا ان کے شاگرد نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں
گزارش کی حضرت مفتی حنفیہ مولانا عبداللہ نے بعد سلام فرمایا ہے کہ میں آپ
کی زیارت کا بہت مشتاق ہوں۔

اس وقت اعلیٰ حضرت کے پاس مولانا سید اسماعیل بھی تشریف فرما تھے
اعلیٰ حضرت نے چاہا کہ مفتی حنفیہ کے یہاں جانے کا وعدہ کر لیں کہ اتنے میں مولانا
سید اسماعیل نے فوراً روکا۔ اور فرمایا خدا کی قسم یہ ہرگز نہ ہوگا تمام علمائے

کرام خود ملنے آتے ہیں وہ کیوں نہیں آتے۔ اعلیٰ حضرت اس شہزادہ ہاشمی کی قسم کے باعث مجبور ہو گئے اور وعدہ نہ کر سکے لیکن تقدیر الہی میں ایک نئی شان سے ملاقات ہونا مقدر تھا۔

واقعوں ہے کہ اسی زمانے میں مولانا عبداللہ مرواد امام حرم شریف اور مولانا حامد محمد احمد جدوی نے نوٹ کے متعلق اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ایک استفتا پیش کیا جس میں بارہ سوال تھے اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں مبسوط کتاب بنام کفل الفقیدہ الفاہم فی احکام قرطاس الدر اہم تصنیف کرنی شروع کی جو بفضلہ تعالیٰ ۲۳ محرم ۱۳۲۳ھ کو مکمل ہو گئی پھر یہ کتاب تبیین کے لئے کتب خانہ حرم میں حضرت مولانا سید مصطفیٰ کے پاس بھجوائی گئی کیونکہ مولانا موصوف نہایت خوشخط عالم تھے۔

۴ صفر ۱۳۲۳ھ کو اعلیٰ حضرت کفل الفقیدہ کے مبیضہ کی تصحیح کے لئے کتب خانہ حرم میں گئے دیکھا کہ ایک شاندار عالم بیٹھے ہوئے کفل الفقیدہ کا مطالعہ کر رہے ہیں جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں اعلیٰ حضرت نے فتح القدر سے یہ عبارت نقل فرمائی کہ لَوْ بَاعَ كَاغِذَةً بِأَلْفِ بُحُورٍ وَلَا يَكْفُرُ يَعْنِي أَلْفٌ كَوْنِي شَخْصٍ أَيْ كَاغِذًا كَمَا تَكْرَاهِي رُوِي فِي مِثْلِهِ تَوْبًا كَرَاهِيَةً جَانِبًا — تو پھر کٹ اٹھے اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر بولے اے ابن جمال بن عبد اللہ من هذا النص المصریح حضرت جمال بن عبداللہ اس نص صریح سے کہاں غافل رہ گئے۔

جب گزشتہ زمانے میں حضرت مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی علیہ الرحمہ مفتی حنفیہ تھے تو ان سے بھی نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا انھوں نے جواب میں لکھا کہ علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے۔ مجھے اس کے جزئیہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں۔

موجودہ مفتی حنفیہ مولانا عبداللہ بن صدیق کا اشارہ انھیں کی جانب

تھا پھر مولانا عبداللہ کو کوئی مسئلہ دیکھنا تھا اس کے لئے کتابیں نکلوائیں اور ان کی عبارتیں نقل کرنی چاہتے تھے ادھر اعلیٰ حضرت کفل الفقہ کے مبیفہ کو اصل سے ملانے میں مشغول ہوتے۔ اس وقت تک نہ اعلیٰ حضرت نے مولانا عبداللہ علیہ الرحمہ کو جانا کہ موجودہ مفتی حنفیہ ہی ہیں اور نہ انھوں نے اعلیٰ حضرت کو جانا اسی اثناء میں انھوں نے دوات ایک ایسی کتاب پر رکھ دی جس کا وہ نہ مطالعہ کر رہے تھے اور نہ اس سے کچھ نقل کر رہے تھے اعلیٰ حضرت نے ان پر کوئی اعتراض نہ فرمایا۔ بلکہ کتاب کی تعظیم کے لئے دوات اتار کر نیچے رکھ دی وہ بولے کہ بخذ الزائئ کتاب الکراہیت میں تصریح ہے کہ دوات کتاب پر کھنی جائز ہے اعلیٰ حضرت نے ان سے یہ تو نہیں فرمایا کہ بجز الدائق کتاب الکراہیۃ تک کبھی نہیں وہ کتاب القضاہ ہی میں ختم ہوئی ہے ہاں اتنا فرمایا کہ ایسا نہیں بلکہ ممانعت کی تصریح ہے مگر لکھتے وقت بضرورت جائز ہے مثلاً ہوا کی وجہ سے کتاب کے ورق اڑتے ہوں تو اس وقت اس پر دوات کھنی جائز ہے انھوں نے فرمایا کہ میں لکھنا ہی تو چاہتا ہوں اعلیٰ حضرت بولے لیکن ابھی آپ لکھتے تو نہیں ہیں پھر وہ خاموش ہو گئے۔ اور حضرت مولانا سید اسمعیل سے دریافت فرمایا یہ کون عالم ہیں انھوں نے جواب دیا کہ یہی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہیں جن کی تصنیف کفل الفقہ الفاہم کا ابھی ابھی آپ مطالعہ کر چکے ہیں بملے مگر شرماتے ہوئے اور پھر فوراً تشریف لے گئے۔



حسام الحرمین پر علماء کی تقریبات

اعلیٰ حضرت نے مرزا غلام احمد قادیانی، مولوی گنگوہی، مولوی تھانوی، مولوی انبیسٹی، مولوی نانوتوی پرانکے عقائد کفریہ التزمیہ کے سبب کفر کا فتویٰ دیا جو ۱۹۰۳ء میں المعتمد المستند میں پٹنہ سے چھپ کر شائع ہوا پھر آپ نے اپنے اسی مقدس سفر میں المعتمد المستند کا خلاصہ رسالہ مبارکہ حسام الحرمین میں نقل فرما کر علمائے مکہ کے سامنے پیش کیا۔ اکابر علماء نے دولتِ مکہ کیساتھ ساتھ حسام الحرمین پر بھی نہایت دھوم دھام کیساتھ اپنی تقریبات و تصدیقات تحریر فرمائیں علمائے مصدقین کے اسمائے گرامی گزشتہ اوراق میں نقل کئے جا چکے ہیں۔

علمائے جفر بارگاہِ رضویہ میں

علم جفر تمام علوم سے مشکل تر اور سکھانے والے مفقود اور اکابر مصنفین کو کمالِ اخفا مقصود ہے ۱۲۹۴ھ میں مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت کو صرف ایک قاعدہ ”بدوح یلین“ جو مزدوجات سے ہے تذکرہ تعلیم فرما دیا تھا۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے جو کتابیں علم جفر کے نام سے مشہور اور رائج ہیں ان کے متعلق اسی علم سے سوال کیا اس نے نہایت تشبیح کی اور بتایا کہ یہ سب کتابیں مہمل باطل جلا دینے کے قابل ہیں صرف دو کتابوں کی تعریف کی جو ان سب مشہور کتابوں کے علاوہ ہیں

جن میں ایک کتاب شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ہے۔ وہ دونوں کتابیں فضل الہی سے اعلیٰ حضرت کو مہیسا ہو گئیں۔ جہاں تک ہو سکا آپ نے بزور مطالعہ ان کے معانی و دقیقہ و مطالب بدلیہ کو حل فرمایا اور جس جگہ حضرات مصنفین نے مخصوص الفاظ و حروف کے ذریعہ معنی اور مطلب کو اپنے ذہن تک محدود رکھا تھا وہاں آپ نے قواعد جفر سے سوال کیا اس نے مطلب بتایا اب اس سے ایک نیا قاعدہ حل ہوا پھر آگے بڑھے جب رکاوٹ پیدا ہوئی تو دوبارہ آپ نے فن جفر سے سوال کیا اس نے بتایا اور مضمون حل ہوا۔ اسی طرح آپ نے وہ دونوں کتابیں کامل طور پر حل فرمائیں۔

آپ کی تصنیف "سفر السفر عن الجف با الجفر" یعنی جفر ہی سے جفر کو واضح کرنے والی کتاب انھیں مباحث میں ہے جس میں ساٹھ سوال اور جفر سے ان کا جواب ہے۔ حاصل گفتگو یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اللہ تعالیٰ کے کرم اور پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عنایت سے نہ صرف جفر پر عبور حاصل کیا بلکہ اس کے ذریعہ "علم زایر جہ" کے ایک عظیم سرمکتوم کا بھی پتہ لگا لیا جس کی نسبت حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ "زایر جہ" میں ہے کہ زمانہ "ثبیت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس راز کے اخفاء کا حلفی عہد ہے۔۔۔ فن کی کتابوں میں نہایت غامض چیتاں کی طرح اس کے بارہ تپے دیئے گئے ہیں انھیں میں ایک یہ کہ "خاتم آدم میں ہے" اعلیٰ حضرت نے اس کے متعلق بھی جفر کے اسی پہلے قاعدہ سے سوال کیا اس نے روشن طور پر بتا دیا اب جو ان بارہ پہیلیوں کو آپ نے ملاحظہ فرمایا تو سب خود بخود منکشف ہو گئیں لیکن اس وسعت علم کے باوجود زمانہ قیام مکہ میں آپ نے خیال فرمایا کہ یہ مقدس شہر تمام دنیا کا مرجع و ماویٰ ہے۔ علمائے مغرب بھی یہاں تشریف لاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی صاحب جفر داں مل جائیں تو ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے

ایک صاحب کے بارے میں پتہ چلا کہ علم جفر میں مشہور ہیں اعلیٰ حضرت نے نام پوچھا تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا احمد دھان مکی کے چھوٹے صاحب زادے مولانا عبدالرحمن وہاں ہیں۔ اعلیٰ حضرت نام سن کر بہت خوش ہوئے کہ مولانا عبدالرحمن وہاں اور ان کے بڑے بھائی مولانا سعد وہاں قاضی مکہ آپ سے حدیث لے چکے تھے۔ آپ نے مولانا عبدالرحمن کو بلایا اور تنہائی میں کئی گھنٹے گفتگو رہی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علم جفر کے جو ناقص قاعدے مولانا عبدالرحمن کے پاس تھے۔ ان کی تکمیل ہو گئی۔ اسی طرح کا ایک واقعہ شہر مدینہ طیبہ میں پیش آیا۔ وہاں بھی ایک صاحب عبدالرحمن آفندی شامی نام کے اعلیٰ حضرت کو ملے جو مسلسل کئی روز تشریف لائے۔ اور دیر تک بیٹھ کر چلے جاتے علماء و معززین شہر کے ہجوم کے سبب انھیں اپنی بات کہنے کا موقع نہ ملتا تھا ایک دن اعلیٰ حضرت نے ان سے حاضری کی غرض پوچھی جواب دیا کہ تنہائی میں کہوں گا۔ دوسرے دن ان کے لئے وقت مقر ہوا تشریف لائے اور بولے میں جفر میں کچھ باتیں کرنی چاہتا ہوں۔ جب گفتگو ہوئی تو ان پر ظاہر ہو گیا کہ علم جفر اتنا آسان نہیں جتنا انھوں نے سمجھا تھا۔ کہنے لگے کہ یہاں نہ میرا قیام زیادہ دن تک رہے گا نہ آپ کا لہذا میں خاص اس علم کو حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں ہندوستان آؤں گا وہ تو نہ آسکے۔ مگر مولانا سید عبدالقادر مدنی کے صاحبزادے مولانا سید حسین مدنی بریلی تشریف لائے اور چودہ ماہ اعلیٰ حضرت کے کاشانے پر قیام پذیر رہے۔ اس مدت میں انھوں نے علم جفر، علم اوفاق، اور علم تکسیر آپ سے سیکھا اطناب الاکسیری علم التکسیر انھیں کے لئے عربی زبان میں اعلیٰ حضرت نے تصنیف فرمایا علم جفر میں مولانا سید حسین مدنی کو اتنی قدرت حاصل ہو گئی تھی کہ پانچ سوالوں میں دو کا صحیح جواب نکال لیتے۔ اعلیٰ حضرت ان کے متعلق فرماتے تھے کہ اگر وہ چند مہینے اور رہ جاتے تو سب کے جواب صحیح

نکلنے لگتے۔ آپ نے انھیں تعلیم دینے سے پہلے جب علم جفر سے اجازت کے متعلق سوال کیا تو جواب ملا کہ ضرور سکھائیے کہ یہ اسی کے واسطے اتنی دور سے سفر کر کے آئے ہیں پھر رخصت کے وقت آپ نے وہ تمام جد اول کثیرہ جو اس فن کی تکمیل کے لئے اپنی طبعزاد ایجاد کی تھیں مولانا حسین مدنی علیہ الرحمہ کو نذر کر دیں کہ خود اس فن کے ترک کا قصد کر لیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ شب و روز لوگوں کے کثرتِ سوالات آپ کی خالص دینی خدمات میں حارج ہو رہے تھے۔

سرکارِ اعظمِ مدینہ طیبہ کو روانگی

۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۰۶ء کو اعلیٰ حضرت کعبہ تن سے کعبہ جان مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اس زمانے میں مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان موٹر کا انتظام نہیں تھا خشکی میں اونٹ اور دریا میں کشتی کے ذریعہ لوگ سفر کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت چونکہ عرصہ سے علیل تھے۔ اس لئے آپ نے جدہ تک اونٹ سے سفر فرمایا اور وہاں سے رابع تا ث ساعیدہ کے ذریعہ تہنچے ساعیدہ اس بڑی کشتی کو کہتے ہیں جس میں جہاز کی طرح مستول ہوتا ہے اور چالیس پینتالیس آدمی خوب آسانی سے بیٹھتے ہیں اس وقت رابع کے سردار شیخ حسین تھے جنہوں نے بلا جان پہچان کمال خلوص کے ساتھ مدینہ طیبہ کے سفر میں اعلیٰ حضرت کو ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائی۔ رابع میں بھی اعلیٰ حضرت کے فضل و کمال کا چرچا پھیل چکا تھا چنانچہ سردار حسین کے بھائی ابراہیم اپنے عزیز واقارب کی جماعت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے خاندان کا ایک نرائی مقدمہ جو مدت سے بے فیصلہ پڑا تھا پیش کیا۔

اور آپ سے تصفیہ کروینے کی گزارش کی اعلیٰ حضرت نے حکم شرعی بیان کیا اور بفضلہ تعالیٰ آپ کی برکت سے باتوں ہی باتوں میں ہاہم فیصلہ ہو گیا پھر اربع سے اونٹ کے ذریعہ سفر شروع کیا اور چھٹے دن مدینہ پہنچ کر مواجہہ اقدس میں حاضر ہو دی۔

ایک مخالف مدینہ طیبہ کے صلہ میں

مدینہ طیبہ میں ایک ہندوستانی صاحب شیخ الحرم عثمان پاشا کے دربار میں کچھ رسائی رکھتے تھے وہ ایک مدرسہ کے نام پر ہندوستان وغیرہ ممالک سے چندہ منگوا کر لے لیتے تھے۔ یہ صاحب بھی دشمنان دین کی باتوں میں اگر اعلیٰ حضرت کے مخالف ہو گئے۔ ابھی اعلیٰ حضرت مکہ معظمہ ہی میں موجود تھے کہ آپ کی آمد آمد کا شہرہ مدینہ طیبہ پہنچا۔ یہ ہندوستانی صاحب جو حاکم مجازی عثمان پاشا کے یہاں رئیس تھے۔ اپنی رسائی کے بل پر یہ لفظ بولے کہ مولانا احمد رضا نے تو مکہ معظمہ میں اپنا سکہ جما لیا یہاں آنے دو آتے ہی ان کو قید کرادوں گا لیکن انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا کا حاکم حقیقی اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندہ احمد رضا پر بڑا مہربان ہے۔ اور سرکارِ دو عالم شہنشاہ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم بے پایاں احمد رضا کا محافظ و نگہبان ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت کا قیام ابھی مکہ ہی میں تھا کہ ان ہندوستانی صاحب کی نسبت دھوکے سے چندہ منگانے کا دعویٰ ہوا اور وہ جیل خانے بھیج دیے گئے۔ جب اعلیٰ حضرت مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو وہ سزا کی مبادکات کراچکے تھے مسجد نبوی میں اعلیٰ حضرت سے ملاقات کی اور فرمایا کہ میں تنہائی میں ملنا چاہتا

ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ علمائے کرام کا ہجوم دیکھ رہے ہیں مجھے تو تنہائی ادھی رات کو ملتی ہے بولے میں اسی وقت حاضر ہوں گا علیحضرت نے فرمایا بارہ بجے رات میں حکومت کی جانب سے آنے جانے پر بندش ہوتی ہے انھوں نے کہا کہ مجھ پر کوئی بندش نہیں ہوگی پھر وہ وقت مقررہ پر حاضر ہوئے اور اپنی گذشتہ بدگمانی کو ظاہر کر کے معافی کے طلب گار ہوئے علیحضرت نے معاف فرما دیا۔ پھر وہ صاحب جب ہندوستان آئے تو دوبارہ علیحضرت کی خدمت میں عقیدتمندانہ حاضر دی پر وہ پوشی کے لئے علیحضرت نے ان صاحب کا نام نہیں ظاہر فرمایا

عالم بیداری میں زیارت کی دولت کبریٰ

علیحضرت ان شہیدانِ محبت میں ہیں جن کے نزدیک حاضریِ حرمین کا اصل مقصود آستانہ نبوت کی زیارت ہے۔ عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اعتقاد یہ ہے کہ اگر زیارت کی نیت نہ ہو تو حج کعبہ کا کوئی لطف حاصل نہیں اور اس حج میں کوئی جان نہیں جو نیتِ زیارت سے وابستہ نہ ہو۔ چنانچہ علیحضرت نے اس سفر مقدس کا بھی مقصود آستانہ نبوی کی زیارت ہی قرار دیا تھا۔ آپ اپنی نعتیہ تصنیف حقائق بخشش میں لکھتے ہیں کہ۔

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے

اصل مراد حاضری اس باک و رک کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ یہاں طیبہ ہی کہا !
پوچھا تھا جس نے مجھ سے کہ نہضت کدھر کی ہے

حدیث شریف میں ہے: **وَإِنَّمَا الْكَلْبُ امْرُؤٌ مَّا تَوَعَّىٰ** ہر شخص کے لئے وہی چیز ہے جس کی اس نے نیت کی۔ خاص و عام کا زبان زد ایک مقولہ بھی ہے کہ جیسی نیت ویسی برکت پھر اعلیٰ حضرت کا یہ سفر مقدس چونکہ خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت پاک کے لئے تھا اور نیت بالکل خالص تھی اس لئے اللہ کے پیارے رسول سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سچے عاشق احمد رضا کے لئے دنیوی حجابات ہٹا کر اس طرح کرم فرمایا کہ عبدالمصطفیٰ احمد رضا نے اپنے آقا و مولیٰ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور زیارت مقدس کی اس خصوصی دولت کبریٰ و نعمت عظمیٰ سے شرفیاب ہوئے مولوہی سید شاہ جعفر میاں صاحب خطیب جامع مسجد کپور تھلہ نے اپنے والد صاحب کے عرس کے موقع پر بیان کیا کہ اعلیٰ حضرت جب دوسری مرتبہ زیارت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ تو شوق دیدار میں روضہ شریف کے مواجہہ میں درود شریف پڑھتے رہے اور یقین کیا کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور عزت افزائی فرمائیں گے اور بالموافقہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں۔ - تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

عہ کہیں جانے کی تیاری کو نہضت کہتے ہیں۔

عہ یہ غزل کی بخشش میں ہے۔

یہ عزل مواجہہ اقدس میں عرض کر کے انتظار میں مؤدب بیٹھے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشم سر سے بیداری میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔

ایلیٰ حضرت علمائے مدینہ کے جہیز میں

مدینہ طیبہ میں ایلیٰ حضرت کی حاضری سے پہلے ہی آپ کے علم و فضل کا کاشہرہ اور آپ کے سچے عشق کا چرچا پہنچ چکا تھا۔ مکہ شریف میں ایلیٰ حضرت حاضری مدینہ کے لئے بے تاب تھے لیکن آپ کی علالت شدیدہ سفر کے لئے مانع تھی اور یہاں علمائے مدینہ اس عاشق رسول نائب نبی کی ملاقات و زیارت کے لئے بیقرار ہو کر آپ کی آمد کا سختی سے انتظار فرما رہے تھے۔

شیخ الدلائل حضرت مولانا شاہ عبدالحق مہاجر مکی علیہ الرحمہ کے مخلص شاگرد حضرت مولانا کریم اللہ مہاجر مدنی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ ہم سالہا سال سے یہاں مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں۔ اطراف و آفاق سے علماء آتے ہیں اور جوتیاں چٹختے چلے جاتے ہیں کوئی بات نہیں پوچھتا لیکن ایلیٰ حضرت کے پہنچنے سے پہلے ہی علماء تو علماء اہل بازار تک آپ کی زیارت و ملاقات کے مشتاق تھے چنانچہ جب مدینہ طیبہ میں ایلیٰ حضرت کی حاضری ہوئی اور آمد کی خبر ہر طرف پھیلی تو صبح سے عشاء تک آپ کے پاس علمائے مدینہ کا ہجوم رہتا تھا ملاقات و زیارت کرنے والوں کی بھڑ بارہ بجے رات سے

پہلے بیٹنے کا نام نہ لیتی تھی یہاں تک کہ اگر کسی کو تنہائی میں اعلیٰ حضرت سے ملنا ہوتا تو وہ آدھی رات کے بعد ہی مل سکتا تھا۔ آپ کے ساتھ خلوص و عقیدت میں مدینہ طیبہ کے حضرات کرام نے باشندگان مکہ معظمہ سے زیادہ حصہ لیا۔ شیخ الدلائل حضرت مولانا سید محمد سعید مغربی کے کمال عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آپ اعلیٰ حضرت کو پاسیدی کہہ کر مخاطب کرتے ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے ان سے فرمایا کہ حضرت سید تو آپ ہیں۔ وہ بولے واللہ سید (سرور) تم ہو اعلیٰ حضرت نے فرمایا میں سیدوں کا غلام ہوں انھوں نے فرمایا تو یوں بھی سید ہوئے سید عالم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ **مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ**۔ قوم کا آزاد شدہ غلام، نہیں میں سے ہے۔

مدینہ طیبہ کے علمائے کرام بالخصوص حضرت مولانا سید عباسی رضوان، مولانا سید مامون بری، مولانا سید احمد جزائری، مولانا شیخ ابراہیم خر بوطی، مولانا عثمان بن عبدالسلام سابق مفتی حنفیہ مدینہ طیبہ اور تاج العلماء مولانا تاج الدین البیاسی مفتی حنفیہ مدینہ منورہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ بڑی محبت و خلوص سے پیش آئے اور شایان شان آپ کا اکرام و اعزاز فرمایا حقیقت یہ ہے کہ جو مومن پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و عظمت پر اپنی فانی عزت قربان کر کے فانی فی الرسول کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو پھر بارگاہ رسالت سے اس کو وہ اعزاز نصیب ہوتا ہے کہ امت کے بڑے چھوٹے سب اس کے آگے جبین احترام کو جھکا دیتے ہیں۔

مکہ معظمہ کے علمائے کرام کی طرح مدینہ طیبہ کے علمائے عظام نے بھی اعلیٰ حضرت سے سندیں اور اجازتیں لیں اور یہ سلسلہ مدینہ طیبہ سے واپسی تک قائم رہا۔ یہاں تک کہ روانگی کے دن جب قافلہ کے اونٹ آگئے اور اس پر سوار ہونے کی تیاری ہو چکی اس وقت تک علمائے کرام آپ سے

اجازت نامے لکھواتے رہے۔ اعلیٰ حضرت نے حرمین مقدس وغیرہ کے کثیر علمائے کرام کو سندیں اور اجازتیں دی ہیں۔ ان میں جن سندوں اور اجازتوں کی نقلیں لی جاسکیں وہ سب الاجازات اہلتنہ میں طبع ہو چکی ہیں۔

حسام الحرمین کی تصدیقات اور دولت مکہ کی تقریظات کا کام یہاں بھی نہایت شان و شوکت کے ساتھ انجام پایا۔ مفتی شافعیہ مولانا سید احمد برزنجی نے نوحسام الحرمین کی تصدیقی میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس میں انھوں نے فتویٰ دستخطی مہری گنگوہی، حفظ الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ کی عبارات کفریہ پر اپنی ذاتی بحث تحریر کر کے پیشوایان و ہابیہ، نانوتوی گنگوہی، اور تھانوی وغیرہ پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

مولانا کریم اللہ مہاجر مدنی کے خلوص کی تو کوئی حد نہیں تھی حسام الحرمین اور دولت مکہ کی تصدیقات و تقریظات میں انھوں نے بڑی سعی جمیل فرمائی۔ یہاں کے علماء نے بھی دولت مکہ کی نقلیں حاصل فرمائیں ایک نقل حضرت مولانا کریم اللہ نے مزید تقریظات حاصل کرنے کے لئے اپنے پاس رکھی اعلیٰ حضرت کی واپسی کے بعد بھی مصر، شام اور بغداد مقدس وغیرہ ممالک کے جو علماء آستانہ نبوی پر جاہری دینے کے لئے مدینہ طیبہ پہنچتے مولانا کریم اللہ علیہ الرحمہ ان کی خدمت میں دولت مکہ پیش کرتے اور ان کی تحریر فرمودہ تقریظوں کو ذریعہ ڈاک اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیجتے رہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیراً کثیراً



ہندوستان کو واپسی

اعلیٰ حضرت کا قیام مدینہ طیبہ میں ایسے دن تک رہا اس درمیان میں آپ ایک مرتبہ مسجد قبا شریف کو گئے اور ایک بار حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کو حاضر ہوئے باقی ایام سرکار اقدس کی حاضری میں گزارا۔ پھر آستانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہزاروں نعمتوں اور برکتوں سے شرفیاب ہو کر ہندوستان کو واپس ہوئے جدہ تک اونٹ سے سفر فرمایا اور وہاں سے ذریعہ جہاز کراچی پہنچے پھر بمبئی کے معتقدین اصرار کر کے آپ کو بمبئی لے گئے۔ آپ نے بمبئی سے مستورات کو حضرت مولانا محمد رضا اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کے ساتھ بریلی روانہ کر دیا۔ اور خود بمبئی و احمد آباد وغیرہ میں ہفتوں قیام فرما کر ایک ماہ کے بعد بریلی پہنچے۔ ہم نے اعلیٰ حضرت کا یہ سفر نامہ نیز حرمین مقدس کے واقعات المملفوظ حصہ دوم سے اخذ کئے ہیں روانگی اور واپسی کے درمیان کے بہت سے واقعات اختصار کے پیش نظر نقل نہ کر سکے۔ مزید معلومات کے لئے المملفوظ حصہ دوم کے اوائل کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

یہاں ہندوستان میں وہاں ہوں نے یہ خبر گرم کر رکھی تھی کہ مولانا احمد رضا تو مکہ شریف میں قید کر لیے گئے چنانچہ ان خبروں سے متاثر ہو کر ہندوستان کے بعض سنیوں نے دریافت حالات کے لئے شیخ الدلائل مولانا شاہ عبدالحق مہاجر مکی علیہ الرحمہ کی خدمت میں خطوط روانہ

کئے۔ حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے وہ جواب دیا کہ سنیوں کا دل باغ باغ اور وہابیوں کا کلیجہ داغ داغ ہو گیا۔ آپ نے وہاں سے لکھا کہ جیٹوں کا کذب خبیث ہے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا کو مکہ شریف میں وہ اعزاز ملا جو کسی کو نصیب نہیں ہوا۔



زمانہ قریب کے علمائے مکہ

حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے منصب و رفعت سے جس قدر علمائے حرمین واقف ہوئے۔ اس قدر خود ہندوستانی حضرات بھی واقف نہیں ہیں مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں اعلیٰ حضرت کا جیسا اعزاز و اکرام ہوا۔ اور جس طرح اکابر حرمین نے آپ کی عظمت کے سامنے سر نیاز کو خم کیا۔ اس کا کچھ اندازہ ناظرین بھی ان واقعات سے کر سکتے ہیں جو گزشتہ صفحات میں پیش کئے جا چکے لیکن وہ واقعات ۱۳۲۳ھ کے ہیں جب کہ اعلیٰ حضرت اس دنیا میں تھے اور مکہ معظمہ میں شریف مکہ کی حکومت تھی اب ہم دور جدید کے چند اہل حق علمائے کرام کے پاکیزہ خیالات سفر نامہ حرمین طیبین کے حوالے سے نقل کرتے ہیں جس سے ناظرین پر واضح ہو جائے گا کہ آج بھی علمائے حرم کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی عقیدت و محبت کی شمع روشن ہے۔ ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۵۹ء میں مولانا غلام مصطفیٰ مدرس مدرسہ عربیہ اشرف العلوم گھوڑا مارا راج شاہی مشرقی پاکستان جب حج و زیارت سے مشرف ہو کر اپنے وطن پہنچے تو احباب کے اصرار پر انھوں نے ایک کتاب بنام سفر نامہ حرمین طیبین مرتب فرما کر شائع کی

ذیل کے واقعات اسی کتاب سے اقتباس کر کے پیش کئے جاتے ہیں۔

مولانا سید محمد علوی قاضی القضاة

مولانا غلام مصطفیٰ صاحب اپنی کتاب سفر نامہ حرمین ص ۶۶ میں رقمطراز ہیں کہ
 — ہم لوگ ایک ساتھ بصورت وفد علمائے حرم سے ملاقات
 کو حاضر ہوتے ہمارے وفد کی پہلی ملاقات حضرت مولانا مفتی سعد اللہ مکی
 سے ہوئی جو نہایت ہی معزز بزرگ ہیں تقریباً تیس سال بمبئی میں رہ چکے ہیں
 اب آخری عمر میں پھر مکہ شریف کی سکونت اختیار فرمائی ہے علامہ موصوف
 نے فرمایا کہ بلا و عرب میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ڈنکا بج رہا ہے اور علمائے حرمین طیبین اعلیٰ حضرت سے
 جس قدر واقف ہیں ہندوستان کے لوگ اس قدر واقف نہیں ہیں حضرت
 علامہ سعد اللہ نے ہم لوگوں کو بطور امتحان حضرت مولانا سید محمد علوی مالکی
 کے پاس بھیجا جو اس وقت مکہ شریف کے قاضی القضاة ہیں ان کے والد
 محترم اعلیٰ حضرت کے ہم عصر دوست تھے۔ حضرت علامہ سعد اللہ مکی نے ہم لوگوں
 سے فرمایا کہ آپ لوگ علامہ سید محمد علوی سے ملاقات کے بعد صرف اتنا
 کہئے گا کہ **مَنْ تَلَامِيذُ تَلَامِيذِ اَعْلِيَّ حَضْرَتِ مَوْلَانَا اَحْمَدِ رِضَا خَاں**
بِرِيْلَوِي رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ پھر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے
 گا کہ اعلیٰ حضرت کے علم و فضل کا سکہ علمائے حرم پر کس قدر بیٹھا ہوا ہے اور
 علمائے حرم کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کا کتنا احترام و وقار ہے۔ بہر کیف ہم
 لوگ حضرت مولانا سید محمد علوی مالکی مدظلہ العالی کے در دولت پر حاضر ہوئے
 تھوڑی دیر کے بعد ایک حسین و جمیل بزرگ تشریف لائے جن کی صورت

سے نور سیادت کی شعاعیں نکل رہی تھیں سب لوگ تعظیم کے لئے
 کھڑے ہو گئے حضرت مولانا نے حاضرین کو السلام علیکم کہا اور سب کو بیٹھنے
 کا اشارہ کیا سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔
 اور پھر ہر شخص مصافحہ و دست بوسی کرنے لگا۔ حضرت مولانا نے ہر شخص
 سے خیریت پوچھی پھر نہایت ہی شیریں اور ٹھنڈا شربت حاضرین کو پیش کیا گیا
 حضرت مولانا نے ہر شخص کا مقصدِ حاضری دریافت فرمایا اور حاجت روائی
 فرمائی۔ جب ہم لوگوں کی باری آئی تو ہم لوگوں نے وہی جملہ دہرایا۔
 نحن تلامیذ تلامیذ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل

بریلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ۔۔۔۔۔ یعنی ہم لوگ
 اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اتنا سنتے ہی
 مولانا سید محمد علوی سرود کا کھڑے ہو گئے اور فرداً فرداً ہم لوگوں
 سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا اور بے حد تعظیم کی پھر دوبارہ شربت دہوا
 پیش ہوا۔ اور انھوں نے اپنی پوری توجہ ہم لوگوں کی جانب مبذول
 فرمادی ایک آہ سرد بھر کر فرمایا سیدی علامہ مولانا احمد رضا خان صاحب
 فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نحن نعرفنا بتصنیفاتہا وتالیفاتہا حُبہ
 علامۃ السنۃ و بغضہ علامۃ البدعۃ یعنی ہم حضرت مولانا
 احمد رضا فاضل بریلوی کو ان کی تصنیفات و تالیفات سے پہچانتے
 ہیں۔ ان کی محبت سنیت کی علامت ہے اور ان سے بغض بدعت ہے کی
 پہچان ہے۔ اس مجلس میں بڑے بڑے رؤسائے مکہ جلوہ افروز تھے
 اور حضرت مولانا سید محمد علوی کی اس خصوصیت شفق و التفات کو
 دیکھ کر دم بخود تھے تمام لوگوں سے حضرت مولانا موصوف نے ہم لوگوں کا
 تعارف کرایا اور بار بار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر فرمایا۔

علامہ شیخ محمد مغربی البحر اٹری

علامہ محمد مغربی یہ وہ بے باک عالم حقانی ہیں کہ جس وقت سعودی عرب کا بادشاہ ابن سعود جنت المعلیٰ، جنت البقیع شریف کے مزارات مقدسہ کو توڑ رہا تھا اور اپنی بربریت و بہمیت کا مظاہرہ کر رہا تھا تو تمام لوگ دم بخود تھے اس وقت علامہ شیخ محمد مغربی ہی کی ذات گرامی تھی جس نے خانہ کعبہ کی دیوار کے نیچے بادشاہ کے اس جاہلانہ و ظالمانہ حرکت کے خلاف آواز بلند کی اور علمائے حرم کو غیرت دلانی اور فریاد کیا کہ اے علمائے حرم تم کہاں منہ چھپائے پھر رہے ہو؟ آؤ ہم لوگ خانہ کعبہ کی دیوار مقدس کے نیچے قسم کھاؤں کہ ہم بادشاہ سے پوچھیں گے کہ تو مزارات مقدسہ کے ساتھ ایسا ظلم کیوں کر رہا ہے حضرت شیخ مغربی کی اس صدائے حق نے عوام و خواص کو ایسا چونکا دیا کہ ہر طرف سے لوگ اس آواز پر مرجسا و لبتیک کے نعرے بلند کرنے لگے۔ عربوں کی غیرت میں جوش اُگیا۔ اور ہر جگہ بادشاہ کے جور و ستم کے خلاف احتجاج ہونے لگا۔ شاہ ابن سعود یہ حالت دیکھ کر گھبرا اٹھا اور علامہ محمد مغربی نیز ان کے ساتھیوں کو اس نے جس دوام کی سزا دے دی۔ میدان حق کے اس بے باک مجاہد نے جیل کی وحشتناک زندگی تو قبول کر لی لیکن اپنی حق گوئی میں کوئی لچک پیدا نہ ہونے دی۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب بادشاہ مر گیا اور اس کا بیٹا جو سعودی عرب کا موجودہ حکمران ہے تخت نشین ہوا تو اس نے علامہ محمد مغربی اور ان کے رفقاء کو آزاد کر دیا اور پھر مزارات مقدسہ کے توڑ

اسی بے باک مرد مومن کی ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا غلام مصطفیٰ اپنے سفر نامہ ص ۱۷ میں لکھتے ہیں کہ۔

• ہم لوگ دوسرے دن حضرت علامہ شیخ محمد مغربی الجزائری کے دربار تک پہنچے یہاں کمروں کی آرائش و زیبائش کا عجیب عالم تھا ہر طرف نہایت ہی قرینے سے گاؤتکئے لگے ہوئے تھے۔ نہایت ہی قیمتی قالین پٹھے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی الماریوں میں نایاب کتابیں و لفریب طریقے سے سجائی گئی تھیں۔ ایک طرف ٹیلیفون رکھا ہوا تھا بڑے بڑے روسائے مکہ شیخ کو پنکھا جھل رہے تھے۔ جلسی جوان پڑکا باندھے مؤدب کھڑے تھے۔ شیخ موصوف نہایت ہی معمر لیکن نہایت تندرست ہیں چہرہ نورانی دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے عالم پیری میں بھی وہ نوران کے چہرے سے جھلک رہا تھا کہ اللہ اللہ کیا کہنا ہم لوگ شیخ سے ملے۔ شیخ کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگ اعلیٰ حضرت کے سلسلے میں منسلک ہیں تو پھر دو بارہ شیخ نے کھڑے ہو کر فرودا سب سے مصافحہ و معانقہ فرمایا اور بڑی عزت افزائی کی شیخ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بار بار ذکر فرمایا اور فرمایا کہ حضرت علامہ فاضل بریلوی میرے ہم عصر اور میرے بہت دوست تھے۔ ہم آج بھی ان کے علم و فضل کے مداح ہیں اور ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔ ایک دن حرم شریف میں ہم لوگ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے مغرب کی نماز ہو چکی تھی۔ مہر، بین، ترکی وغیرہ کے بڑے بڑے علماء شیخ کے سامنے جلوہ افروز تھے ہم لوگوں کو دیکھتے ہی شیخ کھڑے ہو گئے پھر کیا تھا غیر ممالک کے علماء کی نگاہیں ہم لوگوں کی طرف اٹھ گئیں کہ یہ کون لوگ ہیں کہ شیخ نے ان کی یہ عزت افزائی فرمائی شیخ نے ہم لوگوں کا تعارف کرایا اور اعلیٰ حضرت کے حالات بیان فرمائے۔

یہ ہیں دور جدید کے علمائے مکہ جن کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی عظمت و عقیدت اتنی راسخ ہو چکی ہے کہ اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے نہیں شاگرد نہیں بلکہ شاگردوں کے شاگرد بھی ان کے نزدیک قابل احترام و لائق صد عزت ہیں۔



مولانا عبدالرحمن درویش

مولانا غلام مصطفیٰ اپنے سفرنامہ ص ۷۳ میں رقمطراز ہیں کہ

۔۔۔۔۔ مکہ شریف میں ہماری ملاقات مولانا درویش عبدالرحمن صاحب قبلہ بانجو سے ہوئی ان سے مل کر بہت سی باتیں معلوم ہوئیں یہ نہایت ہی بزرگ اور ہر دلفریز درویش ہیں۔ میں دن کے وقت گرمی سے پریشان ہو کر ان کے مکان پر چلا جاتا۔ ان کا مکان حرم شریف سے بالکل متصل اور نہایت ٹھنڈا تھا ان کی عمر شریف تقریباً اسی سال کی ہو چکی ہے لیکن جوانوں سے بھی زیادہ چست ہیں۔ سوائے بالوں کی سفیدی کے ان پر بڑھاپے کا قطعی کوئی اثر نہیں ہے میں نے ان کی صحت کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ بزرگان دین کے کرم کا اثر ہے۔ میں جب چھوٹا تھا تو حضرت علامہ شیخ الدلائل مولانا عبدالحق صاحب آبادی مہاجر کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا چھوٹا کھانا مجھے نصیب ہوا کرتا تھا۔ یہ حضرت موصوف کے چھوٹے کھانے کی برکت ہے کہ میں ابھی تک جوان ہوں۔ مولانا عبدالرحمن درویش یہ وہ بزرگ ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے بہت سارے تبرکات ان کے پاس موجود ہیں جن کی میں نے اور مولانا عبدالصطفیٰ صاحب اعظمی نے زیارت کی مولانا عبدالرحمن صاحب کے پاس اعلیٰ حضرت کے عطا کردہ تبرکات میں حسب ذیل چیزیں اب

بھی موجود ہیں ایک کالے رنگ کی شیروانی ایک روئی دار بندھی بریلی شریف کے بنے ہوئے تانبے کے دولوٹے ایک مشک۔ مولانا عبدالرحمن صاحب کا بیان ہے کہ میں اس وقت چھوٹا تھا لیکن ذی ہوش تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ علمائے حرم شریف جب اعلیٰ حضرت سے ملتے تو ان کی دست بوسی کرتے اور اتنا احترام فرماتے کہ میں نے اتنا احترام ہی ہندوستانی عالم کا نہیں دیکھا۔



تلامذہ

اعلیٰ حضرت نے کتب درسیہ سے فراغت کے بعد تدریس، افتاء اور تصنیف کی طرف توجہ فرمائی لیکن ابتدا میں تدریس کی جانب زیادہ میلان تھا کیونکہ بریلی شریف میں سنیوں کا کوئی مدرسہ نہ تھا صرف اعلیٰ حضرت کی ذات واحد مرجع طلبہ و علماء تھی پھر جب آپ کے فضل و کمال کا سکہ ہر طرف رواں ہوا تو دوسرے اصلاخ اور صوبہ جات کے تشنگان علوم بھی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور علم و فن میں کمالات حاصل کر کے مشاہیر زمانہ ہوئے بارگاہ رضویہ اگرچہ ایک عظیم الشان درسگاہ تھی جس میں آپ خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے تھے لیکن چونکہ اس کی حیثیت کسی ایسے رواجی مدرسے کی طرح نہ تھی جس کے رجسٹر داخلہ اور رجسٹر فارغ التحصیل میں آنے والے طلبہ اور فارغ ہونے والے علماء کے نام نمبر شمار کے ساتھ درج ہوتے رہتے ہیں اس لیے اعلیٰ حضرت کے شاگردوں کی صحیح تعداد معلوم

نہیں کی جاسکتی — ذیل میں ناظرین کی معلومات میں اضافہ کی خاطر چند مشاہیر شاگردوں کے اسمائے گرامی پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا حسن رضا خاں برادر اوسط اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا محمد رضا خاں برادر خرد اعلیٰ حضرت، شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، سلطان المناظرین مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی، محدث اعظم ہند مولانا سید محمد جیلانی کچھوچھوی، ملک العلماء مولانا سید ظفر الدین فاضل بہاری، سلطان الوعظین مولانا عبدالاحد چلی بھلٹی، برادر زاوہ اعلیٰ حضرت مولانا حسنین رضا خاں، مولانا نواب سلطان احمد خاں بریلوی، مولانا سید امیر احمد بریلوی، مولانا حافظ یقین الدین بریلوی، مولانا سید حافظ عبدالکریم بریلوی، مولانا حاجی سید نور احمد چاٹگامی، مولانا منور حسین بریلوی، مولانا واعظ الدین مصنف دفع زیغ زاغ، مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی، مولانا سید شاہ غلام محمد بہارمی، مولانا سید حکیم عزیز غوث بریلوی، مولانا نواب مرزا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ ورضوانہ علی الواصلین منہم الی الحق۔

مشاہیر خلفاء

حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورج ذیل سلاسل عالیہ کی اجازت و خلافت عطا فرمایا کرتے تھے۔

عہ حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۱۲

- ① سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ آبابیہ قدیمیہ ② سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ ③ سلسلہ عالیہ قادریہ اہلئینہ ④ سلسلہ عالیہ قادریہ منوریہ ⑤ سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ ⑥ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ قدیمیہ ⑦ سلسلہ عالیہ چشتیہ محبوبہ جدیدہ ⑧ سلسلہ عالیہ سہروردیہ فضیلیہ ⑨ سلسلہ عالیہ سہروردیہ واحدیہ ⑩ سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ علانیہ ⑪ سلسلہ عالیہ علویہ نقشبندیہ علانیہ ⑫ سلسلہ عالیہ بدیعہ ⑬ سلسلہ عالیہ علویہ منامیہ۔ (الاجازات الملتینہ)

حرمین شریفین، افریقہ اور ہندوستان وغیرہ کے جن اکابر علمائے اسلام و حامیان دین کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت و خلافت حاصل ہوئی ان میں چند مشہور و معروف حضرات کے اسمائے گرامی الاجازات الملتینہ، الاستمداد وغیرہ سے نقل کر کے ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

- ① مجمع الفضائل منبع الفواضل عالم کامل مولانا سید محمد عبدالحی بن سید عبدالبکیر کتانی حسنی اور لیبی فاسی محدث بلاد مغرب (افریقہ)
- ② رئیس العلماء سابق مفتی حنفیہ مولانا شیخ صالح کمال مکی۔
- ③ فاضل جلیل مولانا سید اسمعیل مکی محافظ کتب خانہ حرم شریف۔
- ④ صاحب صدق و صفا مولانا سید مصطفیٰ بن مولانا سید جلیل مکی۔
- ⑤ حضرت مولانا سید ابو حسین محمد مرزوقی امین الفتوی مکی۔

حضرت مولانا سید محمد عبدالحی فاسی علیہ الرحمہ ملک مغرب کے رہنے والے ہیں علم حدیث وغیرہ علوم دینیہ میں ساٹھ عظیم و جلیل کتابوں کے مصنف ہیں اور بڑے پائے کے محدث ہیں ۱۳۲۳ھ میں مکہ شریف حج و زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے وہیں اعلیٰ حضرت سے ملاقات کر کے اجازت و خلافت حاصل فرمائی۔

- ۶) حضرت مولانا شیخ اسعد وہاب مکی ۷) حضرت مولانا شیخ
 عبدالرحمن شیخ وہاب مکی ۸) فاضل یگانہ مولانا علامہ شیخ محمد مہدی بن حسین مکی
 مفتی مالکیہ ۹) حضرت مولانا شیخ علی بن حسین مکی ۱۰) حضرت مولانا شیخ
 جمال بن محمد امیر مکی ۱۱) حضرت مولانا شیخ عبداللہ بن مولانا شیخ احمد
 ابوالخیر میرداد مکی ۱۲) حضرت مولانا سید عبداللہ و حلان مکی ۱۳) حضرت
 مولانا شیخ بکر رفیع مکی ۱۴) حضرت مولانا شیخ حسن عجمی ۱۵) حضرت
 مولانا سید سالم بن عیدروس بار علوی حضرمی ۱۶) حضرت مولانا
 سید علوی بن حسن الکاف حضرمی ۱۷) حضرت مولانا سید ابوبکر بن سالم
 بار علوی حضرمی ۱۸) حضرت مولانا سید محمد بن عثمان و حلان مکی ۱۹)
 حضرت مولانا شیخ محمد یوسف مدرس مدرسہ رحمت اللہ مہاجر مکی ۲۰)
 حضرت مولانا شیخ عبدالقادر کردی مکی تلمیذ رئیس العلماء مولانا شیخ
 صالح کمال ۲۱) حضرت مولانا شیخ عبداللہ فرید بن مولانا عبدالقادر
 کردی مکی ۲۲) حضرت مولانا سید عمر بن سید ابوبکر مکی ۲۳) حضرت
 مولانا شیخ احمد حضراوی مکی ۲۴) حضرت مولانا سید مامون بری بدنی
 ۲۵) شیخ الدلائل حضرت مولانا سید محمد سعید بدنی ۲۶) حضرت مولانا شیخ
 بن حمدان محرمی مدنی ۲۷) فاضل ربانی مولانا ضیاء الدین احمد مہاجر
 مدنی ۲۸) شاہزادہ اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی -
 ۲۹) شاہزادہ اصغر مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں بریلوی ۳۰) حضرت
 صدر الشریعہ خاتم الفقہاء مولانا امجد علی اعظمی ۳۱) صدر الافاضل
 استاذ العلماء مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی ۳۲) شیخ الحدیث مولانا
 سید دیدار علی محدث لاہوری ۳۳) مبلغ اعظم مولانا عبدالعلیم صدیقی
 میرٹھی ۳۴) ملک العلماء مولانا سید ظفر الدین فاضل بہاری ۳۵) فقیہ
 اعظم مولانا ابویوسف محمد شریف کوٹلوی (پنجاب) ۳۵) حامی سنت

مولانا محمد عبدالسلام جبل پوری (۲۷) سلطان الوداعین مولانا عبدالاحد پھلی
 بھیتی (۲۸) فاضل کامل مولانا رحیم بخش آرومی شاہ آبادی (۲۹) مفتی
 سی، پی مولانا برہان الحق جبل پوری (۳۰) عالم نبیل مولانا محمد شفیع
 بیسلیپوری (۳۱) فاضل جلیل مولانا حسین رضا بریلوی (۳۲) ناشر
 سنتی قلع و یا بیت حضرت حاجی لعل محمد دراستی (۳۳) مولانا
 احمد مختار صدیقی میرٹھی (۳۴) عالم حقانی مولانا سید فتح علی شاہ
 کھروڑہ سیدان پنجاب (۳۵) مولانا ابو محمد امام الدین کوٹلی ساکوٹ
 (پنجاب) رَحْمَةُ اللهِ تَعَالَى وَرِضْوَانُهُ عَلَى الْوَاصِلِينَ مِنْهُمْ إِلَى الْحَقِ ط

قُطْبُ الْوَقْتِ مَظْهَرِ نِعْمَتِ اِعْظَمِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

اللہ جل مجدہ نے اپنے برگزید بندہ ۱۵ حمد رضا کو مقدس دین اسلام
 کی خدماتِ جلیہ کے صلہ میں ولایتِ کاملہ کا منصبِ عظیم عطا فرمایا تھا
 اور سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی علامی نے اعلیٰ حضرت
 کو قطبیت کا تاجِ کرامت بخشا تھا۔ چنانچہ اگر ایک طرف آپ سیدنا امام اعظم
 ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب ہیں تو دوسری طرف حضور سیدنا
 نعوث اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
 مظہر بھی ہیں آپ نے جس شان سے احیائے دین و تجدید ملت کے
 فرائض منصبی کو انجام دیا وہ شاید عدل ہے کہ یقیناً آپ کی ذات گرامی
 حضور نعوث اعظم شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجلی گاہ تھی۔ خور

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

• — ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک بہت نفیس اور اونچی سواری ہے حضرت والد ماجد نے کمر پکڑ کر مجھے سوار کیا اور فرمایا گیارہ درجہ تک تو ہم نے پہنچا دیا آگے اللہ مالک ہے۔ میرے خیال میں اس سے سرکارِ غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

غلامی مراد ہے۔ — المملفوظ حصہ سوم ص ۶۱

بیشک سرکارِ غوثیت کی یہی وہ خصوصی غلامی ہے جس کے پیش نظر ہم سرکارِ اعلیٰ حضرت کو قطب الوقت سے یاد کرتے ہیں آپ کے منصب ولایت کی رفعت اور درجہ قطبیت کی بلندی کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ حرمین مقدس کے بڑے بڑے مشائخ و عارفین نے آپ کو اپنا شیخ طریقت بنا یا۔ آپ کو اپنا استاذ مانا آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے آپ سے اجازتیں لکھوائیں اب رہے وہ مسافر جن کی تہنچ طریقت کی منزل یا حقیقت کے زینے تک محدود ہو وہ بھلا اس احمد رضا کو کیا پہچان سکیں گے جو اپنے آقا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیابتِ عظمیٰ سے مشرف ہو کر معرفت و عرفان کی بلند منزل پر رونق افروز سالیکن تو سالیکن مجازیب حضرات بھی جو شرعاً مرفوع القلم ہوتے ہیں آپ کی عظمت و رفعت کے سامنے جبین احترام کو خم کر دیا کرتے تھے۔ ایک مجذوب و دینا میاں جن کی زبان پورنی تھی وہ صرف ایک لنگوٹی باندھے رہا کرتے تھے۔

انھوں نے ایک مرتبہ ٹرین کو اپنی کرامت سے روک دیا تھا۔ شہر بریلی کے ہندو مسلمان بھی ان کے نام سے واقف ہیں ایک دن ان کا

عہ کرامات اعلیٰ حضرت ص ۶۲

گزر محلہ سوداگران میں ہوا جب وہ اعلیٰ حضرت کی مسجد کے سامنے پہنچے تو آپ کا شانہ اقدس سے تشریف لارہے تھے۔ دینامیاں آپ کو دیکھ کر بھاگے اور ایک گلی میں جا کر چھپ گئے لوگوں نے کہا میاں کیوں بھاگتے پھرتے ہو۔ انھوں نے فرمایا کہ یا مولا، آوت ہے لوگ بولے کہ مولوی صاحب آرہے ہیں تو کیا ہوا۔ تو گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا پھر ج کھلے بھٹے ہیں۔

— یعنی قابل ستر جسم کا حصہ کھلا ہوا ہے لہذا ایسی حالت میں ایک عظیم المرتبت پیشوا کے طریقت کے سامنے جانا اس کے احترام کے خلاف ہے۔

بریلی میں ایک مجدد حضرت بشیر الدین آخوندزادے کی مسجد میں رہا کرتے تھے اور جو شخص ان کے پاس جاتا تو کم سے کم پچاس گالیاں سناتے خود اعلیٰ حضرت بچپن ہی سے اولیائے کرام کے عاشق اور ان کی ملاقات کے شائق تھے چنانچہ آپ کو اپنی نوعمری کے زمانے میں حضرت بشیر الدین مجدد کی ملاقات کا شوق ہوا ایک روز رات کے گیارہ بجے تنہا ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرش پر جا کر بیٹھ گئے حضرت بشیر الدین علیہ الرحمہ حجرہ میں چار پائی پر بیٹھے تھے آپ کو بغور پندرہ بیس منٹ تک دیکھتے رہے اور پوچھا کہ تم مولوی رضا علی صاحب کے کون ہو؟ اعلیٰ حضرت نے جواب دیا کہ میں ان کا پوتا ہوں۔ فوراً وہاں سے جھپٹے اور آپ کو اٹھا کر لے گئے اور چار پائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آپ یہاں تشریف رکھئے پھر پوچھا کہ کیا آپ مقدمے کے لئے آئے ہیں اعلیٰ حضرت نے فرمایا مقدمہ تو ہے لیکن میں اس کے لئے نہیں آیا۔ میں تو صرف دعائے مغفرت کے لئے حاضر ہوا ہوں قریب آدھے گھنٹے تک برابر کہتے رہے اللہ کریم کرے اللہ رحم کرے۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت کے برادر اوسط حضرت مولانا حسن رضا علیہ الرحمہ ان کے پاس مقدمہ کی غرض

سے حاضر ہوئے حضرت بشیر الدین علیہ الرحمہ نے ان سے خود ہی پوچھا کہ مقدمہ کے لئے آئے ہو۔ مولانا نے کہا جی ہاں فرمایا کہ مولوی صاحب سے کہنا قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے۔ نَصْرُ مِنَ اللَّهِ وَ فَتْحٌ قَرِيبٌ اِسْرَارِ دُورِ ہاں دن مقدمہ فتح ہو گیا۔

ملفوظات شریف

غلاموں کو بنا دورہ شناس منزل عرفاں

کہ اس منزل کے اچھے راہبر احمد رضا تمپو

جن صاحب کو مرشد عام، مرشد خاص، شیخ اتصال، شیخ ایصال اور ان دونوں کے شرائط، فلاح اول، فلاح دوم، فلاح تقویٰ، فلاح احسان دعوت سلوک کا دائرہ، بیعت ارادت، بیعت برکت، وحدت مقصود، وحدت مشہود، وحدت موجود کے درمیان فرق مراتب وغیرہ اہم مسائل متعلق تحقیق و اجاب دیکھنے کا شوق ہو وہ ۱۵ علیحضرت کی تصانیف فتاویٰ افریقیہ از ص ۱۲۳ تا ص ۱۳۵ اور دولت مکہ ص ۲۲۳ کا مطالعہ فرمائیں نیز طریقت و سلوک کے دیگر کثیر مسائل کی معلومات کے لئے ملفوظات علیحضرت کا مطالعہ بھی از بس مفید ہے۔ ہم یہاں علیحضرت کے ملفوظات سے ان چند ارشادات مقدسہ کو نقل کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں جن کا سلوک و طریقت کے مسائل سے گہرا تعلق ہے۔ آئندہ سطور میں عرض سے مراد استفادہ کرنے والوں کا سوال ہے اور ارشاد سے مراد علیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب ہے۔

۱۔ ملفوظ حصہ چہارم ص ۵

مجاہدہ

عُرُض :- مجاہدہ کے کیا معنی ہیں ؟

ارشاد :- سارا مجاہدہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جمع فرما دیا ہے۔ **وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ**۔ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشوں سے روکے تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔ یہی جہاد اکبر ہے۔ حدیث میں ہے جہاد کفار سے واپس آتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **وَرَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ**۔ ہم اپنے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پھرے (الملفوظ حصہ اول ص ۱۶)

عَرْض :- حضور! مجاہدے میں عمر کی قید ہوتی ہے ؟

ارشاد :- مجاہدے کے لئے کم از کم اسی برس درکار ہوتے ہیں باقی طلب ضرور کی جائے۔

عَرْض :- ایک شخص اسی برس کی عمر سے مجاہدات کرے یا اسی برس مجاہدہ کرے ؟

ارشاد :- مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس عالم میں مسببات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے اسی طریقے پر چھوڑ دیں اور جذب و عنایت ربانی بعید کو قریب نہ کر دئے تو اس راہ کی قطع کو اسی برس درکار ہیں اور رحمت فرمائے تو ایک آن میں نہرانی سے ابدال کر دیا جاتا ہے اور صدق نیت کے ساتھ مشغول مجاہدہ ہو تو امداد الہی ضرور کار فرما ہوتی ہے اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا — جو لوگ
ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھا دیں
گے (الملفوظ حصہ اول ص ۷)

عَنْ ص: - یہ تو اگر کسی کا ہو رہے تو ہو سکتا ہے۔ دنیوی فرار
معاش اگر چھوڑ دیے جائیں تو یہ بھی وقت طلب ہے۔ اور دینی خدمت
(مثلاً تعلیم و نیا تبلیغ کرنا) جو اپنے ذمہ لی ہے اسے چھوڑنا پڑے گا۔
اس شاد: - اس کے لئے یہی خدمات دینیہ مجاہدات ہیں بلکہ
اگر نیت صالح ہے تو ان مجاہدات سے اعلیٰ امام ابوالسحق اسفہانی (علیہ
الرحمہ) جب ان کو مبتدعین کی بدعات کی اطلاع ہوئی پہاڑوں پر ان اکابر
علماء کے پاس تشریف لے گئے جو ترک دنیا و مافیہا کر کے مجاہدات
میں مصروف تھے۔ ان سے فرمایا: كَلَّةَ الْحَشِيشِ اَنْتُمْ هُمْ هُنَا وَاُمَّةٌ مُحَمَّدٌ
صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتَنِ — اے سوکھی گھاس
کھانے والو! تم یہاں ہو اور امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتنوں
میں ہے انھوں نے جواب دیا کہ اے امام یہ آپ ہی کا کام ہے ہم سے
نہیں ہو سکتا (حضرت امام ابوالسحق علیہ الرحمہ) وہاں سے واپس آئے۔ اور
مبتدعین زبند ہوں کہ رو میں نہریں بہائیں — (الملفوظ حصہ اول ص ۷)

عزالت نشینی

مولانا عبدالکریم رضوی چٹوڑی نے عزالت نشینی کے متعلق کچھ عرض
کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی تین قسم کے ہیں مفید، مستفید، منفرد

مفید وہ ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ مستفید وہ کہ خود دوسرے سے فائدہ حاصل کرے منفرد یہ وہ ہے کہ دوسرے سے فائدہ لینے کی اسے حاجت نہ ہو اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہو۔ مفید اور مستفید کو عزت گزینی حرام ہے اور منفرد کو جائز بلکہ واجب۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی ان کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا فرمایا جنت عطا کی گئی نہ علم کے سبب بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو راعی کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھڑوں کو بھڑیے سے ہوشیار کرتا رہتا ہے۔ مائیں نہ مائیں یہ ان کا کام۔ سرکار نے فرمایا بھونکے جاؤ بس اس قدر نسبت کافی ہے لاکھ ریاضتیں لاکھ مجاہدے اس نسبت پر قربان جس کو یہ نسبت حاصل ہے۔ اس کو کسی مجاہدے کسی ریاضت کی ضرورت نہیں اور اسی میں کیا ریاضت تھوڑی ہے جو شخص عزت نشین ہو گیا نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے نہ اس کی آنکھوں کو، نہ اس کے کانوں کو اس کا حال پوچھئے جس نے اٹھلی میں سردیا ہے اور چاروں طرف سے موسل کی مار پڑ رہی ہے۔ کئی ہزار کی تعداد میں وہ لوگ ہونگے جنہوں نے نہ مجھ کو دیکھا اور نہ میں نے ان کو کبھی دیکھا اور روزانہ صبح اٹھ کر پہلے مجھ کو کوستے ہوں گے۔ اور محمد بن اللہ تعالیٰ لاکھوں کی تعداد میں وہ لوگ بھی نکلیں گے جنہوں نے نہ مجھ کو دیکھا اور نہ میں نے ان کو دیکھا روزانہ صبح اٹھ کر نماز کے بعد میرے لئے دعا کرتے ہوں گے۔

(الملفوظ حصہ سوم ص ۲۲)



بُعِیْت

عَنْ صُنِّ! حضور! طلب اور بیعت میں کیا فرق ہے؟
 ارشاد :- طالب ہونے میں صرف طلب فیض ہے۔ اور بیعت کے
 معنی پورے طور سے بکنا۔ بیعت اس شخص سے کرنا چاہئے جس میں یہ چار
 باتیں ہوں۔ ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی۔

اول سنی صحیح العقیدہ ہو (دیوبندی، وہابی، اراکی، انجری،
 مودودی، ندوی وغیرہ سب فاسد العقیدہ بد مذہب ہیں پیر ہونے
 کی پہلی ہی شرط ان کے اندر موجود نہیں)۔ دوم بہ کم از کم اتنا علم ضروری
 ہے کہ بلا کسی امداد کے اپنی ضروریات کے مسائل کتاب سے خود نکال
 سکے۔ سوم :- اس کا سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل
 ہو کہیں منقطع نہ ہو۔ چہارم :- فاسق معلن نہ ہو۔ پھر اسی سلسلہ
 بیان میں ارشاد ہوا کہ لوگ بیعت بطور رسم ہوتے ہیں بیعت کے معنی نہیں
 جانتے بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ منیری علیہ الرحمہ کے ایک مرید دریا میں
 ڈوب رہے تھے حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا اپنا ہاتھ
 مجھے دے کہ تجھے نکال دوں ان کے مرید نے عرض کی یہ ہاتھ حضرت یحییٰ
 منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں اب دوسروں کو نہ دوں گا حضرت خضر
 علیہ السلام غائب ہو گئے اور حضرت یحییٰ منیری ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا
 (الملفوظ حصہ دوم ص ۴۱)

عرض :- زید (حضرت) محدث شریباں صاحب سلیبی بھتی سے بیعت
 ہوا حضور اعرصہ ہوا کہ ان کا وصال ہو گیا اب کسی اور کا مرید ہو سکتا ہے؟

ارشاد :- تبدیل بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع ہے۔ اور تجدید جائز بلکہ مستحب ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں نہ ہوا ہو اور اپنے شیخ سے بغیر انحراف کیے اس سلسلہ عالیہ میں بیعت کرے یہ تبدیل بیعت نہیں بلکہ تجدید ہے کہ جمیع سلاسل اس سلسلہ اعلیٰ کی طرف راجع ہیں۔ (الملفوظ اول ص ۱۱)

فتاویٰ اشیح کا مرتبہ

عرض :- حضور! فتاویٰ اشیح کا مرتبہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟
 ارشاد :- یہ خیال رکھے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے اور اپنے قلب کو اس کے قلب کے نیچے تصور کر کے اس طرح سمجھے کہ سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیوض و انوار قلب شیخ پر فائز ہوتے اور اس سے چھلک کر میرے دل میں آ رہے ہیں پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ حالت ہو جائے گی کہ شجر و حجر، درود و یوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی یہاں تک کہ نماز میں بھی جدا نہ ہوگی اور پھر ہر حال اپنے ساتھ پاؤں گے۔ حافظ الحدیث سیدی احمد سہلماسی کہیں تشریف لائے جاتے تھے راہ میں اتفاقاً آپ کی نظر ایک نہایت حسینہ عورت پڑ گئی یہ نظر اول کھتی بلا قصد کھتی دوبارہ پھر آپ کی نظر اٹھ گئی اب دیکھا کہ پہلو میں حضرت سیدی غوث الوقت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیر و مرشد تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں احمد! عالم ہو کر انھیں سیدی احمد سہلماسی کے دو بیویاں تھیں سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے دوسری سے ہم بستری کی یہ نہیں چاہئے۔ عرض کیا حضور وہ اس وقت سوتی کھتی۔ فرمایا

سوتی نہ کھتی۔ عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی
کوئی اور پلنگ تھا عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا فرمایا اس پر میں
تھا۔۔۔ تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہرآن ساتھ ہے۔
(الملفوظ دوم ص ۶۷)



سیر فی اللہ وسیر فی اللہ

عرض :- درجات فقر ترتیب وار ارشاد ہوں کہ جب طالب
سلوک کی راہ چلتا ہے تو اول کون سا درجہ حاصل ہوتا ہے پھر کون سا
ارشاد :- صلحاء، سائکین، فانیین، واصلین۔ اب ان واصلوں
کے مراتب ہیں۔ نجباء، نقباء، ابدال، بدلاء، اوتار، اناہین، غوث،
صدیق، نبی، رسول، تین پہلے۔ سیر فی اللہ کے ہیں۔ باقی
سیر فی اللہ کے اور ولی ان سب کو شامل۔ (الملفوظ چہارم ص ۲۲)



رجال الغیب

عرض :- حضور رجال الغیب ملائکہ سے ہیں؟
ارشاد :- نہیں۔ جنوں یا انسانوں میں سے ہوتے ہیں آپ نے رجال
پر خیال نہیں کیا ملائکہ پاک ہیں رجال و نساء (مرد و عورت) ہونے سے۔

عرض :- رجال الغیب کیوں کہلاتے ہیں ؟
 ارشاد :- غائب رہتے ہیں (اس وجہ سے رجال الغیب کہے جاتے ہیں)۔

عرض :- رجال الغیب بھی سلسلے میں ہوتے ہیں ؟
 ارشاد :- ہاں یہی سلسلے میں ہوتے ہیں البتہ افراد سوائے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کسی کے ماتحت نہیں ہی واسطے فرد کہلاتے ہیں۔ سلسلے میں کسی کے نہیں لیکن حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع سے چارہ نہیں۔

(۱) ملفوظ حصہ چہارم ص ۱۲ و ۱۳

مجدوب

عرض :- مجذوب بھی کسی سلسلے میں ہوتے ہیں ؟
 ارشاد :- ہاں وہ خود سلسلے میں ہوتے ہیں ان کا کوئی سلسلہ نہیں ان سے آگے پھر نہیں چلتا (الملفوظ چہارم صفحہ ۱۲)
 عرض :- حضور! مجذوب کی کیا پہچان ہے ؟
 ارشاد :- سچے مجذوب کی پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا۔ حضرت سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشہور مجذوب سے تھے۔ شہر احمد آباد میں مزار شریف ہے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ زنانہ وضع رکھتے تھے ایک بار قحط شدید پڑا بادشاہ قاضی واکا بر جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لئے گئے (وہ) انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں جب لوگوں کی آہ و زاری حد سے گزری
 ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان

کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا میں بھینچے یا اپنا سہاگ لیجئے یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح اٹھیں اور جل تھل بھر دیے ایک دن نماز جمعہ کے وقت بازار میں جا رہے تھے ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے انھیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے مردانہ لباس پہننے اور نماز کو چلنے۔ اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا چوڑیاں، زیور اور زنا نہ لباس اتارا اور مسجد کو ساتھ ہو لئے خطبہ سنا جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریر یہی اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی فرمایا اللہ اکبر میرا خاوند حی لایموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا۔ اور یہ (لوگ) مجھے بیوہ کئے دیتے ہیں اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں اندھی تقلید کے طور پر ان کے مزار کے بعض مجاوروں کو دیکھا کہ اب تک بالیاں کڑے، جوشن پہنتے ہیں یہ گمراہی ہے صوفی صاحب تحقیق اور ان کا مقلد زندقہ

(الملفوظ دوم ص ۱۰۱)

غوث و افراد

عناص :- غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے
 ارشاد :- بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے لہذا
 غوث کا ہر زمانے میں ہونا ضروری ہے۔
 عناص :- غوث کو مراقبے سے حالات منکشف ہوتے ہیں
 ارشاد :- نہیں بلکہ انھیں ہر حال میں آئینہ پیش نظر ہے اس
 کے بعد ارشاد فرمایا ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں۔ غوث کا لقب عبداللہ

اور وزیر دست راست (کا نام) عبدالرب اور وزیر دست چپ (کا نام) عبدالملک
 ہے۔ اس سلطنت میں وزیر دست چپ وزیر راست سے اعلیٰ ہوتا ہے
 بخلاف سلطنت دنیا کے اس لئے کہ سلطنت قلب ہے۔ اور دل
 جانب چپ۔ غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 ہیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے وزیر دست چپ تھے اور فاروق
 اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر راست، پھر امت میں سب سے پہلے درجہ
 غوثیت پر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممتاز ہوئے
 اور وزارت امیر المومنین فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 کو عطا ہوئی اور اس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کو غوثیت مرحمت ہوئی۔ اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ و مولیٰ علی کرم اللہ
 تعالیٰ وجہہ الکریم وزیر ہوئے۔ پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کو غوثیت عنایت ہوئی۔ اور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و امام حسن رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ وزیر ہوئے۔ پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (غوثیت عطا ہوئی)
 اور امین مختربین حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے
 پھر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک
 یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے۔ امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد
 حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے
 نائب ہوئے ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث۔ حضور تنہا غوثیت
 کبریٰ کے درجہ پر فائز ہوئے حضور غوث اعظم بھی ہیں اور سیدالافراد بھی حضور
 کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ تک سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ پھر امام
 مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔

(الملفوظ حصہ اول ص ۱۳۱)

عرض :- غوث کے انتقال کے بعد درجہ غوثیت پر کون مامور

ہوتا ہے ؟

اس شہاد :- غوث کی جگہ امامین سے غوث کر دیا جاتا ہے اور امامین کی جگہ اوتاد اربعہ سے اوتاد کی جگہ بدلا سے بدلا کی جگہ ابدال سبعین سے اور ان کی جگہ تین موقبہ سے پھر اولیاء سے اور اولیاء کی جگہ عامہ مومنین سے کر دیا جاتا ہے۔ کبھی بلا لحاظ ترتیب کافر کو مسلمان کر کے بدل کر دیتے ہیں ان کا مرتبہ ابدال سے زیادہ ہے۔ (الملفوظ اول ص ۳۱)

عرض :- حضور! افراد کون اصحاب ہیں ؟

اس شہاد :- اجلہ اولیاء کرام سے ہوتے ہیں۔ ولایت کے درجات میں غوثیت کے بعد فردیت ہے۔ ایک صاحب جو اجلہ اولیاء کرام سے تھے ان سے کسی نے پوچھا کہ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں ؟ فرمایا ابھی ابھی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ میں نے جنگل میں ٹیلے پر ایک نور دیکھا جب میں قریب گیا تو معلوم ہوا کہ وہ کبیل کا نور ہے۔ ایک صاحب اسے اوڑھے سو رہے ہیں میں نے پاؤں پکڑ کر ہلایا اور جگا کر کہا اٹھو مشغول بخدا ہو کہا آپ اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے میری حالت پر رہنے دیجئے میں نے کہا کہ میں مشہور کئے دیتا ہوں کہ یہ ولی اللہ ہے اس کبیل اوڑھنے والے نے کہا کہ میں مشہور کر دوں گا کہ پھر ہیں میں نے کہا میرے لئے دعا کرو کہا دعا تو آپ ہی کا حق ہے۔ میں نے کہا تمہیں دعا کرنی ہوگی کہا۔ وَقَدْ اَللَّهُ حَظَّكَ مِنْهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اپنی ذات میں آپ کا نصیب زیادہ کرے اور کہا اگر میں غائب ہو جاؤں تو آپ ملامت نہ فرمائیے گا اور فوراً نظر سے غائب ہو گئے۔ حالانکہ کسی ولی کی طاقت نہ کھتی کہ میری نگاہ سے غائب ہو سکے۔ وہاں سے (میں) آگے بڑھا اور اسی طرح کا نور دیکھا کہ نگاہ کو خیرہ کرتا ہے قریب گیا تو دیکھا ٹیلے پر ایک

عورت کبیل اور ٹھے سو رہی ہے۔ وہ اس کے کبیل کا نور ہے میں نے پاؤں
 ہلا کر ہوشیار کرنا چاہا غیب سے ندا آئی اے خضر احتیاط کیجئے (اتنے
 میں) اس بی بی نے آنکھ کھولی اور کہا حضرت! (آپ) نہ رکے یہاں تک
 کہ روکے گئے۔ میں نے کہا اٹھ مشغول بن جاؤ (اس بی بی نے) کہا حضرت
 اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے اپنی حالت پر رہنے دین میں نے کہا تو میں
 مشہور کئے دیتا ہوں کہ یہ (بی بی) ولی اللہ ہے کہا میں مشہور کر دوں
 گی۔ کہ یہ حضرت خضر ہیں میں نے کہا میرے لئے دعا کرو۔ کہا دعا تو آپ کا
 حق ہے۔ میں نے کہا تمہیں دعا کرنی ہوگی۔ کہا۔ **وَفَرَّ اللَّهُ حَظَاكَ**
مِنْهُ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں آپ کا نصیب زیادہ کرے پھر اس
 بی بی نے کہا اگر میں غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمائیے گا۔ میں نے
 دیکھا یہ بھی جاتی ہے۔ (تو) کہا یہ تو بتائے جا کیا تو اسی کبیل پوش مرد
 کی بیوی ہے؟ کہا ہاں یہاں ایک ولیہ کا انتقال ہو گیا تھا اس کی تجہیز
 و تکفین کا ہمیں حکم تھا یہ کہا اور میری نگاہ سے غائب ہو گئی۔ (وہ
 صاحب جو اجلہ اولیائے کرام میں سے تھے انھوں نے حضرت خضر علیہ السلام
 سے پوچھا کہ یہ کبیل پوش مرد و عورت) کون لوگ ہیں۔ (حضرت خضر علیہ السلام
 نے فرمایا یہ لوگ افراد ہیں میں نے کہا وہ کبھی کوئی ہے جس کی طرف یہ رجوع
 لاتے ہیں۔ فرمایا ہاں وہ (عوث اعظم) شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں۔
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (الملفوظ حصہ اول ص ۲۰۲)



دستِ غیب و کیمیا

عارض :- دستِ غیب و کیمیا حاصل کرنا کیسا ہے؟
 ارشاد :- دستِ غیب کے لئے دعا کرنا محالِ عادی کے لئے دعا کرنا ہے جو مثل محالِ عقلی و ذاتی کے حرام ہے اور کیمیا تفسیحِ مال ہے اور یہ حرام ہے آج تک کہیں ثابت نہیں ہوا کہ کسی نے بنائی ہو گیا سبطِ کَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ ط (جیسے کوئی پانی کی طرف دونوں ہاتھ پھیلائے بیٹھا ہو اور پانی یوں اسے پہنچنے والا نہیں) دستِ غیب جو قرآنِ عظیم میں ارشاد ہے اس کی طرف لوگوں کو توجہ ہی نہیں کہ فرماتا ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۝ (اور جو اللہ سے ڈرے اس کے لئے نجات کی راہ نکال دیگا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو) اس آیتِ کریمہ پر عمل نہیں در نہ حقیقت سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ میرے ایک دوست مَدِينَةُ طَيْبَةٍ کے رہنے والے ان کا مدینہ منورہ سے بھجوا ہوا ایک خط اتوار کے روز مجھے ملا جس میں پچاس روپیے کی طلب تھی بدھ کے روز یہاں دبئی، سے (عرب شریف) ڈاک جاتی تھی جو ہفتہ کو ڈاک کے جہاز میں روانہ ہو جاتی تھی پر کے دن تو مجھے خیال ہی نہ رہا منگل کے روز یاد آیا دیکھا تو اپنے پاس پانچ پیسے بھی نہیں وہ دن بھی ختم ہوا نماز مغرب پڑھ کر اور یہ فکر کہ کل بدھ ہے اور ابھی تک روپے کی کوئی سبیل نہیں ہوئی میں نے سرکار میں عرض کیا کہ حضور ہی میں بھیجنا ہیں روپیے عطا فرمائے جائیں کہ باہر سے حسنین میان (اعلیٰ حضرت کے بھتیجے مولانا حسنین رضا صاحب)

نے آواز دی "سیٹھ ابراہیم بمبئی سے ملنے آئے ہیں" میں باہر آیا اور ملاقات کی چلتے وقت اکیاون روپیے انھوں نے دیے حالانکہ ضرورت صرف پچاس کی تھی (لیکن) یہ اکیاون یوں تھے کہ ایک روپیہ فیس منی آرڈر کا بھی تو دینا پڑتا غرض صبح کو (بدھ کے دن) فوراً منی آرڈر کر دیا۔
(الملفوظ حصہ سوم ص ۱۸)

ظہور امام مہدی رضی اللہ عنہ

عاصف :- قیامت کب ہوگی اور ظہور امام مہدی کب ہوگا؟
اس شہاد :- قیامت کب ہوگی اسے اللہ جانتا ہے اور اس کے بتانے سے اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت ہی کا ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے عَلِمَ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ ط اللہ غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جس کا اوپر متصل آیت میں ذکر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے بعض علمائے کرام نے بملاحظہ احادیث حساب لگایا کہ یہ امت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی امام سیوطی نے اس کے انکار میں ایک رسالہ لکھا الکشف عن تجاوز هذه الامة الالف اس میں ثابت کیا کہ یہ امت ستائندہ ہجری سے ضرور آگے بڑھے گی امام جلال الدین کی وفات شریف ۸۹۷ھ میں

اور آپ نے حساب سے خیال فرمایا کہ ستلہ ہجری میں خاتمہ ہوگا بحدائق
تعالیٰ اسے بھی تھپس برس گزر گئے اور ہنوز قیامت تو قیامت اشراط کبریٰ
میں سے کچھ نہ آیا۔

ایام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر ان میں کسی
وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گزرتا ہے کہ
شاید ستلہ ہجری میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور ستلہ
ہجری میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔ (الملفوظ حصہ اول ص ۱۱)

جٹا دھاری فقیر

عرض :- مرد کو چوٹی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض فقیر کہتے ہیں۔
ارشاد :- حرام ہے حدیث میں فرمایا۔ لَعَنَ اللَّهُ الْمُشْتَبِهِينَ
مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُشْتَبِهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ۔ اللہ کی لعنت
ہے ایسے مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت رکھیں اور ایسی عورتوں پر جو
مردوں سے مشابہت پیدا کریں (الملفوظ حصہ دوم ص ۱۲)
عرض :- اکثر بال بڑھانے والے لوگ حضرت کیسودرازا کو دلیل
لاتے ہیں۔

اس شاد :- جہالت ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکثرت احادیث صحیحہ
میں ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور
ان عورتوں پر جو مردوں سے اور تشبہ کے لئے ہر بات میں پوری وضع بنانا
ضرور نہیں ایک ہی بات میں مشابہت کافی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ایک عورت کو ملاحظہ فرمایا کہ مردوں کی طرح کندھے پر کمان لٹکانے
 جا رہی ہے اس پر بھی یہی فرمایا کہ ان عورتوں پر لعنت جو مردوں سے تشبہ
 کریں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت
 کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اس پر بھی یہی حدیث روایت فرمائی کہ مردوں سے
 تشبہ کرنے والی عورتیں ملعون ہیں جب صرف جوتے یا کمان لٹکانے
 میں مشابہت موجب لعنت ہے تو عورتوں کے سے بال بڑھانا اس سے
 سخت تر موجب لعنت ہوگا۔ کہ وہ ایک خارجی چیز ہے اور یہ خاص جزو بدن
 تو شانوں سے نیچے گیسور رکھنا بحکم احادیث صحیحہ ضرور موجب لعنت ہے اور
 چوٹی گندھوانا اور زیادہ اور اس میں مہاف ڈالنا اس سے اور سخت تر۔
 حضرت سیدی محمد گیسو دراز قدس سرہ نے تشبہ نہ کیا تھا۔ ایک گیسو محفوظ
 رکھا تھا اور اس کے لئے ایک درجہ خاص تھی کہ اکابر علماء واجلہ سادات سے
 تھے۔ جوانی کی عمر تھی سادات کی طرح شانوں تک دو گیسور رکھتے تھے کہ اس
 قدر شرعاً جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ ایک بار سربراہ بیٹھے تھے حضرت
 نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سواری نکلی انھوں نے اٹھ کر زانوئے
 مبارک پر بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ چراغ دہلی نے فرمایا سید فرو ترک یعنی
 اے سید اور نیچے بوسہ دو انھوں نے پائے مبارک پر بوسہ لیا فرمایا سید
 فرو ترک انھوں نے گھوڑے کی سم پر بوسہ دیا ایک گیسو کہ رکاب مبارک
 میں الجھ گیا تھا وہیں الجھا رہا اور رکاب سے سم تک بڑھ گیا حضرت چراغ
 دہلی نے فرمایا سید فرو ترک انھوں نے ہٹ کر زمین پر بوسہ دیا گیسو رکاب
 مبارک سے جا کر کے حضرت چراغ دہلی تشریف لے گئے لوگوں کو تعجب
 ہوا کہ ایسے سید اتنے بڑے عالم نے زانو پر بوسہ دیا اور حضرت راہی نہ ہوئے اور نیچے
 بوسہ دینے کو حکم فرمایا انھوں نے پائے مبارک کو بوسہ دیا اور نیچے کو حکم فرمایا گھوڑے کی سم
 دکھر، پر بوسہ دیا اور نیچے کو حکم فرمایا یہاں تک کہ زمین پر بوسہ دیا۔ یہ اعتراض حضرت

سید گیسو دراز نے سنا تو فرمایا لوگ نہیں جانتے کہ میرے شیخ چراغ دہلی نے ان چار بوسوں میں کیا عطا فرما دیا جب میں نے زانوے مبارک پر بوسہ دیا عالم ناسوت منکشف ہو گیا جب پائے اقدس پر بوسہ دیا۔ عالم ملکوت منکشف ہوا۔ جب گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا عالم جبروت منکشف تھا جب زمین پر بوسہ دیا عالم لاہوت کا انکشاف ہو گیا اس ایک گیسو کو کہ ایسی جلیل نعمت کی یادگار تھا اور اسے ایسی تجلی و رحمت نے بڑھایا تھا نہ ترسوا یا اسے تشبہ سے کیا علاقہ عورتوں کا ایک گیسو بڑا نہیں ہوتا نہ اتنا دراز

(الملفوظ حصہ دوم ص ۹۵)

روح جسم کی عام فہم پیش

عض : عذاب فقط روح پر ہوتا ہے یا جسم پر بھی؟

ارشاد : روح و جسم دونوں پر یونہی ثواب بھی حدیث میں ہے ایک لہجھا کسی باغ کے سامنے پڑا تھا اور میوے دیکھ رہا تھا مگر اس تک جانہ سکتا تھا اتفاقاً ایک اندھے کا اس طرف سے گذر ہوا کہ باغ میں جا سکتا تھا مگر میوے اسے نظر نہ آتے لہجھے نے اندھے سے کہا کہ تو مجھے باغ میں لے چل وہاں جا کر ہم اور تم دونوں میوے کھائیں۔ اندھا اس کو اپنی گردن پر سوار کر کے باغ میں لے گیا۔ لہجھے نے میوے توڑے اور دونوں نے کھائے اس صورت میں کون مجرم ہو گا؟ دونوں ہی مجرم ہیں۔

اندھا جسم ہے اور لہجھا روح (الملفوظ حصہ اول ص ۷)

ہم قلمت صفحات کے باعث انھیں چند ارشادات کے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جس کو شریعت و طریقت کے مسائل، فلسفہ و کلام کے مباحث نیز ایمان افروز واقعات نصیحت آموز سچی حکایات ملاحظہ کرنے کا شوق ہو وہ ملفوظات چہار حصے کامل کا مطالعہ کرے۔

شہنشاہِ اسلام سخن



ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضیاً مُسَلِّمٌ جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں
 اعلیٰ حضرت کا یہ مقطع شاعرانہ لعلی نہیں بلکہ حقیقت واقعہ کا عکاس ہے۔
 کیونکہ آپ نے نزیلیات اور لغویات سے بہت دورہ کر فنِ سخن کے تمام
 اصناف میں طبع آزمائی فرمائی ہے غزل، قصیدہ، مثنوی، مستزاد، قطعات
 رباعیات وغیرہ جس میدان کی طرف آگئے ہیں سکے بٹھا دیے ہیں۔
 فصاحت و بلاغت، حلاوت و ملاحٹ، لطافت و نیراکت، تشبیہات
 و استعارات، حسن تعلیل، ندرتِ تخیل، جدتِ تمثیل، صنوتِ لہجہ و ترصیح
 صنعتِ تخیل و تبیح، توانی کا زور، تسلسل بیان، تنوع مضامین، انتہائی
 جوش و جذبہ، والہانہ عقیدت و ارادت وغیرہ سب چیزیں آپ کے
 کلام میں پائی جاتی ہیں۔

آپ کا نعتیہ دیوان حدائقِ بخششِ حمد و نعت، دعا و التماس، سلام و
 منقبت، عشق و محبت، حقیقت و معرفت، معجزات و کرامات، شرح
 آیات و احادیث وغیرہ مضامین کا ایک ایسا بحرِ خزائے حسن کی وسعت

تفصیل کے لئے مولانا محمد وارث جہاں کی تصنیف امام شعر و ادب ملاحظہ ہو۔

اور گہرائی کا اندازہ کرنا اہل بصیرت حضرات ہی کا کام ہے۔

جس طرح آپ امام اہل سنت ہیں اسی طرح آپ کا کلام بھی کلام سخن کا امام ہے چنانچہ آپ کے دیوان حدائق بخشش پر کلام الامام امام الکلام کا مقولہ حرف بحرف صادق آتا ہے اور کیوں نہ صادق آئے کہ حدائق بخشش حسان العصر، خسرو اقلیم سخن، شہنشاہ نعت گویاں اعلیٰ حضرت عبدالمصطفیٰ احمد رضا کے عشق بھرے دل کی آواز اور مداحان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے شمع ہدایت ہے۔

آپ عام ارباب سخن کی طرح صبح سے شام تک اشعار کی تیاری میں مصروف نہیں رہتے تھے بلکہ جب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی اور درد عشق آپ کو بے تاب کرتا تو از خود زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہو جاتے اور پھر یہی اشعار آپ کی سوزش عشق کی تسکین کا سامان بن جاتے چنانچہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعر و سخن میرا مذاق طبع نہیں۔

آپ کا شعر و سخن سوز و گداز اور درد دل کا عکاس ہونے کے ساتھ ادب و زبان کا شاندار مرفع بھی ہے خصوصاً قصیدہ رنگ علمی، قصیدہ رنگ عشقی، قصیدہ سلام، قصیدہ درود، قصیدہ معراج وغیرہ تو بلند پایہ ادب کے آئینہ دار ہیں۔

آپ نے شعر و سخن کا سارا زور نعت کے میدان میں صرف کیا ہے آپ دنیا کے کسی تاجدار کو تاجدار کہنا غلامی رسول کے لئے توہین سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے کبھی کسی امیر، بادشاہ، نواب، حاکم وغیرہ کی مدح سرائی نہیں کی۔ ایک مرتبہ نواب ریاست نانپارہ (ضلع بہرائچ شریف یوپی) کی مدح میں شاعروں نے قصائد لکھے کچھ لوگوں نے آپ کی خدمت میں

گزارش کی کہ حضرت آپ بھی نواب کی مدح میں کوئی قصیدہ لکھ دیں
اس کے جواب میں ایک نعت شریف لکھی جس کا مطلع یہ ہے۔
وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقصِ جہاں نہیں
یہی پھولِ خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
اور مقطع میں "نانپارا" کی بندش کتنے لطیف اشارے میں ادا
کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

کروں مدحِ اہلِ دُورِ رَضا پُڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دینِ پارۂ نان نہیں
آپ کا کلام مجازی حسن و عشق کی شاعری اور دیگر سوقیانہ خیالات
سے بالکل پاک ہے آپ کا ذوق سخن احترامِ شریعت کا آئینہ دار ہے۔
نعت گوئی کا درس آپ نے قرآنِ عظیم سے حاصل کیا چنانچہ ایک رباعی
میں خود فرماتے ہیں۔

ہوں میں اپنے کلام سے نہا محفوظ۔ بیجا سے ہے المنة لله محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی۔ یعنی رے احکام شریعت ملحوظ
سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت گوئی حیاتِ مومن کا ایک بہترین
مشغلہ ہے لیکن حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے اس مشغلہ کی ذمہ داری سے
عہدہ برآ ہونا صرف مؤید من اللہ کا کام ہے خود اعلیٰ حضرت بیان فرماتے ہیں
۔۔۔ حقیقۃً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے

ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھنا ہے تو الوہیت میں پہنچا جانا
ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں
راستہ صاف ہے چلنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً
حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔

(الملفوظ حصہ دوم ص ۱۲)

اعلیٰ حضرت نے حدود شریعت میں رہ کر جس جوش اور جس خلوص سے اپنے
 آقا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و جلال کے خطبے پڑھے ہیں
 اور جس ولولہ اور کیف کے ساتھ اپنے مولیٰ کی شمار کے نغمے گائے ہیں وہ آپ
 اپنی مثال ہیں۔

میدانِ نعت و منقبت میں آپ کا کوئی حریف و مقابل نہیں چنانچہ خود
 فرماتے ہیں۔

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جنات کہ رضا کی طرح کوئی سحرِ بیا
 نہیں ہند میں و اصف شاہِ ہدی مجھے شوخی طبع رضا کی قسم



امتیازی خصوصیات

① آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایسے الفاظ اور ایسے استعارے استعمال کئے ہیں جو انتہائی ادب و محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں تمام کلام شروع سے آخر تک پڑھ جائیے لفظ میثرب کہیں نہ پائیے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول دافع البلاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قدم ناز سے تمام برائیوں اور بیماریوں کو دور فرما کر میثرب کو طیبہ بنا دیا ہے۔

② حدود شریعت سے ناواقف شعراء جو ش عقیدت میں اولیائے کرام کو صحابہ عظام پر فضیلت دے جاتے ہیں یا سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقابلہ دیگر انبیائے کرام سے اس طرح کرتے ہیں کہ حضراتِ انبیاء کا احترام باقی نہیں رہتا اعلیٰ حضرت کے کلام میں اس قسم کی باتیں نہ ملیں گی۔

③ اکثر شعراء کعبہ، عرش، حرم، مسجد، جنت، رضوان و غیرہ کی حرمت پر ٹھیس لگاتے ہیں اور بت خانہ، میخانہ، کفر و زنا وغیرہ کی عظمت ثابت کرتے ہیں۔ یہ بہت محبوب چیز ہے اعلیٰ حضرت کا کلام اس قسم کی لغویات سے بالکل پاک ہے۔

④ آپ کا کلام جھوٹ، مبالغہ، ریا، تصنع، تکلف سے بالکل منزہ ہے ہر جگہ خلوص عقیدت، صدق و حقانیت اور جذب دل کی ترجمانی ملے گی۔

⑤ عقائدِ اہلسنت کی تبلیغ، اطاعت و محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلقین، باطل پرستوں کی تردید بھی آپ کے کلام کی خصوصیت ہے۔

⑥ سرکارِ غوثیت میں بے انتہا نیاز مندانہ عقیدت بھی آپ کی امتیازی شان ہے

⑦ آپ کے کلام میں کہیں تو قرآن و حدیث کے بعینہ کلمات و عبارات ہیں، کہیں ان کے ترجمے ہیں اور کہیں تلمیحات و اشارات ہیں غرض کہ آپ کے اشعار کے ماخذ کلام

آہی و حدیث نبوی کے مضامین ہیں۔

(۸) دشمنانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تفتیح و تفضیح میں آپ کا شعر و سخن شاعرِ بارگاہِ رسالت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاکیزہ کلام کا آئینہ ہے لہذا یہ کہنا بالکل حق بجانب ہے کہ اعلیٰ حضرت حَسَّانُ الْعُصْرِ تھے باقی دوسرے شعراء جو تملق، چاپلوسی اور مدائہنت فی الدین کی زندہ تصویر ہیں ان کو لِسَانُ الْحُسَّانِ کہنا حضرت سیدنا حسن بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین ہے۔



حَدِيقِ مَخَشَشٍ مِنْ نَعْتَوْنَ كَالِاتِّخَابِ

ہم اس جگہ اعلیٰ حضرت کی چند نعتوں کو پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین حضرات آپ کے شعر و سخن سے بھی محظوظ ہو سکیں لیکن قلتِ صفحات کے باعث یہاں پورے اشعار نقل نہیں کیے جائیں گے۔

①

مثل تو نہ شد پیدا جانا
ہے تجھ کو شبِ دوسرا جانا
من بے کس و طوفاں ہوش رُبا
موری نیتا پار لگا جانا
چو بَطِيْبَةٌ رَسِيٌّ عَرْضِ مَبْكِيٍّ
مری شب نے نہ دن ہونا جانا
رہے بر حسرتِ تَشْنَهْ بَنَكُ
نَيْسَبَهْ سے ابھی نہ سنا جانا
آں عہدِ حضورِ بَارِ گہت
دردا وہ مدینہ کا جانا
دل زار چنناں جاں زیر چنوں
مرا کون ہے تیرے سوا جانا

لَمْرِيَاتِ نَظِيرِكَ فِي نَظِيرِ
جگ راج کو تاج تورے سر
الْبَحْرِ عَلَا وَالْمَوْجُ طَغَى
منجدھار میں ہوں بگڑھی ہے ہوا
يَا شَمْسُ نَظَرْتِ إِلَى لَيْلِي
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی
يَا قَافِلَتِي زَيْدِي أَجَلَكُ
مورا جیرا لرھے دَرَكُ دَرَكُ
وَاهَا السُّوَيْعَاتِ ذَهَبَتْ
جب یاد آوت موہے گرنہ پرت
الْقَلْبُ شَجٌّ وَآلِهَمُّ شَجُونٌ
پت اپنی پیٹ میں کاسے کہوں

بس خامہ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ دھنگ مرا

إِرْشَادِ أَحِبَّانَا طُقُّ تَهَانَا چار اس راہ پڑا جانا

جناب ارشاد صاحب و جناب ناطق صاحب جو اعلیٰ حضرت کے اجاب میں تھے ان دونوں حضرات نے ایک دن اعلیٰ حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ حضور ایک ایسی لغت شریف لکھ دیں جس میں عربی، فارسی، اردو، ہندی چاروں زبانیں جمع ہو جائیں۔ آپ نے ان دونوں کی فرمائش پر بغیر اہتمام وقت اور غور و فکر کے مذکور بالا لغت شریف لکھ دی۔ ناظرین مقطع کو ملاحظہ کریں ارشاد اور ناطق کی بندش کیسے لطیف انداز میں ادا کی ہے۔

(۲)

ہے کلام الہی میں شمس و ضحیٰ تیرے چہرہ نور فزا کی قسم :۔
 قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دو تار کی قسم
 ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری مخلوق کو حق نے جمیل کیا
 کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حُسن و ادا کی قسم
 وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا !
 کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم
 یہی عرض ہے خالقِ ارض و سما وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ ترا
 مجھے ان کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم
 تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا ہے تجھی پہ بھروسہ تجھی سے نعا
 مجھے جلوہ پاک رسول دکھانے اپنے ہی عز و عسلا کی قسم !
 یہی کہتی ہے بلبلِ باغ چناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
 ہیں ہند میں و اصف شاہ ہدیٰ مجھے شوخی طبع رسا کی قسم

(۳)

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقصِ جہاں نہیں

یہی پھولِ خار سے دُور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانی دل و جاں نہیں

کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک "نہیں" کہ وہاں نہیں

میں تثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں

وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیان ہے جس کا بیا نہیں

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مفر:

جو وہاں سے ہو یہاں آئے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

کرے مصطفیٰ کی امانتیں کھلے بندوں س پر یہ جڑا تیں
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

"کہ میں کیا نہیں ہوں" محمدی "ارے ہاں نہیں اسے ہاں نہیں

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے

کوئی جانے منہ میں زباں نہیں یہاں نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

وہی لامکاں کے مکین ہوئے سر عرشِ تخت نشین ہوئے

وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکا نہیں

سر عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر

ملکوت و ملک میں کوئی شی نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

کروں مدح اہل دُورِ رضا پڑے اس بلا میں مری بلا

میں گدا ہوں بچے کریم کا مرادین پار کا فناں نہیں

دوسری بار کی حاضری میں اعلیٰ حضرت ۲۳ صفر ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۰۶ء کو
مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے اس سفر مقدس میں جو قلبی تاثرات
پیش آئے ان کی عکاسی آپ نے ذیل کے اشعار میں کی ہے۔

شکرِ خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے

جس پر نثارِ رحمانِ فلاح و ظفر کی ہے

گرمی ہے تپ ہے درد ہے کلفت سفر کی ہے

ناشکر یہ تو دیکھ عزیمت کدھر کی ہے . .

کس خاک پاک کی تو بنی خاکِ پاشفا.

تجھ کو قسم جناب میما کے سر کی ہے

ہم کو تو اپنے سایے میں آرام ہی سے لائے

حیلے یہاں نے والوں کو یہ راہ ڈر کی ہے..

لٹتے ہیں مارے جاتے ہیں یوں ہی سنا کئے

ہر بار دی وہ امن کہ غیرتِ حضر کی ہے.

وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قسم ابھی .

پہروں نہیں کہ بست ^{۲۴} و چہارم صفر کی ہے.

ماہِ مدینہ اپنی تجسلی عطا کرے . .

یہ ڈھلتی جانندنی تو پہاڑ دو پہر کی ہے

مَنْ زَارَ تَرْبَتِي وَجَبْتُ لَهُ شَفَاعَتِي

ان پر دردِ جن سے نویداں بشر کی ہے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے

اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے .

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا .

پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے
کعبہ بھی ہے انھیں کی تجلی کا ایک نخل
روشن انھیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے .
ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منی . .

لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز

اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے

اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انھیں پھر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروغ ہیں . . .

اصل الاصول بندگی اس تا جو رکھی ہے
شکل بشر میں نور الہی اگر نہ ہو

کیا قدر اس خمیرہ ماؤ مدر کی ہے . .
نور آگہ کیا ہے محبت حبیب کی . .

جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ نوک و خمر کی ہے
ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو !

واللہ ذکر حق نہیں کنجی سفسر کی ہے
آپ کچھ سنا دے عشق کے بولوں میں اے رضا
مشتاق طبع لذت سوزِ بگر کی ہے !

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
 کھبتی ہونی نظر میں ادا کس سحر کی ہے
 ہم جاتیں اور قدم سے لپٹ کر حرم کہے
 ہم گمراہ کعبہ پھرتے تھے کل تک اور آج وہ
 ہاں ہاں رہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
 اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک
 عشاق روضہ سجدہ میں سوئے حرم جھکے
 کعبہ ہے بیشک انجمن آرا دو لہن مگر
 کعبہ دو لہن ہے تربت اطہر نئی دو لہن
 دونوں بنیں بجیلی ایشلی بنی مگر
 سر سبز وصل یہ ہے سیر پوش ہجر وہ

کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے
 چبھتی ہوئی جگر میں صد اکس جگر کی ہے
 سو نیا خدا کو تجھ کو یہ عظمت سفر کی ہے
 ہم پر نثار ہے یہ ارادت کدھر کی ہے
 او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم دسر کی ہے
 حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے
 اللہ جانتا ہے کہ نیت کدھر کی ہے
 ساری بہار دو لہنوں میں دو لہا کے گھر کی ہے
 یہ رشک آفتاب وہ غیرت فخر کی ہے
 جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے
 چمکی دو بیوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

سنکی وہ دیکھ باد شفاعت کہ دے ہوا
 یہ آبر و رضا ترے دامان ترکی ہے

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
 نئے نئے لے طرب کے ساماں عرب کے مہما کے لئے تھے
 بہار ہے شادیاں مبارک چین کو آبادیاں مبارک
 ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گر عنادل کا بولتے تھے
 وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھیں دھوپیں
 ادھر سے انوار ہنستے آتے ادھر سے نصیحت اظہر ہے تھے

تجلی حق کا سہرا سر پر صلاۃ و نسیم کی نچھا اور ۔۔
دور وہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے
نماز اقصیٰ میں تھا یہی سرعیاں ہو معنی اول آخر!
کہ دست بستہ ہیں تیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے
جھلک سیاہی اک قدسیوں پر آئی ہو ابھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دو لہا کی دور پہونچی برات میں ہوش ہی گئے تھے
تھکے تھے روح الامین کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہ حسرت کے ولولے تھے
بڑھ اے محمد قرین ہوا حید قریب آسرو ر مجتہد!
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منٹار جاؤں یہ کیا گدا اٹھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے
تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیا سے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لئن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے
خرد سے کہہ دو کہ سر جھکالے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے
وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے
کمان امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اول آخر کے پھیریں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے
نبی رحمت شفیع امت ماضیہ للہ ہو عنایت ۔۔
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے
ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا ۔۔
نہ شاعری کی ہوس نہ پرواز کی ہتی کیا کیسے قافے تھے؟



(۷)

صدقہ لینے نور کا آیا سے تارا نور کا:
 مست بو نہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
 نور دن دو نادر اے ڈال صدقہ نور کا
 بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا:
 رخ ہے قبلہ نور کا ابرو ہے کعبہ نور کا
 تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا
 نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا
 تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا:

اے رضایہ احمد نوری کا فیض نور ہے
 ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

(۸)

ساتھ ہی منشی رحمت کا قلم دان گیا
 مرے مولیٰ مرے آقا ترے قربان گیا!
 ہائے وہ دل جو ترے در سے پرار مان گیا
 سر ہے وہ سہ جو ترے قدموں پہ قربان گیا
 اللہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
 نجد یو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
 پھر نہ مانیں گے قیامت میں گریان گیا

جان و دل ہوش و خرد سب تو دینے پہنچے
 تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

نعمتیں بانٹتا جس سمرت وہ ذیشان گیا
 لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دھیان گیا
 آہ وہ آنکھ کہ ناکام تمننا ہی رہی :-
 دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
 انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
 اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
 آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگا ان سے

۹

سرتا بقدم ہے تن سلطانِ زمن پھول
 لب پھول، دہن پھول، زقن پھول بدن پھول۔
 صدقے میں ترے باغ تو کیا لائے ہیں بن پھول
 اس عنچہ دل کو بھی تو ایسا ہو کہ بن پھول :-
 تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا :-
 تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہِ محن پھول :-
 والد جومل جانے مرے گل کا پسینہ
 مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دو لہن پھول۔
 دل بستہ و خوں گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت
 کیوں عنچہ کہوں ہے مرے آقا کا دہن پھول۔
 دُندانِ دل و زلف و رخِ شہ کے فدائی
 ہیں دُرِّ عدن لعلِ یمن مشکِ ختن پھول :-
 بول بار گنہ سے خجیل دو کششِ عسزیراں
 اللہ مری نقش کراے جان چمن پھول :- :-
 دل اپنا بھی شیدائی ہے اُس ناخنِ پاکا
 اتنا بھی مہ تو پونہ اے چرخِ کہن پھول :-
 کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی :-
 زُہرا سے کلی جس میں حسین اور حسن پھول
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کنز الایمان

ایک انسان اپنی دماغی کوشش سے بلند پایہ مصنف و قابل صد افتخار ادیب تو بن سکتا ہے۔ اپنی ذاتی قابلیت کے زور سے اُردو، عربی، فارسی، انگریزی وغیرہ مختلف زبانوں کا ماہر تو ہو سکتا ہے۔ اپنے ذہن ثاقب کی تیزی سے نحو و صرف، معانی و بیان، تاریخ و فلسفہ کا محقق تو ہو سکتا ہے۔

لیکن قرآن حکیم کا مترجم بننا تو یہ اس کے اپنے بس کی بات نہیں قرآن مجید کی ترجمانی کرنا، کلام الہی کے اصل منشا و مراد کو سمجھنا، آیات ربانی کے انداز کو پہچاننا۔ آیات محکمات و متشابہات میں امتیاز کرنا یہ صرف اس عالم دین کا کام ہے جس کا دماغ انوار ربانی سے روشن، اس کا قلب عشقِ مصطفیٰ کا مدینہ اور اس کا ذہن بصیرتِ دینیہ کا حامل ہو۔ رہے وہ لوگ جو زبان و ادب، نحو و صرف، فلسفہ، تاریخ وغیرہ علوم کے فاضل ہونے کے باوجود باطل پرستی کے حامی و طرفدار ہیں تو انہیں بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی ترجمانی کرنے کے لئے تائید و حمایتی کا کوئی حصہ نہ ملا کیوں کہ علم قرآن ہی وہ کسوٹی ہے جس سے کھرے کھوٹے کا فرق ظاہر ہوتا ہے قرآن نہیں ہی وہ معیار ہے جو علمائے حق و علمائے باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچتا ہے تو اگر قرآن کے معارف و حقائق کا راز داں حامیان حق و طرفداران باطل دونوں ہی کو یکساں طور پر بنا دیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ معرکہ حق و باطل کا شور و ہنگامہ ختم ہو گیا حالانکہ اس حقیقت کو سب ہی تسلیم کرتے ہیں کہ کارزار حق و باطل کی گہما گہمی دنیا کے آخری دن تک باقی رہے گی۔

تائید ربانی ہی وہ نعمت ہے جس سے محرومی کے باعث طرفداران باطل میں چوٹی کے اہل قلم سرسید احمد خاں، علی گڑھی، مرزا حیرت دہلوی، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، ابوالاعلیٰ

موردی وغیرہ جو اردو زبان کے محقق اور عربی ادب کے مبصر کہے جاتے ہیں قرآن حکیم کے ترجمہ میں ہچکولے کھا کھا کر چاروں شانے چت ہو گئے ہیں اور زبردستی ترجمہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے علم و قابلیت، استعداد و لیاقت کی برسربازار قلعی بھی کھل گئی۔ مجھے یہ تسلیم ہے کہ اردو ادب کے ان جدید معماروں نے قرآن کے عربی کلمات کو اردو میں ضرورتاً تبدیل کر دیا لیکن اس تبدیل کو کلام الہی کا ترجمہ ہرگز نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔

دور حاضر میں اردو کے شائع شدہ ترجموں میں صرف ایک ترجمہ کنز الایمان ہے جو "قرآن کا صحیح ترجمان" ہونے کے ساتھ (۱) تفاسیر معتبرہ قدیمہ کے مطابق ہے (۲) اہل تفویض کے مسلک اسلام کا عکاس ہے (۳) اصحاب تاویل کے مذہب سالم کا مؤید ہے۔ (۴) زبان کی روانی اور سلاست میں بے مثل ہے (۵) عوامی لغات و بازاری بولی سے یکسر پاک ہے (۶) قرآن حکیم کے اصل منشاء و مراد کو بتاتا ہے (۷) آیات ربانی کے انداز خطاب کو پہنچاتا ہے (۸) قرآن کے مخصوص محاوروں کی نشان دہی کرتا ہے (۹) قادر مطلق کی ردائے عزت و جلال میں نقص و عیب کا دھبہ لگانے والوں کیلئے شمشیر برساں ہے (۱۰) حضرات انبیاء کی عظمت و حرمت کا محافظ و نگہبان ہے عامہ مسلمین کیلئے باخاورہ اردو میں سادہ ترجمہ ہے (۱۱) علماء و مشائخ کیلئے حقائق و معرکات امتداداً بس اتنا سمجھ لیجئے کہ قرآن حکیم قادر مطلق جل جلالہ کا مقدس کلام ہے اور کنز الایمان اس کا مہذب ترجمان ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ ترجمہ اس کا پیش کردہ ہے جو عظمت مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا علمبردار، تائید رحمانی کا سرمایہ دار، انوار ربانی کا حامل، حقائق قرآن کا ماہر و دقائق آیات کا عارف ہے جو ہمیشہ اپنے کو عبد المصطفیٰ سمجھتا، کہتا اور لکھتا رہا اور جس کو ہم اعلیٰ حضرت احمد رضا کہتے ہیں۔

یہ معلوم کر کے ناظرین کو سخت حیرت ہوگی کہ اتنی کثیر خوبیوں والا ترجمہ بغیر کسی کتاب کی مدد کے اور بغیر کسی تیاری کے عالم ظہور میں آیا ہے واقعہ یوں ہے کہ صدر الشریعہ حضرت مولانا مجددی اعظمی علیہ الرحمہ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے

ہوئے اعلیٰ حضرت سے ترجمہ کر دینے کی گزارش کی، آپ نے وعدہ تو فرمایا لیکن دوسرے
مشاغل دینیہ کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی۔ جب حضرت صدر الشریعہ
کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا چونکہ ترجمہ کے لئے میرے پاس مستقل
وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات میں سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت
آجایا کریں چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ، قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت
کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہو گیا۔

ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے
اور صدر الشریعہ اس کو لکھتے رہتے۔ لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ
پہلے کتب تفسیر و لغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ
بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کافی البدیہ بر جستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح
بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے
قرآن شریف فر فر، فر فر پڑھتا جاتا ہے۔ پھر جب حضرت صدر الشریعہ اور دیگر
علمائے حاضرین اعلیٰ حضرت کے ترجمے کا کتب تفسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ
کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ بر جستہ فی البدیہ ترجمہ تفسیر معتبرہ کے بالکل
مطابق ہے۔ الغرض اسی قلیل وقت میں ترجمہ کا کام ہوتا رہا پھر وہ مبارک ساعت
بھی آگئی کہ حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ کرایا۔
اور آپ کی کوشش بلیغ کی بدولت دنیائے سنت کو کثر الایمان کی دولت عظمیٰ
نصیب ہوئی فَجَزَاكَ اللهُ تَعَالَى عَنْ أَهْلِ السَّنَةِ جَزَاءً كَثِيراً وَاجْراً
جَزِيلاً۔

اس وقت کنز الایمان کے ساتھ ساتھ مولوی اشرف علی تھانوی،
محمود حسن دیوبندی، فتح محمد جالندھری، سر سید علی گڑھی، نذیر احمد دہلوی، حیرت
دہلوی وغیرہ کے بھی ترجمے ہمارے پیش نظر ہیں۔ ان حضرات کے تراجم قرآن کا کنز الایمان
سے موازنہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو لوگ تائید خداوندی سے

محرور ہو کر زبردستی قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ خود اپنے علم و دانش کا بھانڈا پھوڑتے ہیں اور عامہ مسلمین کو نئی نئی گمراہیوں میں ڈھکیلتے ہیں۔ میں اس مقام پر ان حضرات کے چند ترجمے بطور نمونہ نقل کرتا ہوں تاکہ ناظرین بھی بخوبی اندازہ کر لیں کہ زبردستی کے یہ مترجمین قرآن کی ترجمانی میں کتنی بُری طرح ناکام ہیں۔

پارہ اول سورہ بقرہ میں قرآن کا ارشاد ہے اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ اس آیت کا ترجمہ خود ساختہ معمار اردو سرسید نے یوں لکھا ہے "اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے" ڈپٹی نذیر احمد نے اس طرح لکھا ہے "اللہ ان کو بناتا ہے" فتح محمد جالندھری نے یوں لکھا ہے "ان منافقوں سے خدا ہنسی کرتا ہے" مرزا حیرت نے اس طرح لکھا ہے "اللہ ہنسی اڑاتا ہے ان کی" شیخ دیوبند محمود حسن نے یوں لکھا ہے "اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے" نواب وحید الزماں غیر مقلد نے یوں لکھا ہے "اللہ جل شانہ ان سے دل لگی کرتا ہے"۔

دیکھئے اگر ان گنوار مترجمین کو تائید ربانی حاصل ہوتی۔ اور ان کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا سچا تصور ہوتا تو وہ اس سُبُوْح و قدوس کے حق میں دل لگی کرنا، ٹھٹھا کرنا، بنانا، ہنسی اڑانا وغیرہ بازاری محاورے ہرگز استعمال نہ کرتے۔ یہ جاننا کہ رب العزّة جل جلالہ کی بارگاہ عظمت ٹھٹھا کرنے، ہنسی اڑانے وغیرہ عیوب سے پاک ہے صرف مرد مومن مؤید من اللہ ہی کا کام ہے اب آئیے اور اس کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے جو معارف قرآن کارازداں ہے۔ اعلیٰ حضرت آیت مذکورہ بالا کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے"۔

پارہ دوم سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتُمْ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ۔

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اس آیت کریمہ کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں "اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس)

وہ تو محض اس کے لئے تھا کہ ہم کو یعنی اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹتا جاتا ہے۔ آیت مذکور بالا میں لِنَعْلَمُ کا ترجمہ سر سید علی گڑھی نے اس طرح لکھا ہے ”ہم جان لیں“ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے یوں لکھا ہے ”ہم معلوم کر لیں“ مرزا حیرت دہلوی نے اس طرح لکھا ہے ”ہمیں معلوم ہو جائے“

دیکھیے ان نادار مترجمین نے عربی اردو ڈکشنری میں الْعِلْمُ کا ترجمہ ”جاننا“ پڑھا تھا بس اس کے مطابق آیت میں لِنَعْلَمُ کا ترجمہ ”ہم کو یعنی اللہ کو معلوم ہو جائے“ لکھ دیا لیکن بصیرت ایمانی سے محرومی کے باعث اتنا نہ سوچ سکے کہ ”معلوم ہو جائے“ کا محاورہ اس کے لئے استعمال کیا جائے گا جس کو پہلے سے معلوم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا ازلی وابدی طور پر عالم ہے تو پھر اس کے حق میں ”معلوم ہو جائے“ کا کیا معنی؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ ترجمہ قرآن کے لئے صرف عربی دانی کام نہیں دے سکتی بلکہ اس کے ساتھ خود قرآن کے مخصوص انداز و محاورے کو پہچاننا۔ آیات محکم و متشابہ میں امتیاز کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت نے آیت مذکور بالا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے ”اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اٹلے پاؤں پھر جاتا ہے“ سبحان اللہ کیسا پاکیزہ ایمان افروز ترجمہ ہے۔

پارہ چہارم سورہ آل عمران میں قرآن مجید کا ارشاد ہے وَكَلِمَاتُ اللَّهِ الَّذِينَ جَاهِدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمُ الصَّابِرِينَ اس آیت کریمہ کا ترجمہ شیخ دیوبند محمود حسن نے اس طرح لکھا ہے ”اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو“ فتح محمد جالندھری نے یوں لکھا ہے ”حالانکہ ابھی خدا نے تم میں جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور یہ کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے“

دیکھئے تا ئید ربانی سے محرومی کے باعث یہ نادار مترجمین کتنی بڑی طرح ہچکولے

کھا رہے ہیں اب تو ناظرین کو بھی اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہو گا کہ نااہلوں کے یہ ترجمے مسلمانوں کے ایمان کو غارت کر دینے والے ہیں۔ اب کنز الایمان کا ترجمہ پڑھیے اور اپنے ایمان کو منور کیجئے۔ اعلیٰ حضرت نے آیت مذکورہ بالا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔"

پارہ نہم سورہ اعراف میں قرآن مجید کا ارشاد ہے فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ۵ اس آیت کریمہ کا ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی نے جو اردو زبان کے ادیب کہے جاتے ہیں اپنی کتاب تفہیمات حصہ اول ص ۱۳۲ میں اس طرح لکھا ہے "سو اللہ کی چال سے تو وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جن کو برباد ہونا ہے۔" اس مقام پر ہمیں صرف اتنی سی بات کہنی ہے کہ اللہ رب العزت جل جلالہ کی شان پاک میں "چال" کا لفظ استعمال کرنا بتا رہا ہے کہ مترجم بالکل غیر مہذب قسم کا وحشی آدمی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے آیت مذکورہ بالا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ "تو اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔"

قرآن مجید کا ارشاد ہے قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَأَحَدٌ ۱۰ اس آیت کا ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی نے تفہیمات حصہ دوم ص ۱۵۱ میں یوں لکھا ہے "اے محمد! کہہ دو کہ میں تو محض تم ہی جیسا ایک انسان ہوں مجھ پر وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے۔"

ابوالاعلیٰ مودودی خواہ کٹر وہابی ہوں یا سخت قسم کے نیچری لیکن بہر حال وہ اپنی جماعت میں ایک ذمہ دار صاحب قلم کہے جاتے ہیں لہذا ان کا فرض ہے کہ وہ پہلے قرآن مجید کا صحیح ترجمہ کریں اس کے بعد آیت کی تشریح میں ان کا جی چاہے وہ ہابیت کا رنگ بھریں یا جی چاہے نیچریت کی بنیاد رکھیں لیکن افسوس کہ مودودی صاحب نے دیانت کا گلا گھونٹ کر آیت کریمہ کے ترجمے ہی میں وہابیت کا انداز ٹھونس دیا تاکہ جو مسلمان ابوالاعلیٰ کی بے دینی سے ناواقف ہونے کے باعث ان کے ترجمہ پر اعتماد رکھتے ہوں وہ اپنے آقا و مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عام انسانوں ہی جیسا محض ایک

انسان "تصور کریں یہ سمجھتے ہوئے کہ یہی تصور خود قرآن پیش کر رہا ہے معاذ اللہ اب تو کھل گیا کہ باطل پرست خواہ وہ مفکر اسلام کہا جاتا ہو یا مبصر دین، مجاہد ملت بنتا ہو یا معمار قوم وہ ایمان و اسلام کے مسئلہ میں یا ترجمہ قرآن کے معاملہ میں ہرگز ہرگز دیانت داری سے کام نہیں لے سکتا پھر جو شخص دیدہ و دانستہ اس کی دیانت پر بھروسہ کرے وہ خود بھی ضرور باطل پرست ہوگا۔

پیشوائے وہابیہ شیخ ذیابنہ مولوی عبد الشکور کا کوری ایڈیٹر انجم لکھنؤ نے اپنے اخبار النجم بابت ۱۹۳۷ء عیسوی مطابق یکم ربیع الآخر ۱۳۵۶ھ ہجری صفحہ پانچ میں ایک دیوبندی مولوی کا مقالہ شائع کیا جس کے کالم ۳ سطر ۱۵ تا سطر ۱۹ میں وہ دیوبندی مولوی سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹانے کے لئے لکھتا ہے۔

"نبی کریم نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ اِلَيَّ فِي تَهْمَارِي طَرَحٍ اِيكٍ " معمولی انسان ہوں۔ اگر تم میں اور مجھ میں کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کہ میں تمہارے پاس خدائے تعالیٰ کا پیام لایا ہوں۔"

حضرات قارئین ملاحظہ فرمائیں۔ اس گستاخ مترجم نے حضور سید العالمین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "ایک معمولی انسان" قرار دینے کے لئے آیت قرآن کے ترجمہ میں کھلم کھلا تحریف کر ڈالی۔ معاذ اللہ تعالیٰ منہ

یہ ہے قرآن کا مسلمانوں پر احسان عظیم کہ اس نے علمائے باطل کو منظر عام پر کھڑا کر دیا تاکہ سب دیکھ لیں کہ یہ باطل پرست مترجمین مسلمانوں کے ایمان کے ڈاکو ہیں۔ ان ڈاکوؤں پر اعتماد کرنا ایمان کے لئے زہرِ لہلہا ہے اب آئیے اور اس کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے جو دنیا میں عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا علمبردار اور تائید ربانی کا حامل اسرار قرآنی کا عارف ہے اعلیٰ حضرت آیت کریمہ مذکور بالا کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

"تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔ مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔" (کنز الایمان ص ۳۶۴)

پارہ شانزدہم سورہ طہ میں قرآن کا ارشاد ہے وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ

فقوی اس آیت کریمہ کا ترجمہ مولوی عاشق الہی دیوبندی نے اس طرح لکھا ہے اور
 آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی پس گمراہ ہوئے۔

دیکھیے عاشق الہی دیوبندی نے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو گمراہ ٹھہرایا حالانکہ
 حضرت آدم علیہ السلام ایک معصوم نبی ہیں ان کی بارگاہ گمراہی سے پاک ہے۔ اصل
 میں اس طرح کا ترجمہ کرنے والے نااہل مترجمین ہی گمراہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت آیت مذکور
بالا کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو
 مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ (کنز الایمان ص ۳۸۳)

۔ پارہ ہفدہم سورہ انبیاء میں قرآن مجید کا ارشاد ہے نَفَقَ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ
 اس آیت کریمہ کا ترجمہ شیخ دیوبند محمود حسن نے اس طرح لکھا ہے "پھر (یونس نے)
 سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو" فتح محمد جالندھری نے یوں لکھا ہے "اور (یونس نے)
 خیال کیا ہم ان پر قابو نہیں پاسکیں گے" ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے اس طرح لکھا ہے انکو یونس
 کو ایسا واہمہ گذرا کہ ہم ان پر قابو نہیں پاسکیں گے" دیکھئے ان نادار مترجمین نے آیت کریمہ کا باطل
 ترجمہ کر کے حضرت سیدنا یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ بہتان لگایا کہ انکا یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر قابو
 نہیں پاسکتا اور نہ میری پکڑ کی طاقت رکھتا ہے گویا ان مترجمین کے نزدیک حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ
 تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہ رکھتے تھے۔ معاذ اللہ۔ ان ناداروں نے سمجھا کہ آیت میں نَقْدِرُ۔ الْقُدْرَةُ سے مشتق ہے بس
 بے سوچے سمجھے اس کی اردو بنیادی حالانکہ یہ نَقْدِرُ۔ الْقُدْرَةُ سے مشتق ہے۔
 اعلیٰ حضرت نے آیت مذکور بالا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "تو گمان کیا (یونس علیہ السلام
 نے) کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے" (کنز الایمان ص ۳۹۳)

پارہ بست و سوم سورہ ص میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم حضرت اسحق اور
 حضرت یعقوب علیہم السلام کے ربانی علم و قدرت کو سراہتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے
 وَ اذْکُرْ عَبْدًا نَّآءِ اِبْرٰہِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ اُوْلٰی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْصٰرِطِ
 اس آیت کریمہ کا ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے یوں لکھا ہے۔

"اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے

ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے چہیتے نبیوں کے لئے امتیاز کی وصاف بیان کرتے ہوئے ان کی مدح و ستائش کر رہا ہے مگر تھانوی صاحب نے آیت کریمہ کے عربی کلمات کی اردو بنا کر ان تینوں نبیوں کے خصوصی وصف کو اڑا دیا۔ قابل غور امر یہ ہے کہ کیا فرعون و فرود، ابوجہل و ابولہب، اللہ تعالیٰ کے بندے نہیں؟ کیا فرعون و فرود، ابوجہل و ابولہب ہاتھوں والے اور آنکھوں والے نہیں تھے؟ تو جو اوصاف کفار و مشرکین کو حاصل ہیں وہ حضرات انبیاء کے لئے باعث کمال کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ اب اعلیٰ حضرت کا نورانی ترجمہ ملاحظہ ہو۔

”اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو“ (کنز الایمان ص ۷۷)

مولوی اشرف علی تھانوی نے قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ط کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے ”آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو!“ دیکھئے مولوی اشرف علی صاحب کے اس ترجمہ سے نہ تو اللہ رب العزیز کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر برتری ظاہر ہوتی ہے اور نہ حضور کے مخاطبین پر حضور کی عظمت واضح ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ تھانوی صاحب کلام الہی کا ترجمہ نہیں بلکہ عربی کلمات کی اردو بنانے بیٹھے ہیں۔

اب اس کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے جو مَوْعِدٌ مِنَ اللَّهِ ہے اعلیٰ حضرت نے آیت مذکورہ بالا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے ”تم فرماؤ اے کافرو!“ سُبْحَانَ اللَّهِ کلام الہی کی یہ کتنی پاکیزہ ترجمانی ہے۔ دیکھئے امر اللہ تعالیٰ ہے اور مامور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ترجمہ رضویہ کا لفظ ”تم“ پتہ دے رہا ہے کہ امر مامور سے برتر و اعلیٰ ہے اور لفظ ”فرماؤ“ واضح کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مخاطبین کے لئے فرما کر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ہمیں پوری امید ہے کہ ناظرین بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ ”آپ کہہ دیجئے“ یہ صرف تبدیل زبان اور ”تم فرماؤ“ یہ ترجمہ قرآن ہے۔

سورۃ فاتحہ میں قرآن کا ارشاد ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝

یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اس طرح مجھ سے دعا مانگتے رہو۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے اس دعائیہ آیت کا ترجمہ یوں لکھا ہے "بتلاد تبجئے ہم کو راستہ سیدھا" اور اعلیٰ حضرت نے اس طرح ترجمہ کیا ہے "ہم کو سیدھا راستہ چلا۔"
 گویا مولوی اشرف علی تھانوی یوں دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ میاں ہمیں اب تک سیدھا راستہ معلوم نہ ہو سکا لہذا آپ "بتلاد تبجئے ہم کو راستہ سیدھا" اور مؤید من اللہ اعلیٰ حضرت بارگاہ الہی میں اس طرح دعا مانگ رہے ہیں کہ اے رب کریم! ہم تیرے فضل و کرم سے سیدھا راستہ پا چکے ہیں بس اب تو "ہم کو سیدھا راستہ چلا۔" اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝ آمین بِجَاهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ عَلَيْهَا وَعَلَىٰ آلِهِا وَصَحْبِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ط وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝



عہ یہ دعا تھانوی صاحب کے محاورہ سے ماخوذ ہے وہ اپنی زندگی میں "اللہ میاں" بولتے اور لکھتے رہے۔ ملاحظہ ہوں ان کے ملفوظات افاضات یومیہ حصہ اول ص ۱۲۶ اور حصہ ہفتم ص ۱۴۲ اور ان کی تصنیف بہشتی زیور۔ ہم اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ میاں کا لفظ ملانا یعنی اللہ میاں خدا میاں کہنا ٹھیک نہیں۔ اس کے بجائے اللہ تعالیٰ، اللہ پاک کہنا چاہیے۔

شاہ رفیع الدین علیہ الرحمہ کا ترجمہ

وہابیوں، نیچریوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں وغیرہ گمراہ گروں کے جس قدر ترجمے شائع ہوئے ہیں وہ سب خود قرآن عظیم کے خلاف اور مسلمانوں کے ایمان کے حق میں زہر پلاہل ہیں ان لوگوں نے ترجمہ قرآن میں اتنا زیادہ کفر و گمراہی کا ارتکاب کیا ہے کہ اس کے بیان کے لئے ایک دفتر عظیم چاہیے۔ اندازہ کرنے کے لئے ہم نے ان کی گمراہی کے کچھ نمونے اور اق گزشتہ میں نقل کر دیئے ہیں جس کو اپنا دین و ایمان عزیز بنا ہو گا اس کے لئے ہمارا مختصر بیان ہی کافی ہے باقی جو ایمان کی دولت سے محروم ہے یا اس کو اپنا ایمان ہی عزیز نہیں وہ اگر ابلیس لعین کو اپنا رہنما بنا لے تو ہمارا کیا بچرے گا۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت مولانا رفیع الدین دہلوی علیہ الرحمہ کا شائع شدہ ترجمہ قابل اعتماد ہے یا نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ مولانا مرحوم کا یہ ترجمہ چونکہ گمراہ گروں کی ترمیم و تصرف سے محفوظ نہ رہ سکا اس لئے یہ تصرف شدہ ترجمہ بھی قابل اعتماد نہیں رہ گیا۔ نور محمد دیوبندی مالک کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی نے اپنے شائع کردہ "مبصر نسائے وسط قرآن شریف" میں ترجمہ "بدا و توجیہ" کے ٹائٹل پر لکھا ہے کہ "ترجمہ اول نہیں افسہا، والحمد للہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی کا ہے جو صاحب سے پرانے مطبوعہ مترجم قرآن شریف سے نقل کیا گیا ہے جو بالکل اٹلی ہے اور موجودہ زمانے کے کتب فروشوں کی ترمیم و تصرف سے پاک ہے" دیکھیے اس نوالہ نے صاف واضح کر دیا کہ حضرت شاہ رفیع الدین علیہ الرحمہ کے ترجمہ میں کتب فروش حضرات بہت کچھ گھٹا بڑھا چکے ہیں۔ اب رہا نور محمد کتب فروش کا اپنے شائع کردہ ترجمہ کو ترمیم و تصرف سے پاک بتانا تو یہ صرف اپنی تجارتی دکان چمکانے کے لئے ہے کیوں کہ نور محمد کا یہ شائع کردہ ترجمہ بھی ترمیم و تصرف سے پاک نہیں ہے۔

ہم تو مولینا مرحوم کی طرف منسوب شدہ مترجم قرآن کے انداز ترجمہ ہی سے سمجھ گئے تھے کہ یہ ترجمہ تصرف و ترمیم کی نذر ہو چکا ہے لیکن مخالفین کو منوانے کے لئے ہم نے ایک دیوبندی ناشر کی تحریر کو بھی پیش کر دی۔ مولینا مرحوم کے برادر گرامی حضرت مولینا شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کا ترجمہ بھی ترمیم و تصرف سے پاک نہیں رہ گیا لہذا مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کی خاطر یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ شائع شدہ ترجموں میں سچا اور صحیح ترجمہ کنز الایمان ہے باقی دوسرے ترجمے قابل اعتماد نہیں ہیں۔

مُسا فر عالم بالالیٰ پیشین گوئی

اعلیٰ حضرت ان اولیائے کاملین میں تھے جن کے قلوب پر فرائض الہیہ کی عظمت چھانی رہتی ہے چنانچہ جب ^{۱۳۳۹ھ} ۱۹۲۱ء میں پڑا اور مسلسل علالت و ضعف فراواں کے باعث اعلیٰ حضرت نے اپنے اندر امسال کے موسم گرما میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ پائی تو اپنے حق میں فتویٰ دیا کہ پہاڑ پر سردی ہوتی ہے وہاں روزہ رکھنا ممکن ہے لہذا روزہ رکھنے کے لئے وہاں جانا استطاعت کی وجہ سے فرض ہو گیا پھر آپ روزہ رکھنے کے ارادے سے کوہ بھوالی ضلع نینی تال تشریف لے گئے۔ آپ کو اپنے آقا و مولیٰ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ علوم سے معلوم ہو چکا تھا کہ مجھے ^{۱۳۴۰ھ} ۱۹۲۱ء میں دنیا سے کو چھ کر کے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہونا ہے چنانچہ بھوالی پہاڑ پر ۲۳ رمضان ^{۱۳۳۹ھ} ۱۹۲۱ء کو اپنی تاریخ وصال کی خبر دیتے ہوئے

عہ وصایا شریف ص ۱۳

آپ نے اپنے قلم حق رقم سے یہ آیت کریمہ تحریر فرمائی۔
 وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآيَاتِهِ مِنْ فَضْلِهِ وَ أَكُوَابِطُ

۱۳ ۲۰ ۵

اللہ اللہ۔ سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ علوم کا حامل اپنے انتقال سے چار ماہ بائیس دن پہلے اپنے وصال کی خبر دے رہا ہے حتیٰ کہ اس نے اپنی دنیوی زندگی ہی میں وہ آیت مقدسہ بھی تحریر کر دی جو اس کے مادہٴ قاریہ مخدوفات پر مشتمل ہے اور پھر دنیا نے دیکھ بھی لیا کہ اپنا مادہٴ تاریخ وصال پیش کرنے والا یہ مؤید من اللہ ٹھیک ۲۵ صفر ۱۳۲۰ھ کو عالمِ بالاء کے سفر پر روانہ ہو گیا لیکن یہ سب دیکھنے اور سننے کے باوجود منکرین علم مصطفیٰ علیہ التیمیۃ والشارابھی تک یہی بکتے اور لکھتے جا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی موت کی بھی خبر نہ تھی۔ معاذ اللہ تعالیٰ



یعنی اور خدام چاندنی کے کٹورے اور گلاس سے ان کو گھیرے ہیں۔

پندرہ بیعت کی آخری مجلس

بھوالی پہاڑ کے دوران قیام میں علیحضرت کو درد پہلو کا دورہ پڑا جس کے باعث ضعف نے شدت اختیار کر لی یہاں تک کہ اوائل محرم ۱۳۲۰ھ تک آپ کو وہیں رہنا پڑا۔ پھر ۱۲ محرم ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۲۱ء کو آپ بھوالی پہاڑ سے بریلی تشریف لائے۔ آپ کی علالت شدید کی اطلاع چونکہ ہر طرف پہنچ چکی تھی اس لئے وطن اور بیرونجات کے مسلمان عبادت و بیعت کے لئے آنا شروع ہو گئے۔ باوجود نقاہت آپ کی ہر مجلس مواعظ و نصائح کا ذخیرہ ہوتی۔ اس دوران علالت میں آپ بکثرت ذکر شاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے اور خصوصیت کے ساتھ اپنے اور تمام مسلمانوں کے لئے حُسنِ خاتمہ کی دعا کرتے۔ تضرُّع اور خشیت کی یہ حالت تھی کہ اکثر احادیث رفاق بیان فرماتے خود آپ کی اور حاضرین کی روتے روتے ہانچکی بندھ جاتی۔ اکثر اوقات فرماتے جس کا ایمان پر خاتمہ ہو گیا اس نے سب کچھ پالیا۔ کبھی فرماتے اگر بخش دے تو اس کا فضل ہے نہ بخشے تو اس کا عدل ہے۔ ایک دن لوگوں کو کا شانہ اقدس پر طلب فرمایا اور دین و ایمان کو بچانے کے سلسلے میں ان کو سخت تاکید اور نصیحت فرمائی۔ وعظ کی اس آخری مجلس میں آپ نے جو ایمان افزوز تقریر فرمائی اس کا اقتباس ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

پیارے بھائیو! ادری ما بقائی فیکم مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے اندر ٹھہر دوں گا۔ نین ہی وقت ہوتے ہیں۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا بچپن گیا جوانی آئی۔ جوانی گئی بڑھاپا آیا۔ اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے جس کا انتظار کیا جائے۔ ایک موت ہی باقی ہے اللہ قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں اور میں آپ لوگوں کو

عہ یہ اقتباس وصایا شریف سے ماخوذ ہے۔

سنا تارہوں مگر بظاہر اب اس کی امید نہیں۔

اے لوگو! تم پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھیرٹریں ہو اور بھیرٹریئے تمہارے چاروں طرف ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا نہیں تمہیں فتنہ میں ڈال دیں تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو۔ دیوبندی، راسخونہ، شیخی، قادیانی، چکڑا لوی یہ سب فرقے بھیرٹریئے ہیں۔ تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں۔ ان کے جملوں سے ایمان کو بچاؤ۔

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذب العنۃ جل جلالہ کے نور ہیں حضور سے صحابہ کرام روشن ہوئے۔ صحابہ کرام سے تابعین عظام روشن ہوئے۔ تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے۔ ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ "اللہ ورسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت" جس سے اللہ ورسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتاتا رہا اور اس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لئے کسی بندے کو کھڑا کر دے گا مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے کیسا ہو اور تمہیں کیا بتائے اس لئے ان باتوں کو خوب سن لو حجۃ اللہ قائم ہو چکی۔ اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس بتانے نہ آؤں گا جس نے اسے سنا اور مانا قیامت کے دن اس کے لئے نور و نجات ہے اور جس نے نہ مانا اس کے لئے ظلمت و ہلاکت ہے۔

دستِ حق پرست کی آخری تحریر

آپ نے ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ جمعہ مبارکہ کو وصال سے دو گھنٹہ سترہ منٹ
پیشتر تجہیز و تکفین وغیرہ سے تعلق ضروری وصایا جو چودہ اہم باتوں پر مشتمل ہے
قلم بند کرائے اور آخر میں بارہ نوح کرا کیس منٹ پر خود دستِ اقدس سے
حمد و درود شریف کے مندرجہ ذیل کلمات تحریر فرمائے۔

• — وَاللّٰهُ شَهِيدٌ وَلَهُ الْحَمْدُ
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى وَبَارَكَ وَسَلَّم عَلَى
شَفِيعِ الْمُدْنِيِّينَ وَالِإِلَهِ الطَّيِّبِينَ وَ
صَحْبِهِ الْمَكْرُمِينَ وَأَبْنِهِ وَحِزْبِهِ
إِلَى أَبَدِ الْأَبَدِينَ آمِينَ وَالْحَمْدُ
لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ط

شہیدِ محبت کی دنیا سے روانگی کا ایسا افروز منظر

اعلیٰ حضرت نے ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء عیسوی کو جمعہ مبارک کے دن دو بجکر ۳۸ منٹ پر عین اذانِ جمعہ میں ادھر حجتی علی الفلاح کی پکار سُنی اور ہر روح پر فتوح نے داعی الی اللہ کو بٹیک کہا۔ فاضل جلیل حضرت مولینا حسین رضا خاں صاحب جو بنفس نفیس وصال کے وقت اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر تھے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ

۔۔۔۔۔ (اعلیٰ حضرت نے) وصیت نامہ تحریر کر لیا پھر اس پر خود عمل کر لیا۔ وصال شریف کے تمام کام گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر ارشاد ہوتے رہے جب دو بجنے میں چار منٹ باقی تھے (تو آپ نے) وقت پوچھا عرض کیا گیا (کہ اس وقت ایک بج کر چھپن منٹ ہو رہے ہیں) فرمایا گھڑی کھلی سامنے رکھ دو۔ بیکار ارشاد فرمایا کہ تصاویر ہٹادو (حاضرین کے دل میں خیال گزرا کہ) یہاں تصاویر کا کیا کام۔ یہ خطرہ گزرنا تھا کہ خود ارشاد فرمایا یہی کارڈ، لفافہ، روپیہ، پیسہ۔ پھر ذرا وقفہ سے برادرِ معظم حضرت مولینا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب سے ارشاد فرمایا وضو کر آؤ قرآن عظیم لاؤ ابھی وہ تشریف نہ لائے تھے کہ برادرِ مولینا مصطفیٰ رضا خاں سے پھر ارشاد فرمایا اب بیٹھے کیا کر رہے ہو سورہ لیس تشریف اور سورہ وعدہ شریف تلاوت کرو۔ اب (آپ کی) عمر شریف سے چند منٹ رہ گئے ہیں، حسب الحکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں (آپ نے) ایسے حضور قلب اور تہیقظ سے سنیں کہ جس آیت میں اشتباہ ہو ایسا سننے میں پوری نہ آئی یا سبقت زبان سے زیر و زبر میں اس وقت فرق ہوا خود تلاوت فرما کر بتادی۔

اس کے بعد سید محمود علی صاحب ایک مسلمان ڈاکٹر عاشق حسین صاحب

کو اپنے ہمراہ لائے ان کے ساتھ اور لوگ بھی حاضر ہوئے اس وقت جو جو حضرات اندر گئے (آپ نے) سب کے سلام کے جواب دیئے اور سید محمود علی صاحب سے دنوں ہاتھ بڑھا کر مصافحہ فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت قبلہ سے حال دریافت فرماتا چاہا مگر آپ اس وقت حکیم مطلق جلّ مجدّدؒ کی طرف متوجہ تھے ڈاکٹر صاحب سے اپنے مرض یا علاج کے متعلق کچھ نہ ارشاد فرمایا سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مستحب ہے تمام و کمال بلکہ معمول شریف سے زائد پڑھیں پھر کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پورا پڑھا جب اس کی طاقت نہ رہی اور سینہ پر دم آیا ادھر ہونٹوں کی حرکت و ذکر یا سانس انفا سے کا ختم ہونا تھا کہ چہرہ مبارک پر ایک لمعہ نور کا چمکا جس میں جنبش تھی جس طرح آئینہ میں لمعان نور شدید جنبش کرتا ہے اس کے غائب ہوتے ہی وہ جان نور جسم اطہر حضور سے پرواز کر گئی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ط خود اسی زمانے میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا جنہیں (سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایک جھلک دکھا دیتے ہیں وہ شوق دیدار میں ایسے جاتے ہیں کہ جانا معلوم بھی نہیں ہوتا۔

۲۵ صفر ۱۳۲۰ھ کو ٹھیک نماز جمعہ کے وقت مجھے اس بات کا مشاہدہ ہوا کہ محبوبانِ خدا بڑی خوشی سے جان دیتے ہیں۔ جاں کنی کا وقت سخت ترین وقت ہے لوگوں کے چہروں پر وحشت چھا جاتی ہے ورنہ کم از کم شکن پڑ جاتی ہے اور کیوں نہ ہو یہ جسم روح جیسے دو پیرانے دوستوں کے مزاق کی گھڑی ہے مگر اعلیٰ حضرت کے چہرہ مبارک پر میں نے بجائے کلفت مسرت دیکھی آپ وصالِ محبوب کی پہلے سے بشارت پا چکے تھے۔ وصالِ محبوب کا وقت قریب آ گیا ہے عزیز واقارب گرد و پیش حاضر ہیں مگر آپ کسی کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے یقیناً آپ ایسی ذات سے عنقریب ملا چاہتے ہیں جو آپ کو سب پیاروں سے کہیں زیادہ پیاری اور محبوب حقیقی ہے۔

(وصایا شریف ص ۱۷۱ ص ۱۷۲)

غسل شریف میں علمائے عظام، سادات کرام اور حفاظ عالی مقام شریک

تھے جناب سید اظہر علی صاحب نے لحد کھودی۔ حسب وصیت حضرت صدر الشریعہ مولینا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے غسل دیا اور جناب حافظ امیر حسن صاحب مراد آبادی نے مدد دی۔ حضرت مولینا سید سلیمان اشرف پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، حضرت مولینا محمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما، حضرت مولینا حسین رضا خاں صاحب جناب سید محمود جان صاحب، سید ممتاز علی صاحب و دیگر حضرات پانی دینے میں مصروف رہے۔ حضرت مولینا مصطفیٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم ہند علاوہ دیگر خدمات غسل کے وصیت نامہ کی دعائیں بھی یاد کراتے رہے۔ حضرت حجۃ الاسلام مولینا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان نے مواضع سجود پر کافور لگایا۔

حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولینا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے کفن شریف بچھایا۔ الغرض غسل و تکفین سے فزاعج حاصل ہونے پر عورتوں کو زیارت کا موقع دیا گیا۔ گھر میں عورتوں کی اور باہر مردوں کی بھید کثرت تھی ایسا جوش کبھی نہ دیکھا گیا۔ کاندھا دینے کی آرزو میں آدمی پر آدمی گرتا تھا۔ وجد و شوق نے لوگوں کو از حد خود رفتہ و بیخود بنا دیا تھا۔ جو جنازہ تک پہنچ گئے وہ سٹننے کا نام نہ لیتے تھے وہابی رافضی، ینیچری بکثرت شریک تھے۔ ایک رافضی المذہب انتہائی کوشش اور پوری قوت صرف کر کے جنازہ تک پہنچا اسے ایک سٹنی نے یہ کہہ کر ہٹا دیا کہ مدت العمر علیحضرت کو تم لوگوں سے نفرت رہی اس لئے جنازہ کو کاندھا نہ دینے دوں گا۔ اس نے کہا کہ بھائی اب مجھے یہ کہاں ملیں گے اللہ اب نہ رو کو۔ جنازہ ہر وقت کم از کم بیس کاندھوں پر رہا پورے شہر میں کسی جگہ نماز کی گنجائش نہ تھی۔ اس لئے عید گاہ کے وسیع میدان میں نماز جنازہ ہوئی۔ پہلے سے عید گاہ کے کسی معین راستے کا اعلان نہ تھا مگر دو رو یہ چھتیس عورتوں سے اور راستے مردوں سے بھرے ہوئے منتظر تھے کہ اِمَامِ اَہْلِ سُنَّتِ حُجْدِ اَعْظَمُ کا یہ آخری جلوس ہے لاؤ نظارہ کر لیں۔ بعد نماز عید گاہ میں زیارت کرانی گئی اور واپسی پر تمام راہ میں لوگوں نے دل کھول کر زیارت کی حسب وصیت "کروروں درود" والی نظم نعت خواں پڑھ رہے تھے (ماخوذ از وصایا شریف ص ۱۸، ص ۱۹)

اعلیٰ حضرت بارگاہ رسالت میں

ادھر ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ جمعہ کے دن دو بج کر ۳۸ منٹ پر بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت قبلہ دنیائے دنی سے روانہ ہو رہے ہیں ادھر بیت المقدس کے ایک مشاہی بزرگ ٹھیک ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو خواب میں کیا دیکھ رہے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضر دربار ہیں لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے وہ شامی بزرگ بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں فَا لَکَ اَبْنُ وَاُمَّیُّ مِیْرَے ماں باپ حضور پر قربان! کس کا انتظار ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احمد رضا کا انتظار ہے۔ انھوں نے عرض کی احمد رضا کون ہیں۔ حضور نے فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔ بیداری کے بعد انھوں نے پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا ہندوستان کے بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور اب تک بقید حیات ہیں پھر تو وہ شوق ملاقات میں ہندوستان کی طرف چل پڑے جب بریلی پہنچے تو انھیں بتایا گیا کہ آپ جس عاشق رسول کی ملاقات کو تشریف لائے ہیں وہ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو اس دنیا سے روانہ ہو چکا ہے۔

دارالعلوم اشرفیہ ضلع اعظم گڑھ کے عظیم المرتبت محدث حضرت مولینا عبدالعزیز صاحب مراد آبادی واقعہ مذکورہ بالا کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

۔۔۔ میری زندگی کا سب سے بہترین زمانہ دارالنجیر احمدی شریف کی حاضری کا وہ دور طالب علمی ہے جس میں نو سال تک سلطان الہند خواجہ غریب

نَوَازِ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ كے دربار میں حاضری نصیب ہوئی اور استاذ
محترم حضرت صدر الشریعہ قبلہ علیہ الرحمہ کی کفیش برداری کا شرف حاصل رہا
اس مبارک زمانہ میں اکثر علماء، مشائخ اور بزرگان دین کی زیارت میسر آتی تھی
انہیں بزرگوں میں حضرت دیوان سید آل رسول صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ
خواجہ عزیز نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ماموں صاحب قبلہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ہیں جو بڑے بلند پایہ بزرگ تھے دیوان صاحب کے یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔
موصوف کی خدمت میں (میری) حاضری ہوا کرتی تھی۔ وہ اکثر بزرگان دین کے واقعات
بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت موصوف نے بیان فرمایا کہ ماہ ذی الحجہ الثانی ۱۳۳۰ھ
میں ایک شامی بزرگ دہلی تشریف لائے۔ ان کی آمد کی خبر پا کر (میں نے) ان کی
ملاقات کی بڑی شان و شوکت کے بزرگ تھے۔ طبیعت میں بڑا ہی استغنا رہتا تھا۔ مسلمان
جس طرح عربوں کی خدمت کیا کرتے تھے ان (شامی بزرگ) کی بھی خدمت
کرنا چاہتے تھے۔ نذرانہ پیش کرتے تھے مگر وہ قبول نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ
بِفَضْلِهِ تَعَالٰی میں فارغ البال ہوں، مجھے (روپیہ پیسے کی) ضرورت نہیں۔ (مجھے)
ان کے اس استغنا اور طویل سفر سے تعجب ہوا عرض کیا حضرت یہاں (ہندوستان
میں) تشریف لانے کا سبب کیا ہے فرمایا مقصد تو بڑا زریں تھا لیکن حاصل نہ ہوا
جس کا افسوس ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ کو میری قسمت بیدار ہوئی
خواب میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ
حضور تشریف فرما ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حاضر دربار ہیں، لیکن
مجلس پر سکوت طاری ہے قرینہ سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی کا انتظار ہے میں نے بارگاہ
رسالت میں عرض کیا فَذَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ کس کا انتظار ہے۔ ارشاد فرمایا احمد رضا
کا انتظار ہے میں نے عرض کیا احمد رضا کون ہیں فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشند
ہیں بیداری کے بعد میں نے تحقیق کی معلوم ہوا مولینا احمد رضا خاں صاحب بڑے
ہی جلیل القدر عالم ہیں اور بقید حیات ہیں مجھے مولینا کی ملاقات کا شوق ہوا میں

ہندوستان آیا بریلی پہونچا معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا اور وہی ۲۵ صفر ان کی تاریخ وصال
تھی۔ میں نے یہ طویل سفر صرف ان کی ملاقات کے لئے ہی کیا لیکن افسوس کہ ملاقات نہ
ہو سکی۔

اس سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مقبولیت بارگاہ رسالت
میں معلوم ہوتی ہے۔ کیوں نہ ہو عاشقانِ رسول یوں ہی نوازے جاتے ہیں۔۔
(ماہنامہ پاسبان الہ آباد شمارہ ۱۰ مارچ ۱۹۶۲ء ص ۴)
انتباہ :- میں نے استاذ گرامی حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب
قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے براہِ راست واقعہ مذکورہ بالا کی تصدیق حاصل کی
ہے۔ ماہنامہ پاسبان میں ان شامی بزرگ کی جائے سکونت کا ذکر نہیں تھا۔ میں نے حضرت
علیہ الرحمہ سے دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ شہر بیت المقدس کے باشندہ تھے۔





مزار پر الوار

شہر بریلی شریف محلہ سوداگران میں دارالعلوم منظر اسلام کے شمالی جانب ایک پیکر جلال و ہیبت بلند عمارت کے اندر آپ کا مزار پاک ہے آپ کا عرس جو شریعت کا آئینہ دار ہے ہر سال ۲۳، ۲۵ صفر کو منعقد ہوتا ہے جس میں اکناف ہند کے مشاہیر علماء، خطباء، مشایخ شریک ہو کر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

نادر روزگار تصانیف و حواشی

اجلہ علماء کا بیان ہے کہ گزشتہ دو صدی ۱۳۰۰ ہجری و ۱۳۰۰ ہجری کے اندر اعلیٰ حضرت جیسا کوئی مہجر جامع عالم نظر نہیں آیا چنانچہ تفسیر، حدیث، عقائد و کلام، فقہ، سلوک و تصوف، اذکار، اوقاف، تاریخ، سیر، مناقب، جغرافیہ، تہذیب، ادب، نحو، لغت، عروض، زیجات، علم مثلث، جبر و مقابلہ، لوگاریتم، ارثماطیقی، ہیئت ہندسہ، ریاضی، توحید، نجوم، منطق، فلسفہ، حساب و غیرہ علوم و فنون میں آپ کی بے مثل تصانیف و حواشی آپ کے کمال شجر و جامعیت پر شاہد عدل ہیں۔

حسن اتفاق سے ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے دو شمارے بابت اکتوبر ۱۹۴۲ء و دسمبر ۱۹۴۲ء اس وقت ہمارے سامنے ہیں جن میں مدیر محترم نے اعلیٰ حضرت کی تصانیف و حواشی کے چند قلمی نسخوں کی ایک فہرست شائع کی ہے۔ ہم ناظرین

کی معلومات میں اضافہ کے لئے اعلیٰ حضرت کی بعض تصانیف و حواشی کا ایک مختصر شمارہ اور بعض ان فنون کے اسماء جن میں اعلیٰ حضرت نے متعدد قابل قدر کتابیں تصنیف فرمائیں ہرست مذکور سے نقل کر کے ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

تفسیر

- ۱ الزلال الالقی عن بحر سفیۃ اتقی (عربی) ۲ حاشیہ تفسیر بیضاوی شریف (عربی) ۳ حاشیہ عنایت القاضی (عربی) ۴ حاشیہ معالم التنزیل (عربی) ۵ حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن (عربی) ۶ حاشیہ الدر المنثور (عربی) ۷ حاشیہ تفسیر خازن (عربی)

حدیث

- ۱ منیر العین (اردو) ۲ الہاد الکاف لاحادیث الضعاف (اردو) ۳ الروض البہج فی آداب التخریج (عربی) ۴ فصل القضاہ فی رسم الافتاء (عربی) ۵ مدارج طبقات الحدیث (عربی) ۶ النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب (عربی) ۷ حاشیہ الکشف عن تجاوز ہذہ الامۃ عن الالف (عربی) ۸ حاشیہ بخاری شریف (عربی) ۹ حاشیہ صحیح مسلم شریف (عربی) ۱۰ حاشیہ ترمذی شریف (عربی) ۱۱ حاشیہ نسائی شریف (عربی) ۱۲ حاشیہ ابن ماجہ شریف (عربی) ۱۳ حاشیہ

عہ یہ کتاب ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی ہرست میں نہیں ہے۔ حزب الاحناف ہند لاہور کی مطبوعات سے منقول ہے۔

تیسیر شرح جامع صغیر (عربی) (۱۳) حاشیہ تقریب (عربی) (۱۵) حاشیہ
 مسند امام اعظم (عربی) (۱۶) حاشیہ کتاب الحج (عربی) (۱۷) حاشیہ کتاب
 الآثار (عربی) (۱۸) حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل (عربی) (۱۹) حاشیہ طحاوی شریف
 (عربی) (۲۰) حاشیہ سنن دارمی شریف (عربی) (۲۱) حاشیہ خصائص کبریٰ (عربی)
 (۲۲) حاشیہ کنز العمال (عربی) (۲۳) حاشیہ ترغیب و ترہیب (عربی) (۲۴) حاشیہ
 کتاب الاسماء والصفات (عربی) (۲۵) حاشیہ القول البدیع (عربی) (۲۶) حاشیہ نبیل لاوطا
 (عربی) (۲۷) حاشیہ المقاصد الحسنیٰ عربی (۲۸) حاشیہ اللالی المصنوعہ (عربی) (۲۹)
 حاشیہ موضوعات کبیر (عربی) (۳۰) حاشیہ الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ (عربی) (۳۱)
 حاشیہ تذکرۃ الحفاظ عربی (۳۲) حاشیہ عمدۃ القاری (عربی) (۳۳) حاشیہ فتح الباری
 (عربی) (۳۴) حاشیہ ارشاد الساری (عربی) (۳۵) حاشیہ نصب الرایہ (عربی) (۳۶)
 حاشیہ جمع الوسائل فی شرح الشمائل (عربی) (۳۷) حاشیہ فیض القدیہ شرح جامع
 صغیر (عربی) (۳۸) حاشیہ مرقات المفاتیح (عربی) (۳۹) حاشیہ اشعۃ اللمعات
 (۴۰) حاشیہ مجمع بحار الانوار (عربی) (۴۱) حاشیہ فتح المغیث عربی (۴۲) حاشیہ میزان
 الاعتدال (عربی) (۴۳) حاشیہ العلل المتناہیہ عربی (۴۴) حاشیہ تہذیب
 التہذیب (عربی) (۴۵) حاشیہ خلاصۃ تہذیب الکمال (عربی)

عقائد و کلام

(۱) مطلع القمرین فی اہانتہ سبقتہ العمرین (اردو) (۲) قوارع القہار علی الجسمۃ
 الفجاری (اردو) (۳) العقائد و الکلام (اردو) (۴) الجرح الوارج فی بطن الخوارج
 (اردو) (۵) الصمصام الحیدری (اردو) (۶) السعی المشکور (عربی) (۷) مبین
 الہدی فی نفی امکان المصطفیٰ (اردو) (۸) الفرق الوجیز بین السننی العزیز والوہابی
 الوجیز (اردو) (۹) اعتقاد الاجاب فی الجمیل و المصطفیٰ والال و الاصحاب (اردو)

- ۱۔ مقام الحدید علی خد المنطق الجدید (اردو) ۱۱ دوام العیش فی الائمة من قریش (اردو) ۱۲ حاشیہ شرح فقہ اکبر (عربی) ۱۳ حاشیہ خیالی علی شرح العقائد (عربی) ۱۴ حاشیہ عقائد عضدیہ (عربی) ۱۵ حاشیہ شرح مواقف (عربی) ۱۶ حاشیہ شرح مقاصد (عربی) ۱۷ حاشیہ مسامرہ و مسایرہ (عربی) ۱۸ حاشیہ التفرقة بین الاسلام والزندقة (عربی) ۱۹ حاشیہ الیواقیت و الجواهر (عربی) ۲۰ حاشیہ مفتاح السعادة (عربی) ۲۱ حاشیہ تحفة الاخوان (عربی) ۲۲ حاشیہ الصواعق المحرقة (عربی)

فقہ تجوید

- ۱۔ جد الممتار کامل پانچ جلد (عربی) ۲۔ المنح الملیحہ فیما نہی من اجزار الذبیحہ عزنی
- ۳۔ سلب الثلب عن القائلین بطہارة الکلب (اردو) ۴۔ نور الادله المبدور والاجله (اردو) ۵۔ رفع العله عن نور الادله (اردو) ۶۔ الکشف شافی فی حکم فونوجرافیا (عربی) ۷۔ صمصام حدیدہ بر کولی عدو تقلید (اردو) ۸۔ شمام العنبر فی ادب التذکار امام المنبر (عربی) ۹۔ الاسد الصول (اردو) ۱۰۔ نفی العار من معائب المولوی عبد الغفار (اردو) ۱۱۔ قوانین العلماء (اردو) ۱۲۔ سد الفرار (اردو) ۱۳۔ النہی لاکید (اردو) ۱۴۔ الرد الاشد البہی (اردو) ۱۵۔ التاج المنکل فی انارة بدلول کان یفعل عزنی
- ۱۶۔ کفل الفقہ الفاہم (عربی) ۱۷۔ نور عینی فی الانتصار للامام العینی (عربی) ۱۸۔ بتویب الاشباہ والنظائر (عربی) ۱۹۔ سرور العید فی حل الدعار بعد صلاة العید (اردو) ۲۰۔ الفضل الموبہبی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی (اردو) ۲۱۔ اہلی نجوم رجم براڈ پیر انجم (اردو) ۲۲۔ السیف الصمدانی (اردو) ۲۳۔ الطلبة البدیعیہ (اردو) ۲۴۔ اکل المبحث علی اہل الحدت (اردو) ۲۵۔ الغبرۃ الوضیہ (اردو) ۲۶۔ الطرة الرضیہ (اردو) ۲۷۔ حاشیہ فواتح الرحموت (عربی) ۲۸۔ حاشیہ جموی شرح الاشباہ

- والتظار (عربی) ۳۹ حاشیہ الاسعاف فی احکام الاوقاف ۳۰ حاشیہ اتحاف الابصار
 ۳۱۔ حاشیہ کشف الغم ۳۲ حاشیہ شفاء السفار ۳۳ حاشیہ کتاب الخراج ۳۴ حاشیہ
 معین الحکام ۳۵ حاشیہ میزان الشریعۃ الکبریٰ ۳۶۔ حاشیہ ہدایہ
 اخیسریں ۳۷ حاشیہ ہدایہ فتح القدر عنایہ حلبی ۳۸ حاشیہ بدائع الصنائع ۳۹
 حاشیہ جوہرہ نیرہ ۴۰ حاشیہ جوابہ اخلاطی ۴۱ حاشیہ مراقی الفلاح ۴۲ حاشیہ
 مجمع الانہر ۴۳ حاشیہ جامع الفصولین ۴۴ حاشیہ جامع الرموز ۴۵ حاشیہ
 بحر الرائق و مہتممہ الخ لوق ۴۶ حاشیہ تبیین الحقائق ۴۷ حاشیہ رسائل الارکان
 ۴۸ حاشیہ غنیۃ المستملی ۴۹ حاشیہ فوائد کتب عنیدہ ۵۰ حاشیہ کتاب الانوار
 ۵۱ حاشیہ رسائل شامی ۵۱ حاشیہ فتح المعین ۵۲ حاشیہ الاعلام بقواطع الاسلام
 ۵۳ حاشیہ شفاء الاستقام ۵۴ حاشیہ طحاوی علی الدر المنجی ۵۵ حاشیہ فتاویٰ
 عالمگیری ۵۶ حاشیہ فتاویٰ خانہ ۵۷ حاشیہ فتاویٰ سراجہ ۵۸ حاشیہ خلاصتہ
 الفتاویٰ ۵۹ حاشیہ فتاویٰ خیر ۶۰ حاشیہ عقود الدر ۶۱ حاشیہ فتاویٰ حدیثیہ
 ۶۲ حاشیہ فتاویٰ یرازیب ۶۳ حاشیہ فتاویٰ زر بنیہ ۶۴ حاشیہ فتاویٰ غنیاتیہ
 ۶۵ حاشیہ رسائل قاسم ۶۶ حاشیہ اسرار مخرج الفیاض ۶۷ حاشیہ منہج
 الفکر ۶۸ الحجام الصادق عن سنن الفناء (اردو) ۶۹ حاشیہ فتاویٰ مسعودی
 (فارسی)

عہ از نمبر ۲۹ تا نمبر ۶۸ سب کتابیں عربی زبان میں ہیں۔

تصوف، اذکار، اوفاق، تعبیر

- ① از بار الانوار من صبا صلاة الاسرار (عربی) ② الياقوتة الواسطه في قلب عقد الرباطه (اردو) ③ حاشیہ احیاء العلوم (عربی) ④ حاشیہ حدیقہ ندویہ (عربی)
- ⑤ حاشیہ مدخل جلد اول دوم سوم (عربی) ⑥ حاشیہ کتاب الابریزہ (عربی) ⑦ حاشیہ کتاب الزواجر (عربی) ⑧ الفوز بالآمال فی الاوفاق والاعمال (عربی، اردو)
- ⑨ حاشیہ تعطیر الانام (عربی)

تاریخ، تفسیر، مناقب

- ① الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معاویہ (اردو) ② بحیر معظّم شرح قصیده اکسیر اعظم (فارسی) ③ حاشیہ حاشیہ ہمزیہ (عربی) ④ حاشیہ شرح شفا ملا علی قاری (عربی) ⑤ حاشیہ زرقانی شرح مواہب (عربی) ⑥ حاشیہ بیچہ الاسرار (عربی) ⑦ حاشیہ الفوائد البہیہ (عربی) ⑧ حاشیہ کشف الظنون (عربی)
- ⑨ حاشیہ عصر الشارح (عربی) ⑩ حاشیہ خلاصتہ الوفار (عربی) ⑪ حاشیہ مقدمہ ابن خلدون (عربی)

ادب، نجوم، لغت، عروض

- ① اتحاف الحلی بکفر فکر السنبلی (اردو) ② تبلیغ الکلام الی درجۃ الکمال فی تحقیق اصالة المصدر والافعال (عربی) ③ الزمزمۃ القمریہ (اردو) ④ حاشیہ صراح (عربی) ⑤ حاشیہ تلج العروس (عربی) ⑥ حاشیہ میزان الافکار (فارسی)



۲۹۲

علم زیجات

- ① جزر مسفر المطالع للتقویم والطالع (اردو) ② حاشیہ برجندی (عربی)
- ③ حاشیہ زلالات البرجندی (عربی) ④ حاشیہ زیج بہادر خانی (فارسی)
- ⑤ حاشیہ فوائد بہادر خانی (فارسی) ⑥ حاشیہ زیج ابلخانی (عربی)
- ⑦ حاشیہ جامع بہادر خانی (فارسی)

علم جفر و تحسیر

- ① اطائب الاکسیر (عربی) ② رسالہ در علم تحسیر فارسی ③ ۱۱۵۲ مربعات اردو
- ④ حاشیہ الدر المکنون (عربی) ⑤ التواقب الرضویہ علی الکواکب الدریہ (عربی)
- ⑥ الاول الرضویہ للأعمال الجفریہ (عربی) ⑦ الوسائل الرضویہ للمسائل الجفریہ
- ⑧ مجتلی العروس (اردو) ⑨ الجفر الجامع (اردو) ⑩ اسہل الکتب فی جمیع المنازل (عربی) ⑪ رسالہ فی علم الجفر (عربی)

جبر و مقابله

- ① حل ساداتہائے درجہ سوم (فارسی) ② حل المعادلات لقوی المكعبات
- ③ رسالہ جبر و مقابله (فارسی) ④ حاشیہ القواعد الجلیلیہ (عربی)

علم مثلث، ارثماطیتی، لوگارتم

- ① رسالہ در علم مثلث (فارسی) ② تلخیص علم مثلث کروی (فارسی) ③ وجوہ زوایا مثلث کروی (فارسی) ④ حاشیہ رسالہ علم مثلث (فارسی) ⑤ المویہات فی المربعات (عربی) ⑥ رسالہ در علم لوگارتم (اردو)

توقیت، نجوم، حساب

- ① استنباط الاوقات (فارسی) ② رویت ہلال رمضان (فارسی) ③۔
- مستویات السہام (فارسی) ④ البرہان القویم علی العرض والتقویم (فارسی) ⑤۔
- الجمل الدائرہ فی خطوط الدائرہ (فارسی) ⑥ تسہیل التعدی (اردو) ⑦۔ میوال کوکب
- تعدی الايام (اردو) ⑧ استخراج تقویات کوکب (فارسی) ⑨ طلوع وغروب نیرین
- (اردو) ⑩ حاشیہ زبده المنتخب (عربی) ⑪ تاج توقیت (اردو) ⑫ ترجمہ قواعد
- نایٹیکل المنک (اردو) ⑬ جدول اوقات (اردو) ⑭ حاشیہ جامع الافکار عربی،
- ⑮ حاشیہ حدائق النجوم (عربی) ⑯ حاشیہ خزائنہ العلم۔

ہیئت، ہندسہ، ریاضی

- ① مقالہ مفردہ (اردو) ② معدن علمی در سنین ہجری، عیسوی و رومی (اردو)
- ③۔ طلوع وغروب کوکب و قمر (اردو) ④ قانون رویت اہلہ (اردو) ⑤ کسور اعشاریہ
- (فارسی) ⑥ المعنی الجملی للمعنی والنظی (فارسی) ⑦ زاویہ اختلاف المنظر (فارسی)
- ⑧ الصراح الموجز فی تعدی مرکز (فارسی) ⑨ البدور فی اوج المجدور (فارسی)
- ⑩ عزم البازی فی جو الریاضی (فارسی) ⑪ بحث المعادلہ ذات الدرجہ الثانیہ
- (عربی) ⑫ کشف العلی عن سمت القبلة (اردو) ⑬۔ رویت الهلال (اردو)
- ⑭ الحمر العشری (عربی) ⑮ استخراج وصول قمر براس (فارسی) ⑯ الانجب
- الایق لطرقت التعلیق (فارسی) ⑰۔ رسالہ العاد قمر (عربی) ⑱ حاشیہ
- تصریح (عربی) ⑲ حاشیہ شرح چغینی (عربی) ⑳ حاشیہ علم الہیئت (عربی)
- ㉑ حاشیہ کتاب الصور (عربی) ㉒ جدول برائے جنتی شخصت سالہ

(فارسی) (۲۳) حاشیہ اصول الہندسہ (عربی) (۲۴) حاشیہ تحریر اقلیدس (عربی)
 (۲۵) حاشیہ رفع الخلاف (عربی) (۲۶) حاشیہ شرح باکورہ (عربی) (۲۷) حاشیہ طیب النفس
 (عربی) (۲۸) حاشیہ شرح تذکرہ (عربی)

فلسفہ منطق

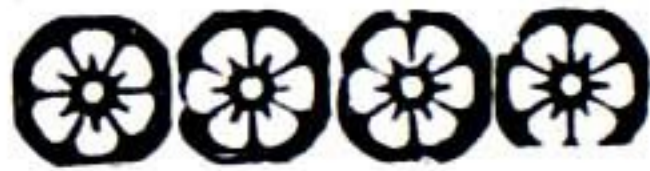
(۱) فوز مبین در حرکت زمین (اردو) (۲) الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ
 (اردو) (۳) معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین (اردو) (۴) حاشیہ ملا جلال
 میرزاہد (عربی) (۵) حاشیہ شمس بازعہ (عربی) (۶) حاشیہ اصول طبعی (اردو)

اعلیٰ حضرت کی جن بعض تصانیف و حواشی کی مختصر فہرست ہم نے یہاں
 پیش کی ہے وہ آپ کی جمیع تالیفات کے سامنے وہی نسبت رکھتی ہیں جو نہر کو سمندر
 سے ہے کیوں کہ آپ نے پچاس فنون میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور آپ کی تصنیفات
 ایک ہزار سے زائد ہیں جیسا کہ ملک العلماء مولینا سید ظفر الدین فاضل بہاری علیہ الرحمہ
 نے حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۳۵ میں تحریر فرمایا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کو
 اتنے کثیر علوم کا جامع بنایا کہ آپ نے پچاس فنون میں تصنیفات فرمائیں“ اور
 سلطان المناظرین شیریشیہ سنت مولینا حسرت علی خاں لکھنوی علیہ الرحمہ نے ترجمان
 اہلسنت شمارہ پنجم صفحہ ۸ میں تحریر فرمایا ہے کہ ”اعلیٰ حضرت کی تصنیفات مبارکہ
 ایک ہزار سے بھی زائد ہیں“ لیکن چونکہ اب تک اعلیٰ حضرت کی جمیع تالیفات پر
 مشتمل کوئی جامع فہرست شائع نہ ہو سکی اور آپ کی تصنیفات کا بیش از بیش حصہ
 اب تک غیر مطبوع ہی رہا جس کے باعث عوام و خواص صرف انہیں تصنیفات پر
 مطلع ہو سکے جو عام کتب خانوں میں مطبوعہ موجود ہیں اس لیے ہم نے ماہنامہ
 اعلیٰ حضرت کے حوالے سے بعض ان تصانیف و حواشی کی ایک مختصر فہرست

پیش کردینی مناسب سمجھی جن میں اکثر کتابیں غیر مطبوع ہیں اور بعض جو مطبوع بھی ہیں تو اس وقت نایاب ہیں۔

یہاں اس امر کو واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرت کے حواشی آپ کے ذہن رسا کی جودت و جدت کے آئینہ دار اور تحقیقات رفیعہ، تدقیقات بدیعہ، تنقیحات جلیلہ، تشریحات جمیلہ پر مشتمل ہیں۔ عام مصنفین کے حواشی کی طرح متون و شروح سے ماخوذ نہیں بلکہ خود آپ کے افادات و افاضات ہیں لہذا آپ کے حواشی بھی ایک مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آج بفضلہ تعالیٰ وَ تَقَدَّسَ وَ بِعَوْنِ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 ارشعبان المعظم ۱۳۸۳ھ ہجری مطابق ۲ جنوری ۱۹۶۳ء عیسوی دوشنبہ مبارکہ سوانح
 اعلیٰ حضرت کی تبلیغ سے فراغت ہوئی وَ صَلَّى اللهُ تَعَالَى وَسَلَّمَ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ
 وَقَاسَمَ رِزْقَهُ وَ نَوَّعَ عَرَشَهُ سَيِّدِنَا مُحَمَّدًا وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ
 وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنِّ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔



عہ حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۳۸ پر ملک العلما، فاضل بہاری کا تبصرہ ملاحظہ ہو۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شجرہ علیہ حضرت عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا جُمِعَیْنِ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

یا الٰہی رحم فرما! مصطفیٰ کے واسطے
مشکلیں حل کر شہ مشہ کلکشا کے واسطے
سید سجاد کے صدقہ میں ساجد رکھ مجھے
صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام
بہر معروف و سہری معروف دے بیچو دسری
بہر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا
بوالفرح کا صدقہ کر علم کو فرح دے حسن سعید
قادری کر۔ قادری رکھ۔ قادریوں میں اٹھا
احسن اللہ لہ ارتقا سے دے رزق حسن
نصرا بی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ
طور عرفان و علو و حمد و حسنی و بہنا
بہر ابراہیم مجھ پر نار غنم گلزار کر
خانہ دل کو ضیاء دے، روئے ایماں کو جمال
دے محمد کے لئے روزی کر احمد کے لئے
دین و دنیا کی مجھے برکات دے برکات سے

یا رسول اللہ اکرم کیجئے خدا کے واسطے
کر بلائیں رد شہید کر بلا کے واسطے
علم حق دے باقر علم ہدی کے واسطے
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے
جند حق میں گن جینید با صفا کے واسطے
ایک کار رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے
بوالحسن اور بوسعید سعید زرا کے واسطے
قدر عبد القادر قدرت نما کے واسطے
بندہ رزاق تاج الاصفیا کے واسطے
دے حیات دیں محی جاں فزا کے واسطے
دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے
بھیک دے داتا بھکاری بادشا کے واسطے
شہ ضیا مولیٰ جمال الاولیا کے واسطے
خوان فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے
عشق حق دے عشقی عشق انتما کے واسطے

حُبِّ اہل بیت دے آل محمد کے لئے
 دل کو اچھا تن کو مستحرا جان کو پُر نور کو
 کر شہیدِ عشقِ حمزہ پیشوا کے واسطے
 اچھے پیارے شمس دیں بدر العلیٰ کے واسطے
 دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر
 حضرت آلِ رسولِ مقتدا کے واسطے
 کر عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے
 میرے ہوئی حضرت احمد رضا کے واسطے
 صدقہ ان اعیان کا دے چھ عین اعز، علم و عمل
 عفو و عرفان عافیت اس بیوا کے واسطے

سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے

مشارحِ عظام کی تاریخ ہائے وصال اور ان کے مزاراتِ مقدسہ

نمبر شمار	اسمائے طیبہ	تاریخ وصال	مدفن شریف
۱	حضور پر نور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم	۱۲ ربیع الاول شریف	مدینہ طیبہ
۲	حضرت سیدنا مولائے کائنات علی رضی اللہ تعالیٰ عنه	۲۱ رمضان المبارک	نجف شریف
۳	حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰ محرم	کربلائے معلیٰ
۴	حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۸ محرم	مدینہ طیبہ

تاریخ وصال	اسمائے طیبہ	تمبر شمار
مدینہ شریف	حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵
مدینہ طیبہ	حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۶
بغداد شریف	حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷
مشہد شریف	حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۸
بغداد شریف	حضرت سیدنا شیخ معروف کرخمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۹
بغداد شریف	حضرت سیدنا شیخ سری شیطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰
بغداد شریف	حضرت سیدنا شیخ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱
بغداد شریف	حضرت سیدنا شیخ ابو بکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۲
بغداد شریف	حضرت سیدنا شیخ ابو الفضل عبد الواحد تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳
بغداد شریف	حضرت سیدنا شیخ ابو لفرح طرطوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴
بغداد شریف	حضرت سیدنا شیخ ابو الحسن علی ہسکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۵
بغداد شریف	حضرت سیدنا شیخ ابو سعید مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۶
بغداد شریف	حضرت سیدنا عوث اعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۷
بغداد شریف	حضرت سیدنا سید عبد الرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۸
بغداد شریف	حضرت سیدنا سید ابو صالح نصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۹
بغداد شریف	حضرت سیدنا سید محلی لدین ابو نصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۰
بغداد شریف	حضرت سیدنا سید علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۱

نمبر شمار	اسمائے طیبہ	تاریخ وصال	مدفن شریف
۲۲	حضرت سیدنا سید موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳ رجب ۷۶۳ھ	بغداد شریف
۲۳	حضرت سیدنا سید حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۶ صفر ۷۸۱ھ	بغداد شریف
۲۴	حضرت سیدنا سید احمد جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۹ محرم ۸۵۳ھ	بغداد شریف
۲۵	حضرت سیدنا شیخ بہار الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱ ذی الحجہ ۹۲۱ھ	دولت آباد (دکن)
۲۶	حضرت سیدنا سید ابراہیم ایزدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵ ربيع الآخر ۹۵۳ھ	درگاہ محبوب الہی
۲۷	حضرت سیدنا شیخ محمد بھکاری بادشاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۹ ذی القعدہ ۹۸۱ھ	کاگوری
۲۸	حضرت سیدنا شیخ قاضی ضیاء الدین عرف شیخ جیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۱ رجب ۹۸۹ھ	لکھنوی قصبہ نیوتنی لکھنؤ
۲۹	حضرت سیدنا شیخ جمال الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ	شب عید الفطر ۱۰۲۶ھ	کوٹہ جہا آباد چیمبور
۳۰	حضرت سیدنا سید محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۶ شعبان ۱۰۷۱ھ	کاپی شریف
۳۱	حضرت سیدنا سید احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۹ صفر ۱۰۸۲ھ	کاپی شریف
۳۲	حضرت سیدنا سید فضل اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴ ذی القعدہ ۱۱۱۱ھ	کاپی شریف
۳۳	حضرت سیدنا سید شاہ برکت اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰ محرم ۱۱۴۲ھ	مارہرہ شریف
۳۴	حضرت سیدنا سید شاہ آل محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۶ رمضان المبارک ۱۱۶۴ھ	مارہرہ شریف
۳۵	حضرت سیدنا سید شاہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴ رمضان شریف ۱۱۹۸ھ	مارہرہ شریف
۳۶	حضرت سیدنا سید شاہ آل احمد اچھے میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۶ ربيع الاول ۱۲۲۷ھ	مارہرہ شریف
۳۷	حضرت سیدنا سید شاہ آل رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ	مارہرہ شریف
۳۸	حضرت مجدد اعظم شاہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ یوم جمعہ ۲ بجکر ۲۸ منٹ	بریلی شریف

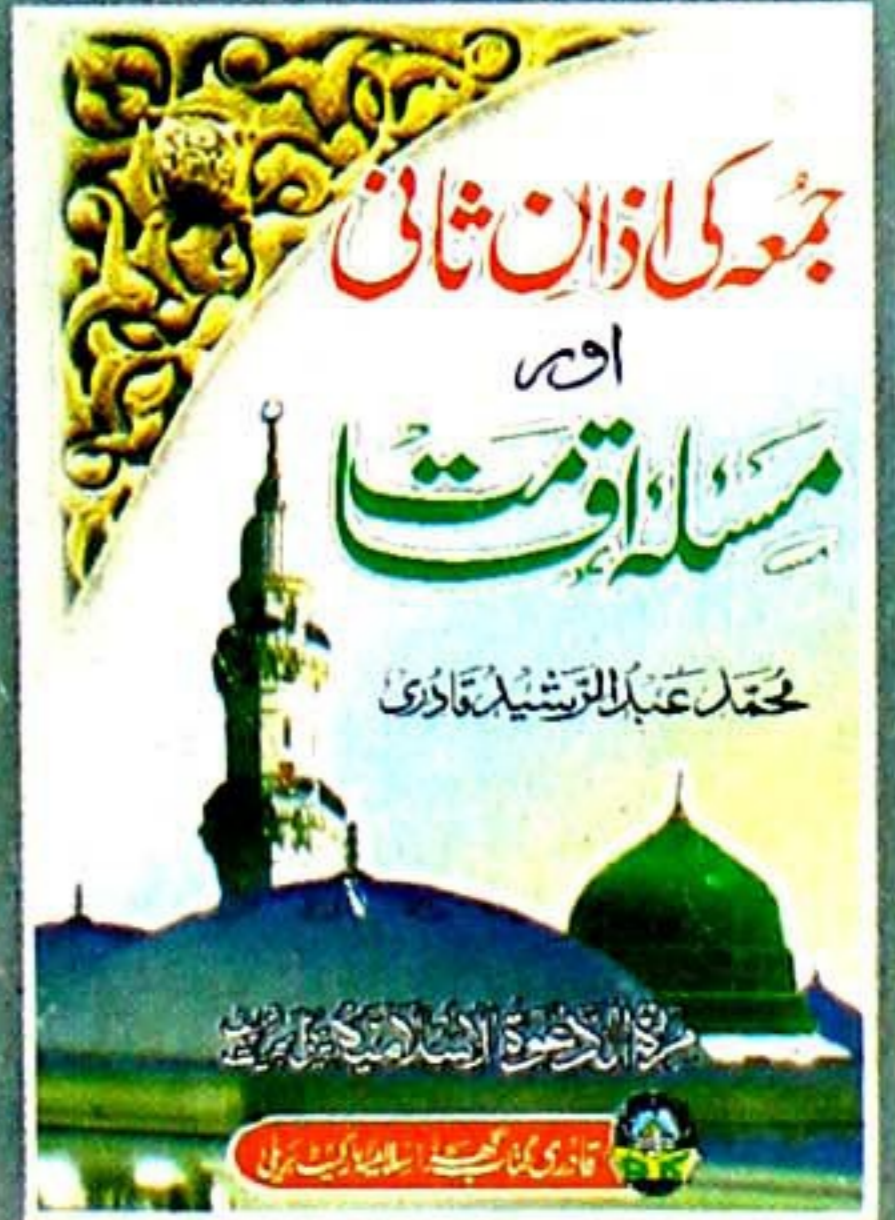
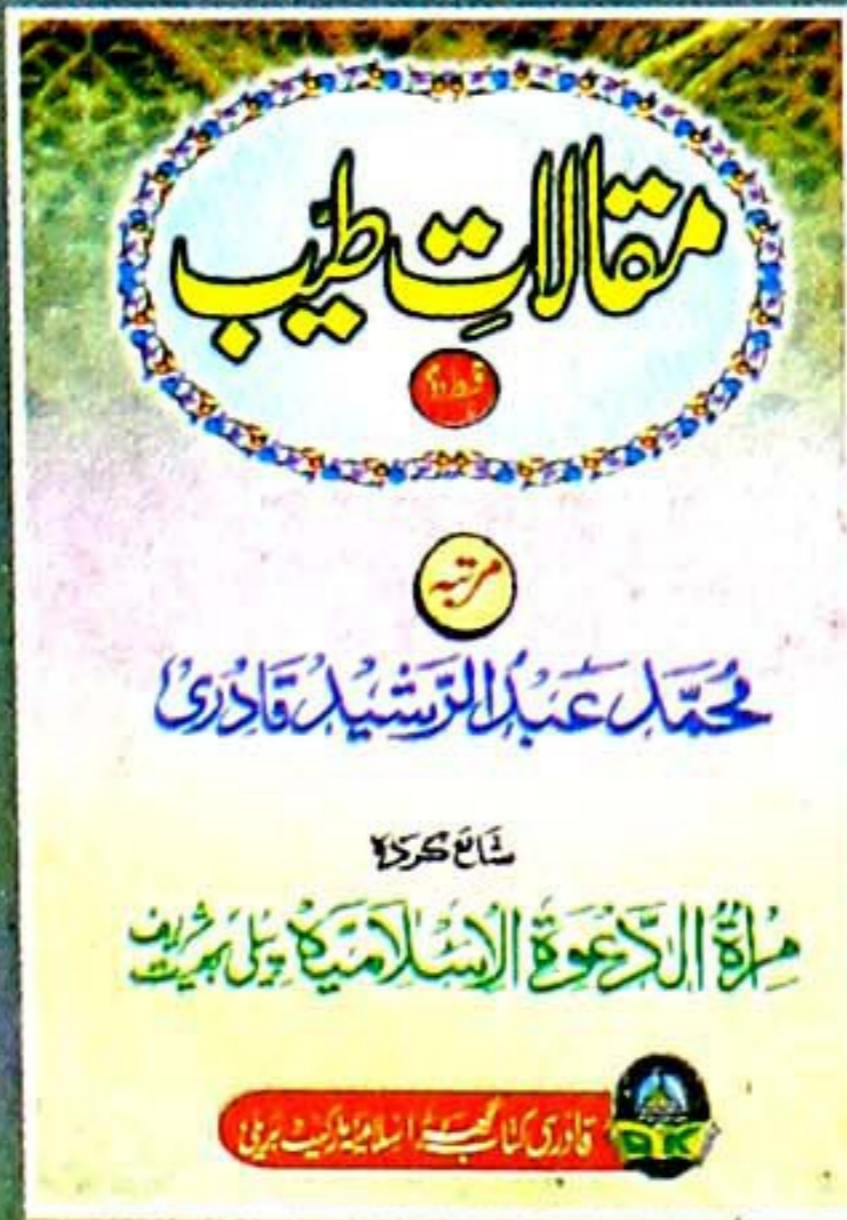
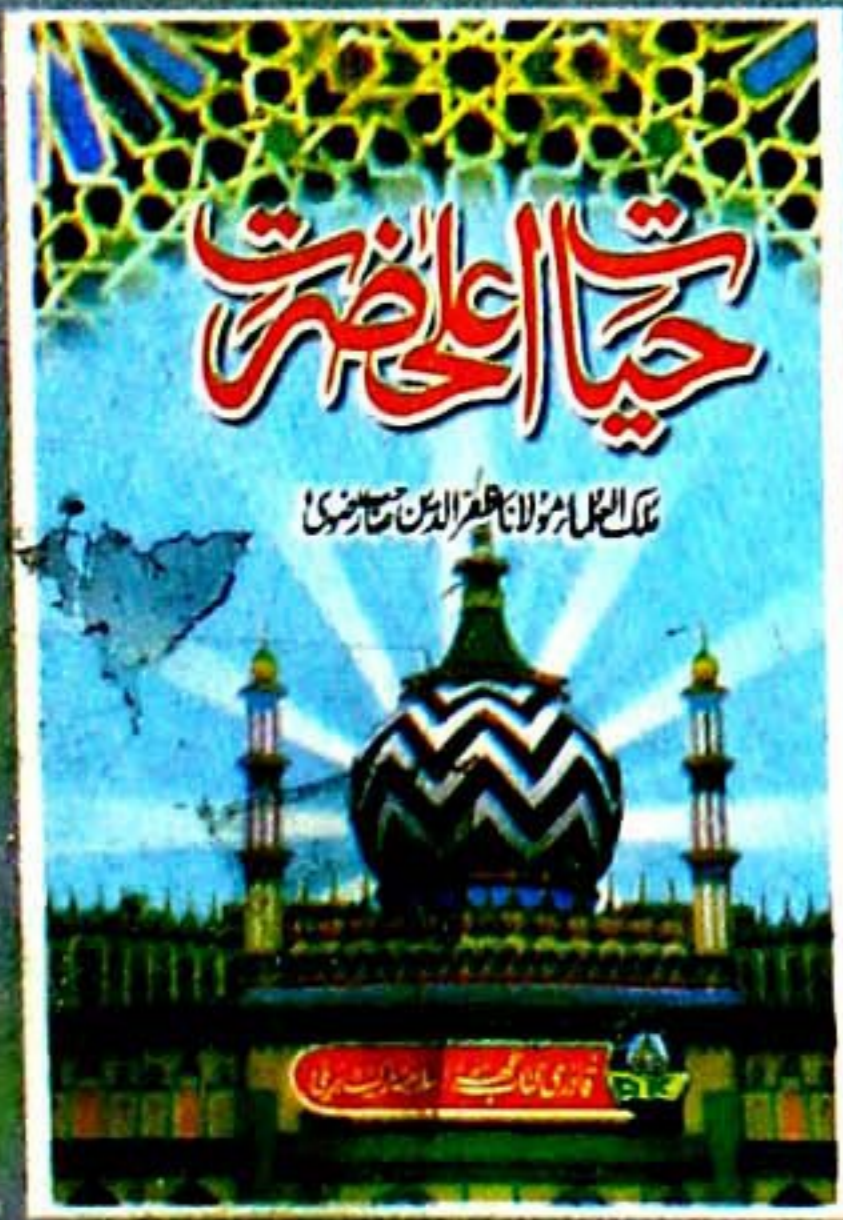
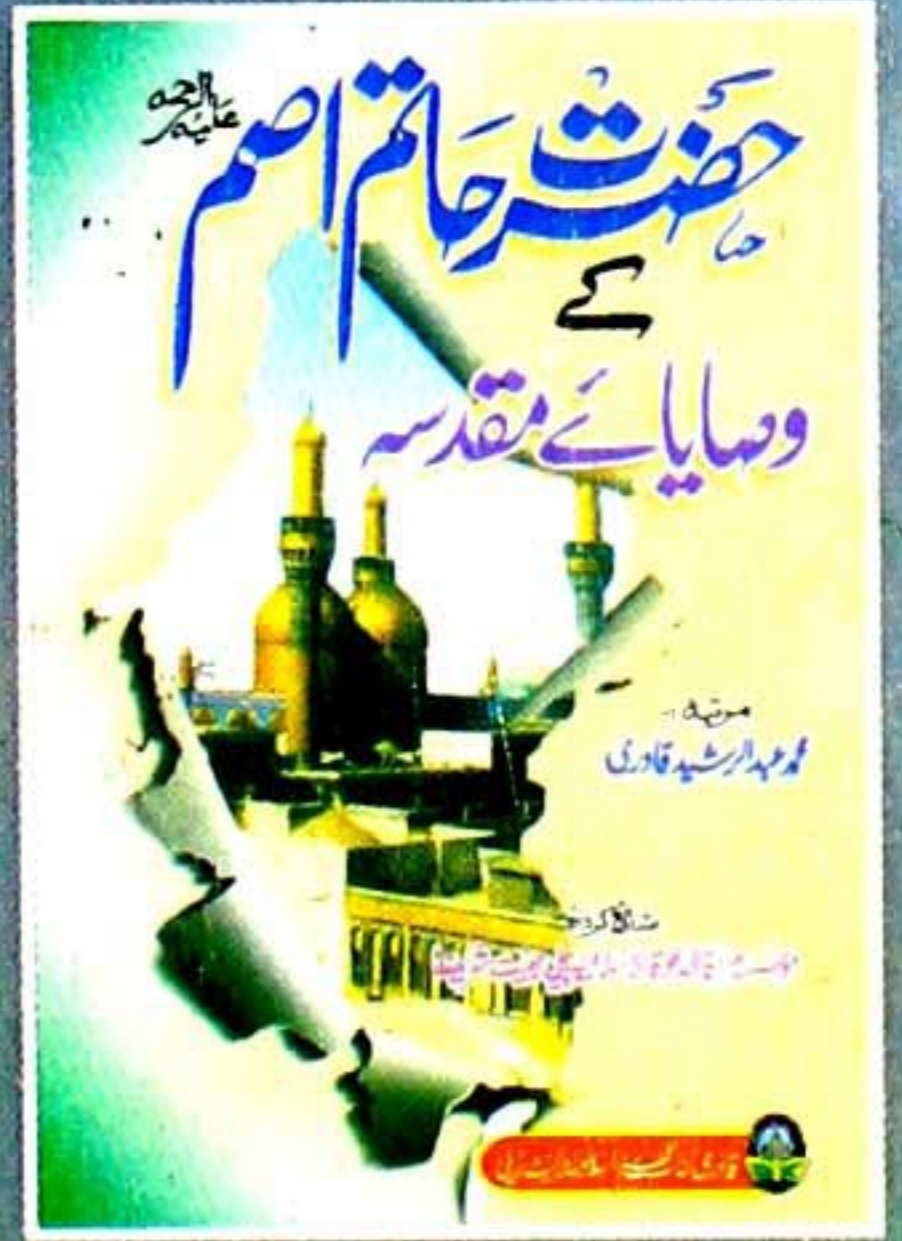
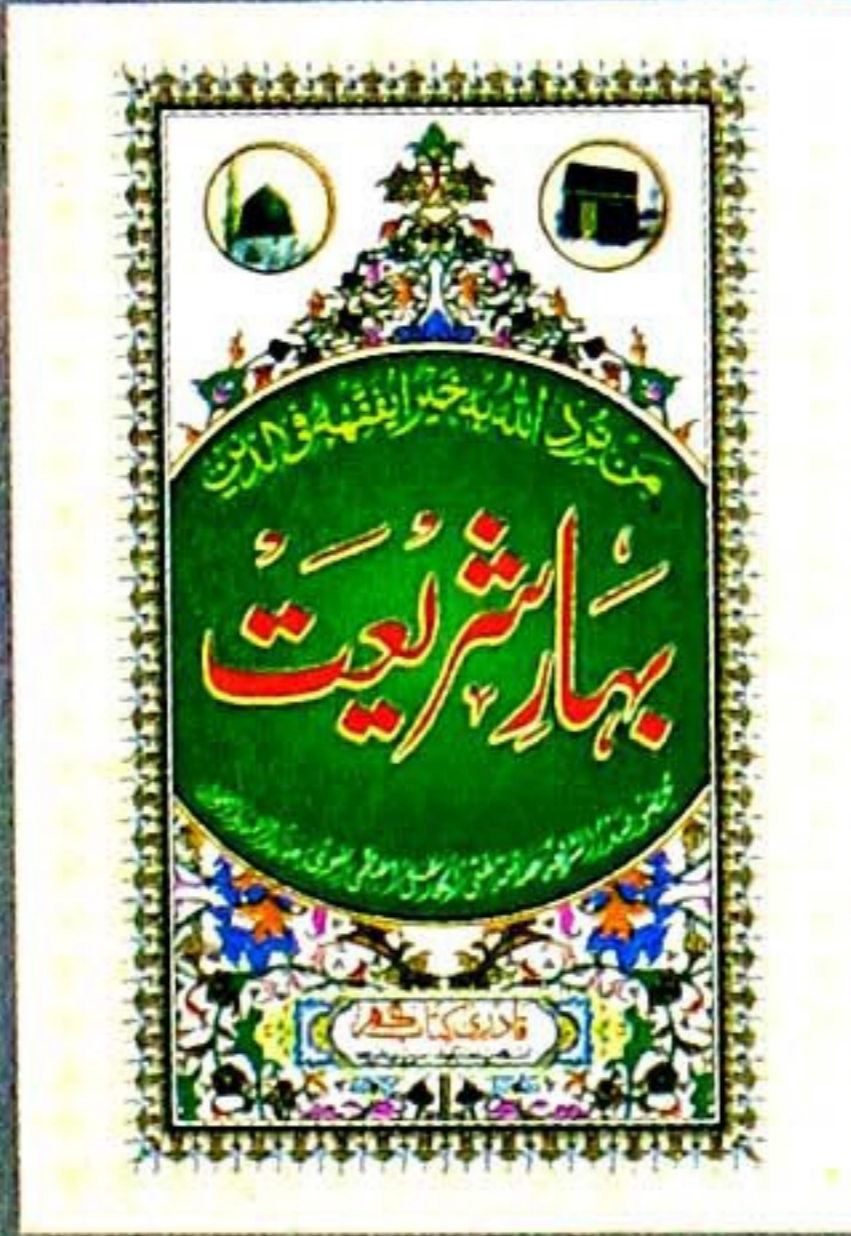
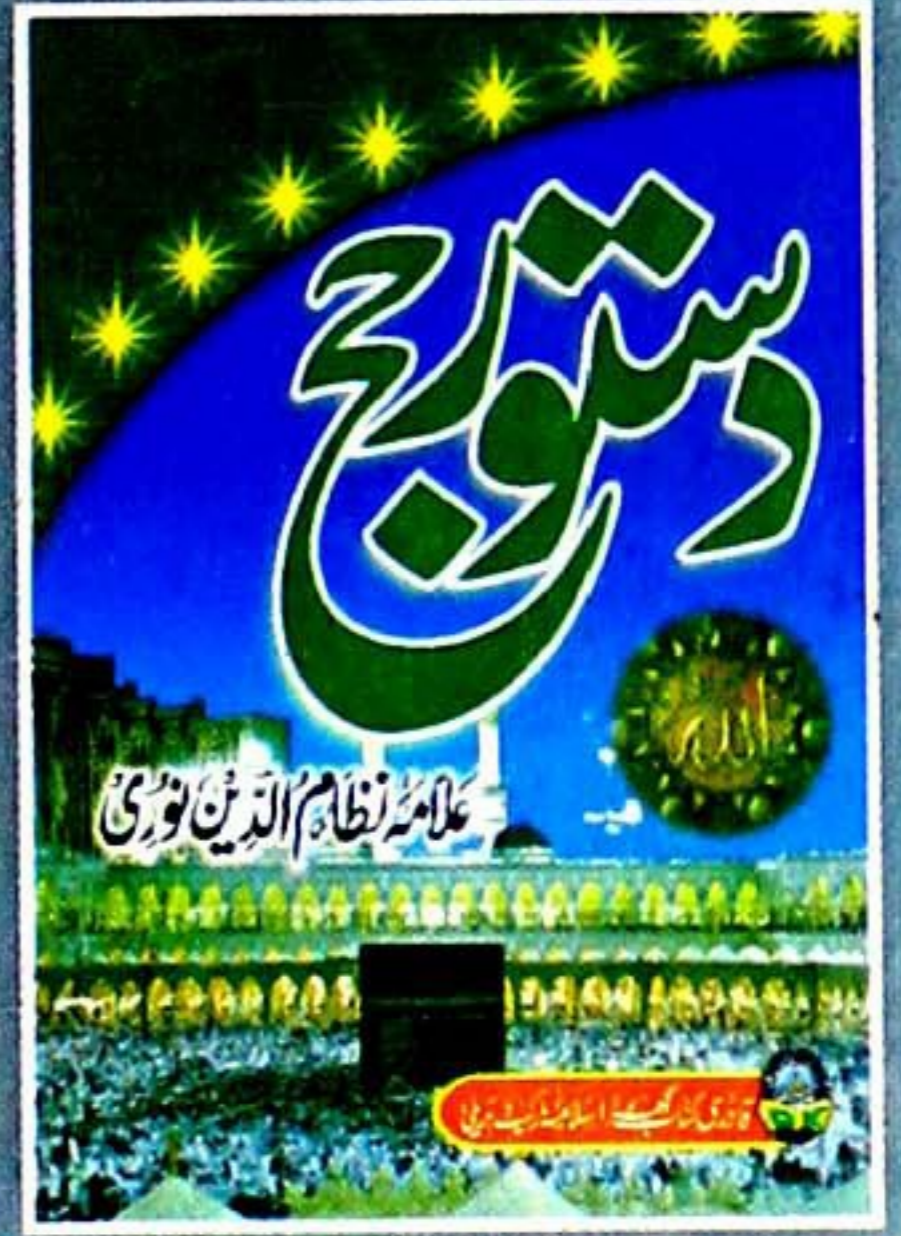
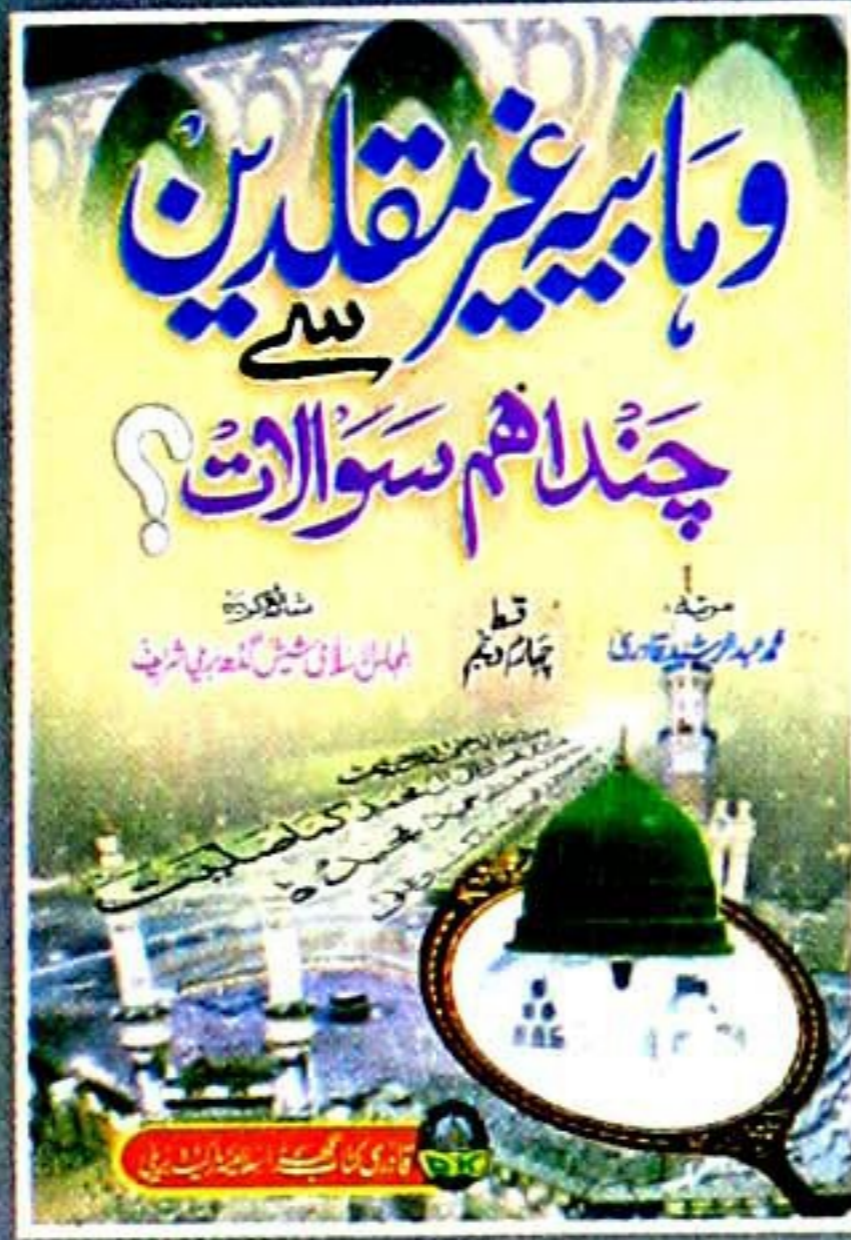
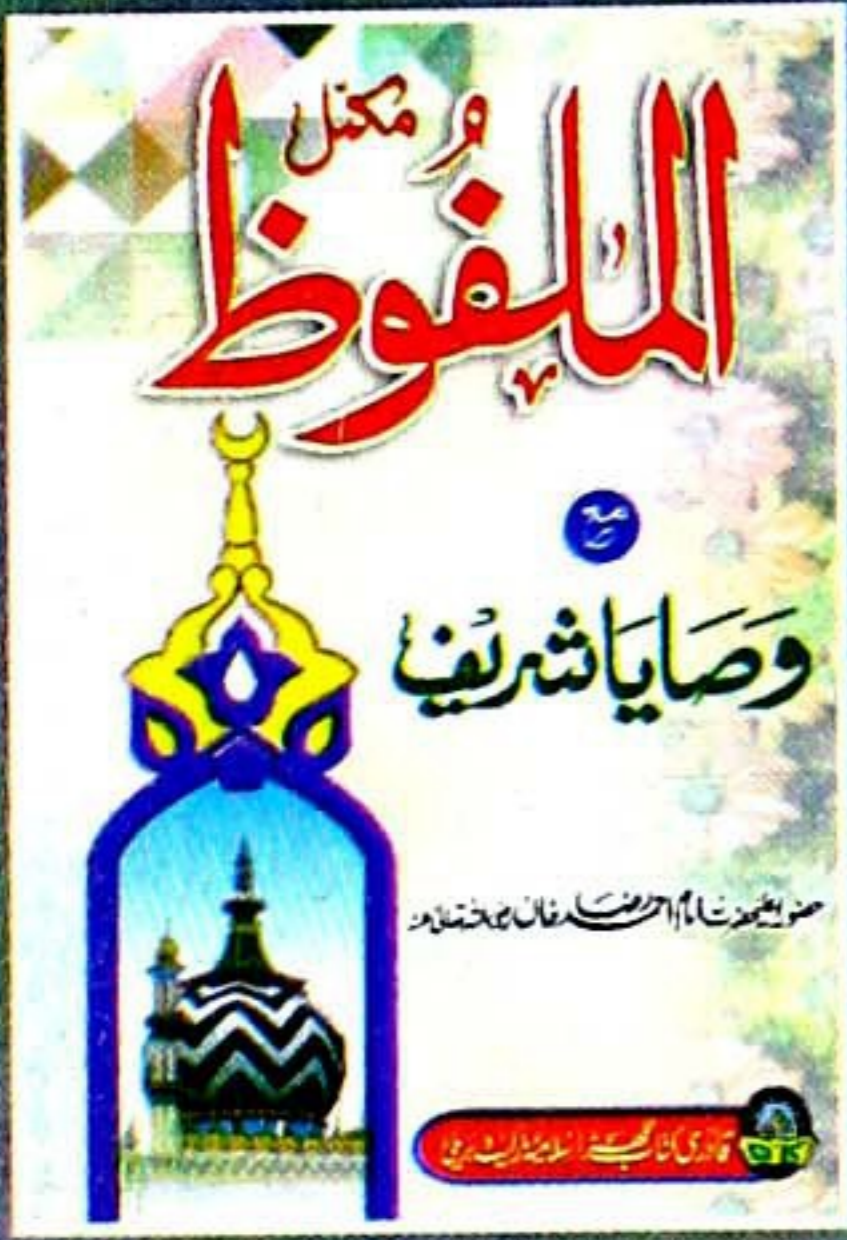


نام کتاب _____ سوانح اعلیٰ حضرت
 تصنیف _____ علامہ عبد الدین احمد قادری رضوی علیہ الرحمہ
 ناشر _____ مشن بریلی شریف
 اشاعت _____ ۱۹۹۷ء

ہمارے یہاں ہر قسم کی اردو، عربی، فارسی، مذہبی کتب ہیں
 اور قرآن شریف پارے نیز بریلی شریف کی باقیض انگشتیاں
 نقوش ہمہ وقت با رعایت دستیاب ہیں

ملنے کے پتے

- (۱) قادری کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ بریلی شریف
- (۲) مکتبہ جامع نور ۴۲۲، مٹیامحل جامع مسجد، دہلی ۶

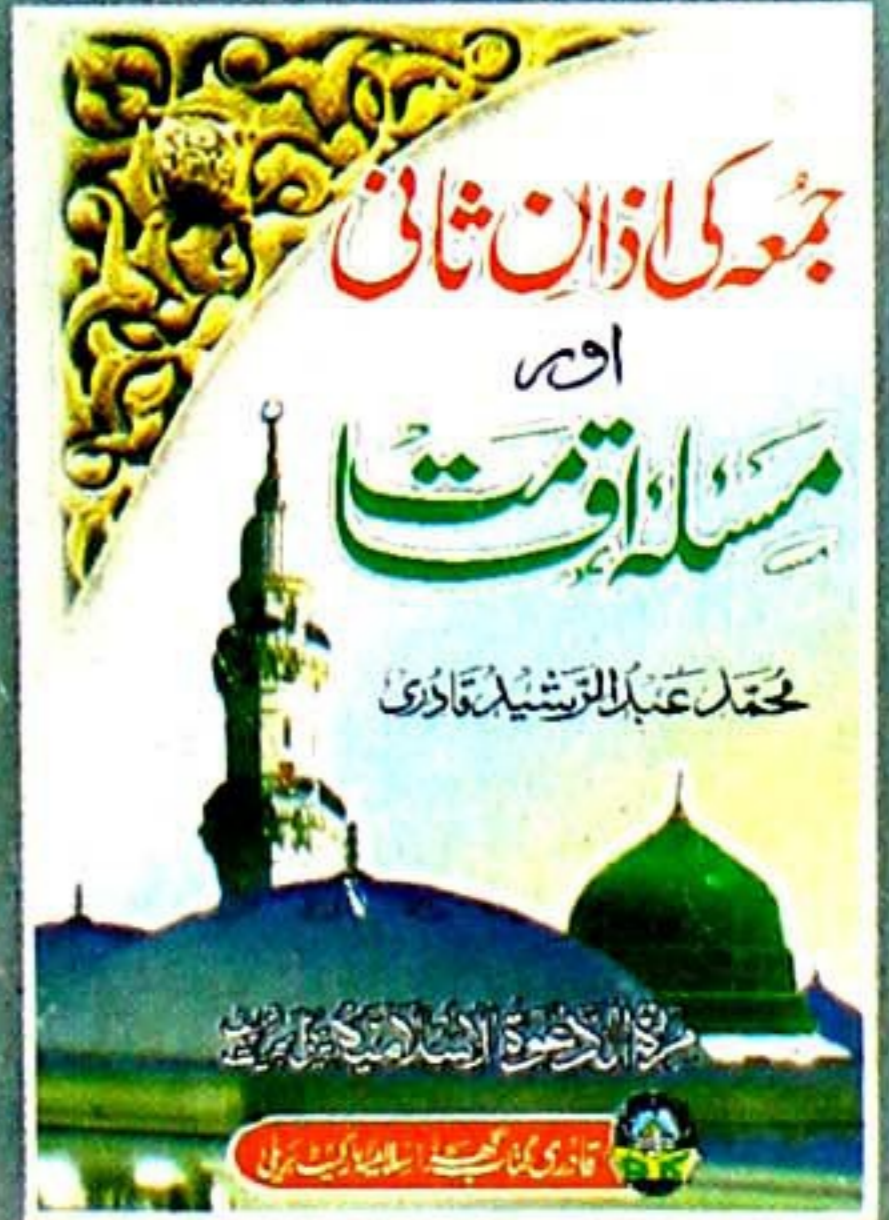
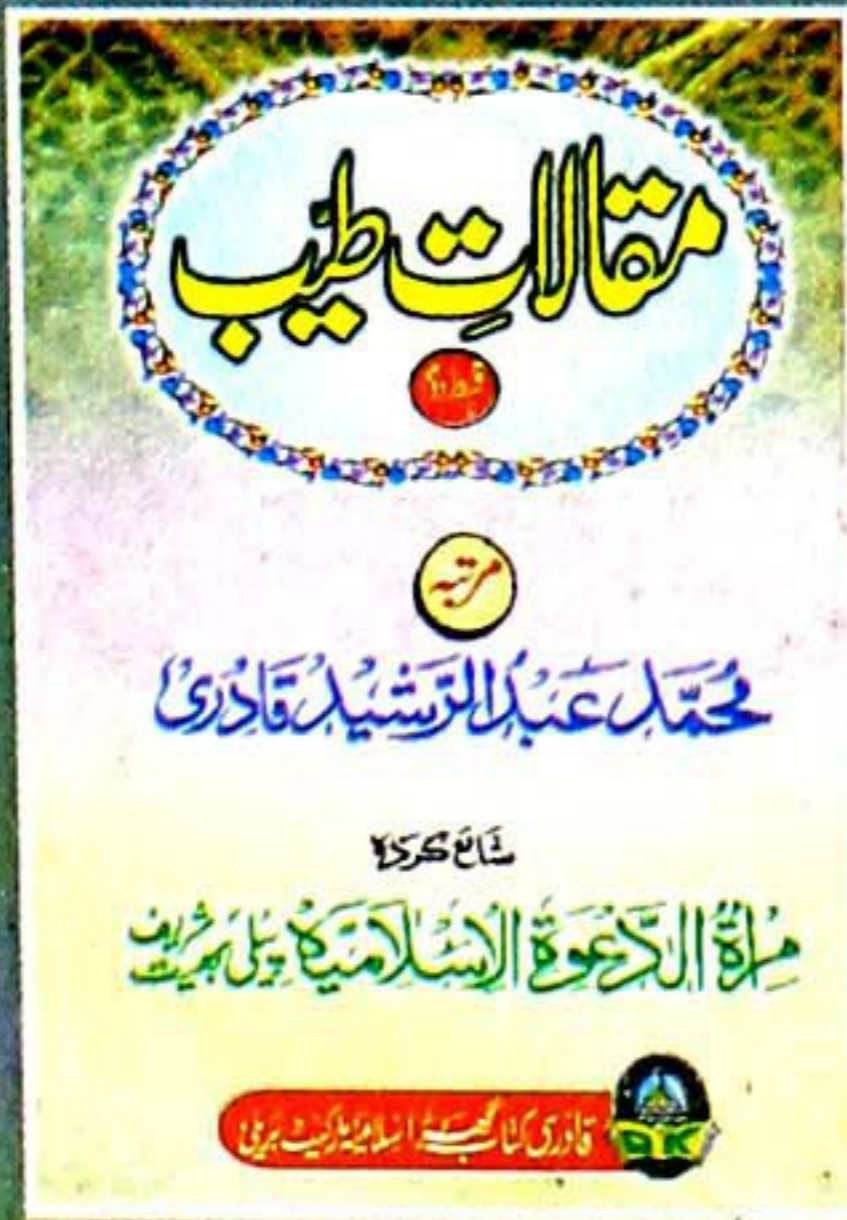
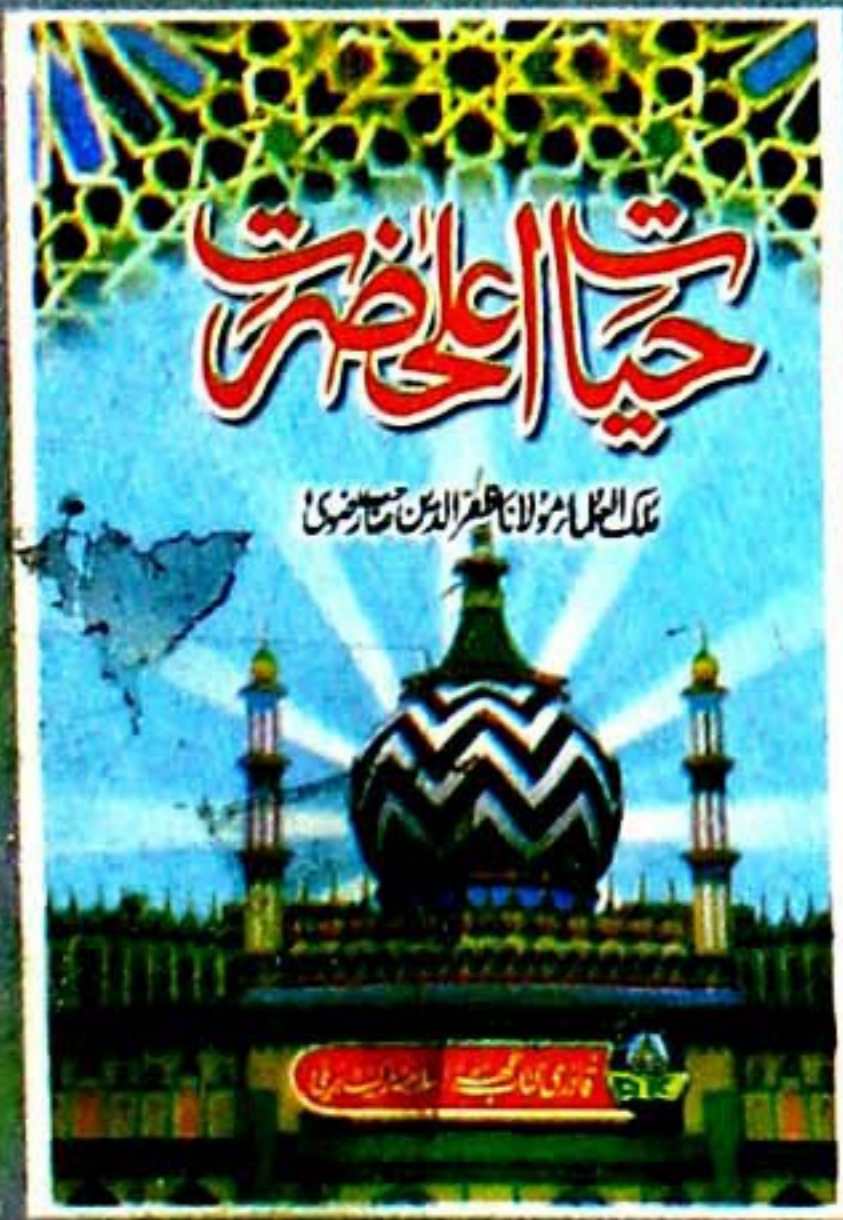
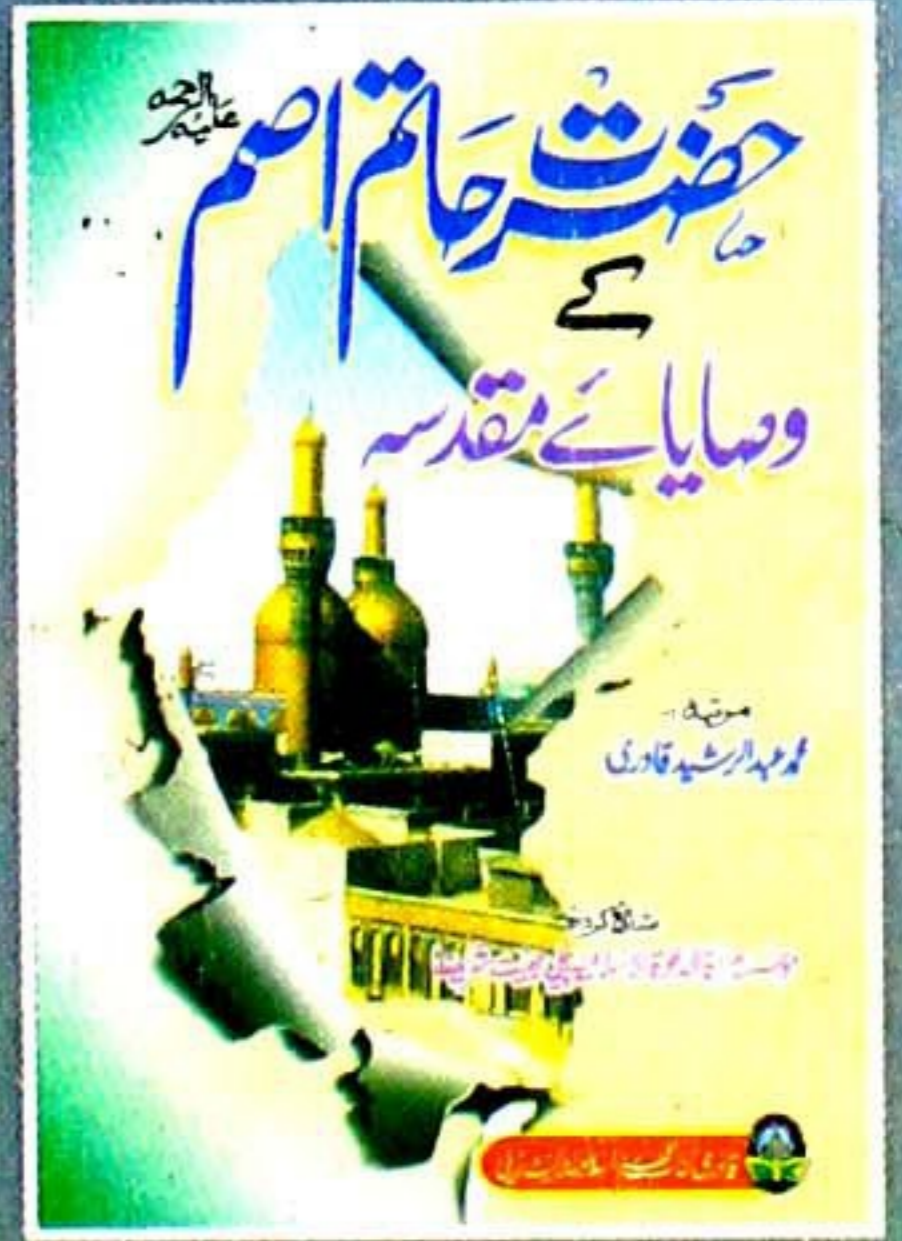
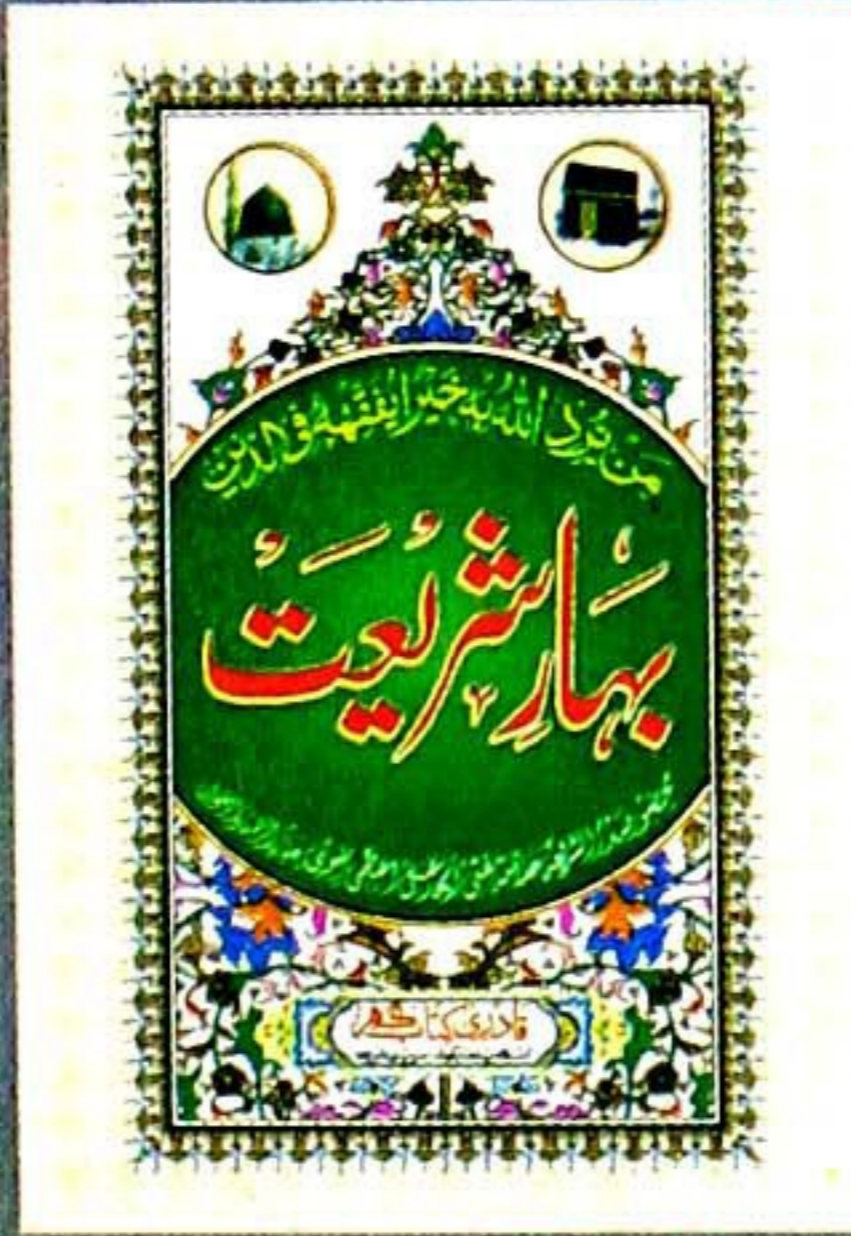
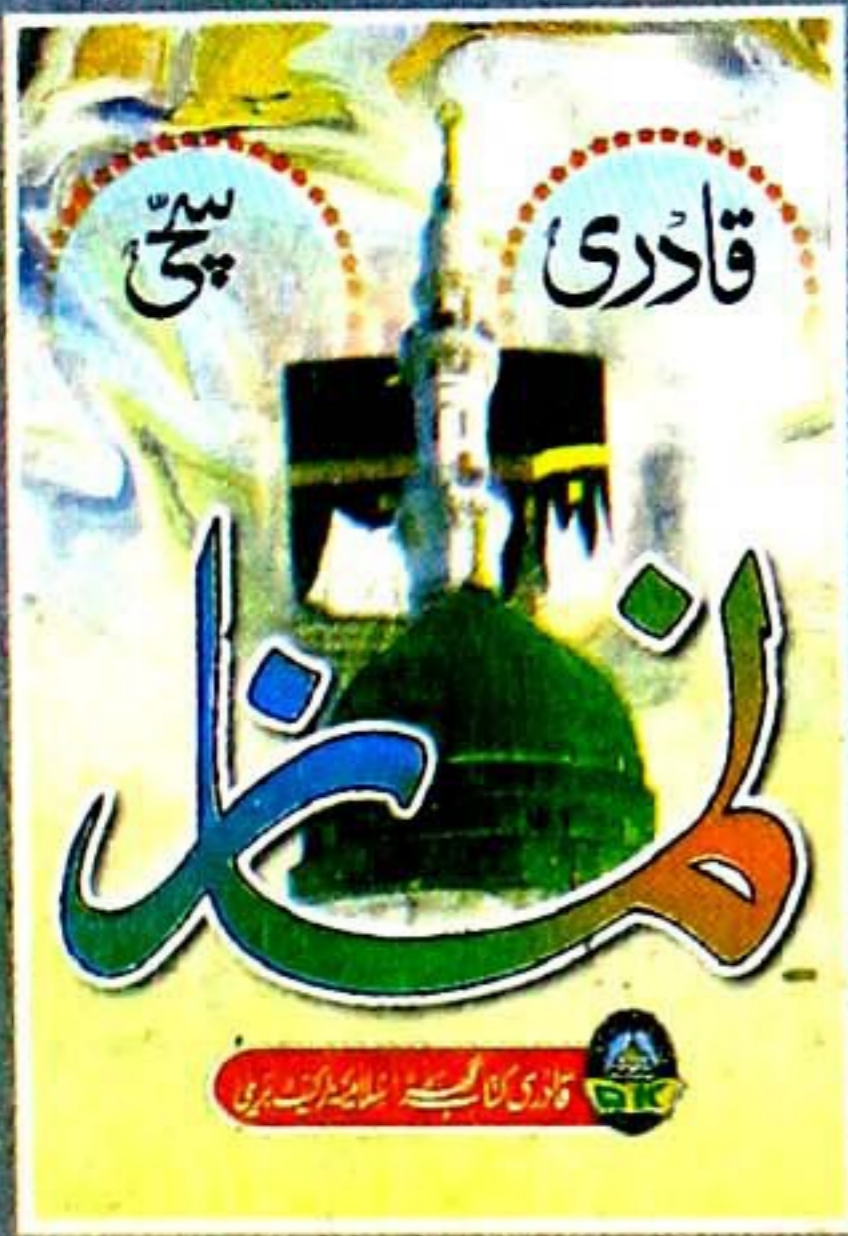
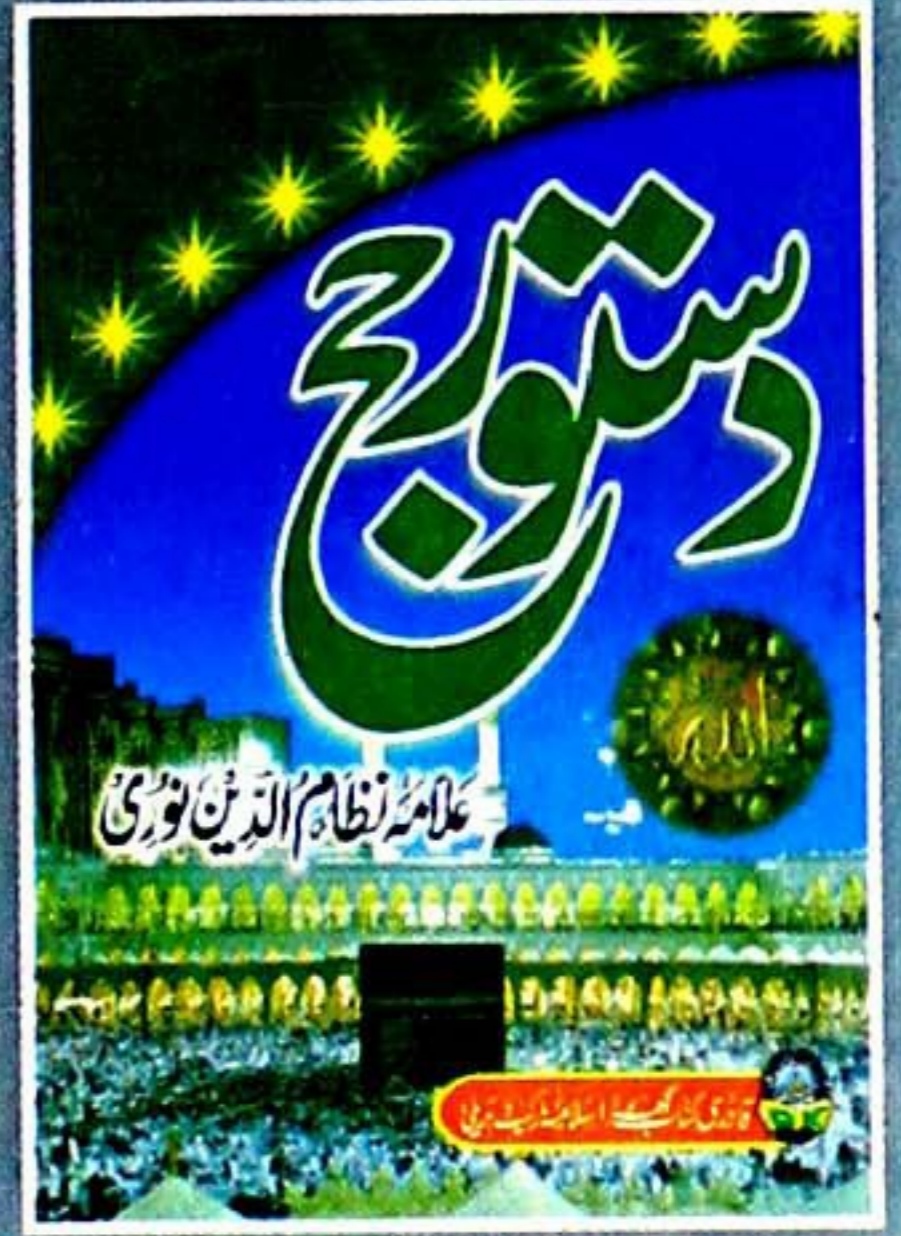
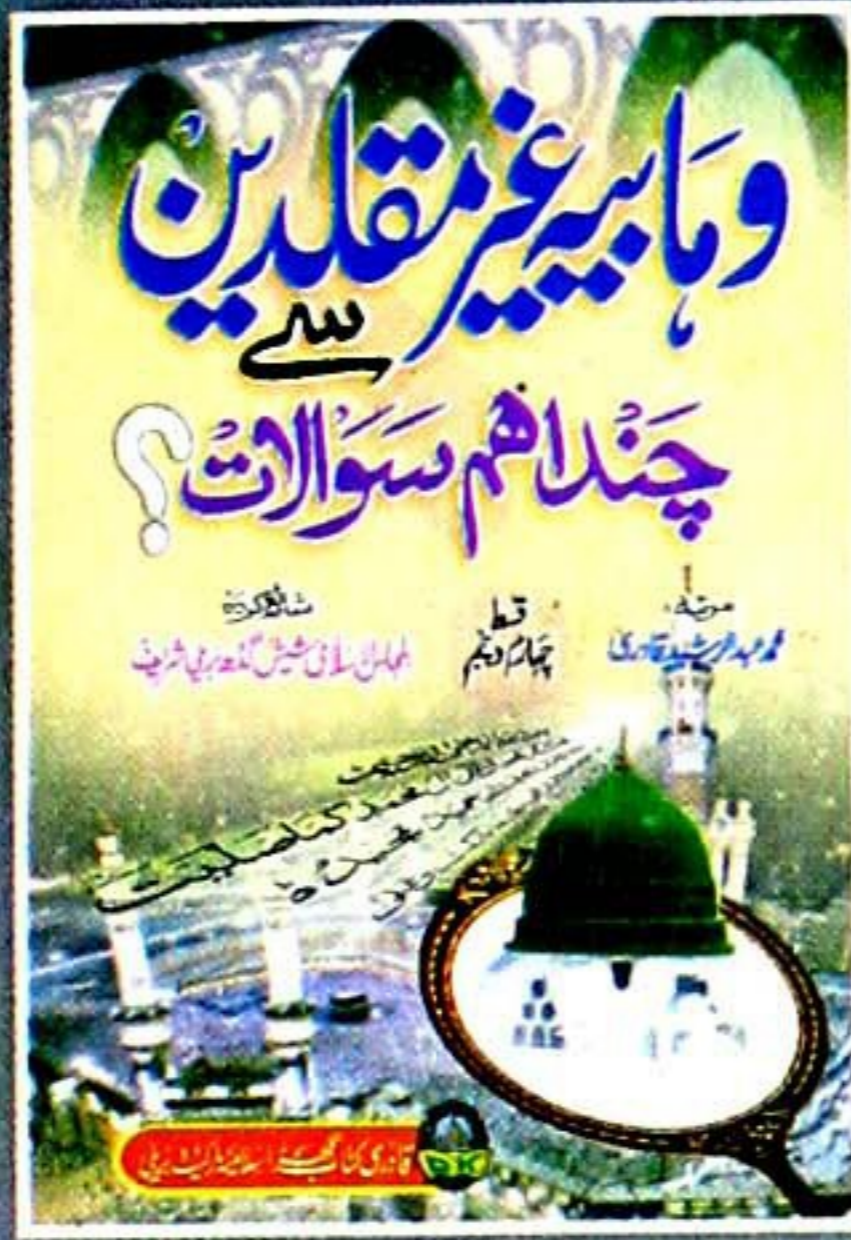
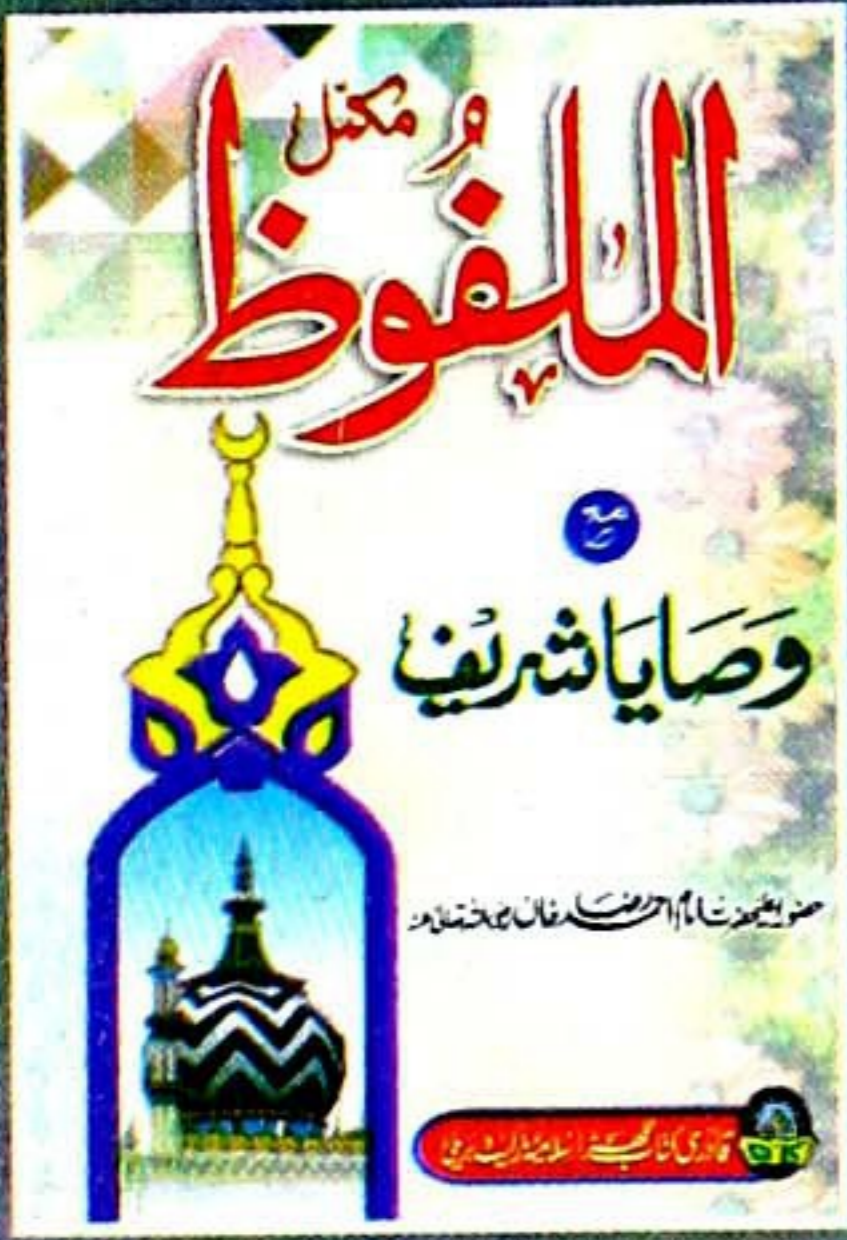


QADRI KITAB GHAR

35, Islamia Market, Bareilly-243003

Ph.: 0581-2477674, Mob.: 9412536097, (Resi.): 2553235

Rs. 85/-



QADRI KITAB GHAR

35, Islamia Market, Bareilly-243003

Ph.: 0581-2477674, Mob.: 9412536097, (Resi.): 2553235

Rs. 85/-